

تذکرہ شہداء

دریانی گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

TAZKIRAH
SHAHDAWLAH

NIASIM

ایم. ایس. نسیم چودھری



مدرسہ ساگر اکادمی - لاہور

PRINTED

۲۹۴۶۶۹۲

ش ۲۵ ت

۱۶۲۲۵

جملہ حقوق محفوظ

یار اول ۱۹۶۰ء

تعداد ۱۰۰۰

مطبع پنجاب پریس لاہور

انتساب

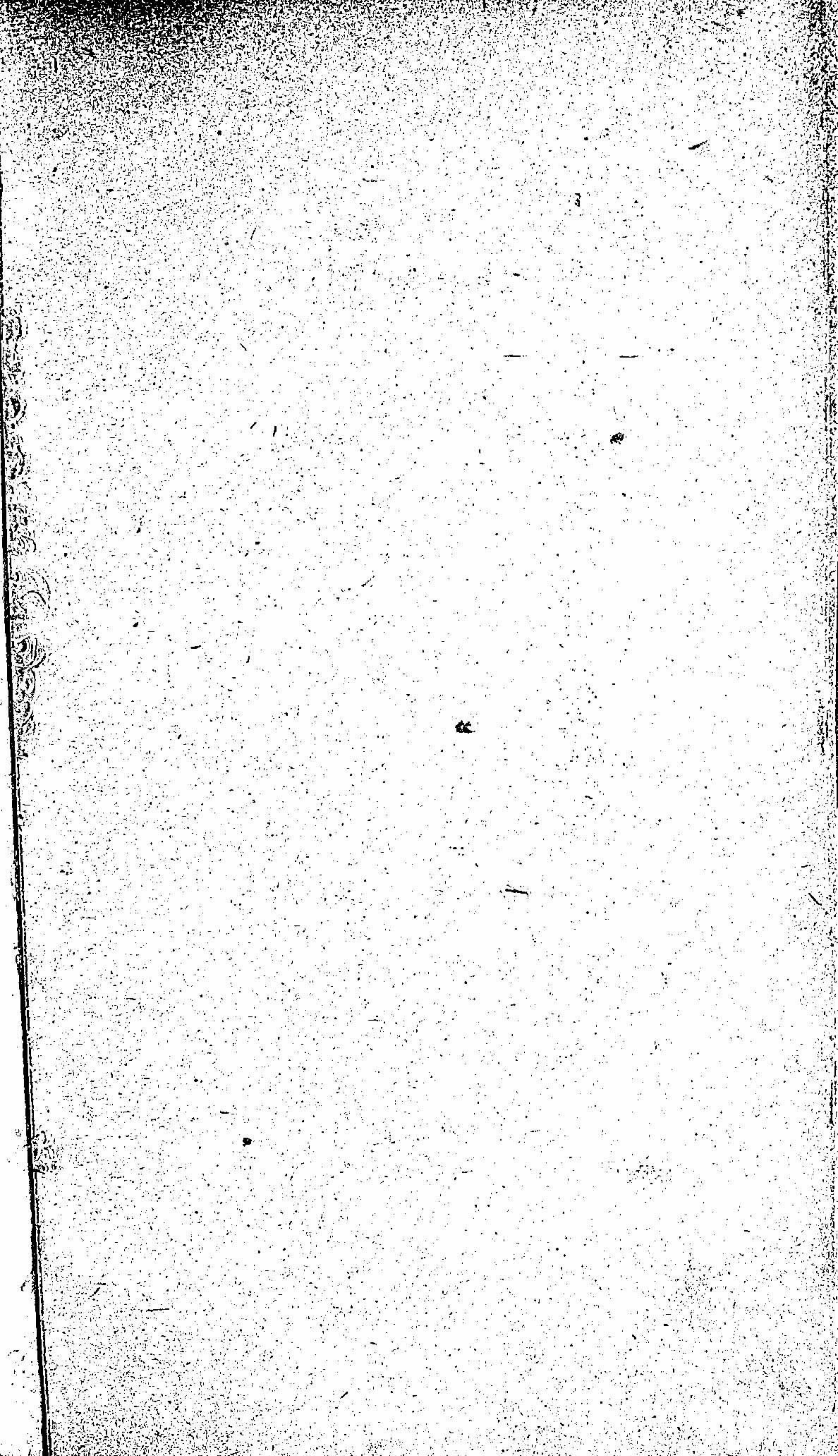
جناب محترم مسعود سی این پی
چیف ایڈمنسٹریٹر محکمہ اوقاف و سیکرٹری حکومت مغربی پاکستان

کے نام

|

جن کی مساعی سے درگاہ شاہ دولہ دریائی
پر زندہ انسانوں (جن سے گدگری کرائی جاتی
کتنی) کی نذر سماجی برائی قرار پائی اور اصلاحات
سے نیک بھری درگاہوں پر سماجی اور معاشرتی
برائیوں کا خاتمہ ہو کر انسانیت کا وقار بلند ہوا۔

○



فہرس

طلوع

مغربی پاکستان اور اشاعت اسلام میں

اولیاء صوفیاء کا حصہ

گجرات اور گجرات کا علمی ماحول اور

روحانی فیضان

تذکرہ حضرت شاہ دولہ دریائی گنج بخشؒ

مقدمہ کرامت نامہ شاہ دولہؒ

کرامت نامہ شاہ دولہؒ

طلوع

وقت کا ظالم ہاتھ پرانے زمانہ کی یادگاریں
مٹا رہا ہے اونچے مینار زمین بوس ہو جاتے
میں کالسی کی تختیاں مٹ جاتی ہیں پانی
بڑھتا ہے ساحل توڑ کر سمندر میں ملا لیتا ہے
یہ سب تبدیلی سب تباہی بتلاتی ہے کہ آخر
سب کچھ وقت کی لپیٹ میں آجائے گا۔

(ترجمہ)

مگر نیک نام، وقت کی دست بڑ سے پرے ہیں۔ ان سے دلوں
میں یادوں کی روشنی ہے۔ دنیا میں بہاریں ہیں ہم ان کے نیک ناموں اور
نیک کاموں سے بہت دور ہو رہے ہیں مگر دوری اور محرومی کے باوجود ہمارے
سر نیاز ان کے استازوں پر ہمیشہ جھکیں گے۔
قیام گجرات کے دوران میں ہمیں درگاہ شاہ دولہ دریائی رحمۃ اللہ علیہ

پرسلسل حاضری کا شرف ملائے۔ اور دل میں خواہش کر رہیں لیتی رہی کہ چین
 میں پھیلی ہوئی آپ کی داستان کی پٹیوں کو ملا کر ایک گلدستہ ترتیب دیا جائے۔
 اس کام کو بڑی ذمہ داری سے سرانجام دینے کی ضرورت تھی۔ شاید وہ دریائی گنج بخش
 کے سلسلے میں چند در چند وجوہ کی بنا پر کچھ غلط فہمیوں نے راہ پالی ہے جن
 کو تواریخ و تذکرہ کی روشنی میں پرکھنا چاہیے۔ اس وقت حضرت شاہ دولہ فریابی
 کے لئے اور ہدیہ عقیدت نہیں ہو سکتا کہ ان بکڑھی کے حالوں کو جو بلا ضرورت انکے
 نام نامی کے گردے ہوئے ہیں صاف کر دیا جائے۔ تاکہ ان کے صحیح خط و
 خال نظر نواز خلائق ہوں۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ ہمارا ہر قدم زمین پر پڑے۔ اور ہم نے بڑی
 ذمہ داری کے ساتھ ایک واقعہ لیا ہے۔ اور اسے دوسرے کے ساتھ جوڑتے
 آئے ہیں۔ اور ایسی کوئی بات کہنے سے احتراز کیا ہے جس کا کھلا ثبوت تاریخ و
 تذکرہ میں نہ ہو۔

ماخذوں کی چھان بین اور اخذ نتائج میں بڑی احتیاط سے کام لیا گیا
 ہے۔ شاید سبھی ماخذوں تک رسائی ممکن نہیں ہوتی لیکن بنیادی اہمیت کے
 سب ماخذ ضرور ہمارے پیش نظر رہے ہیں۔

ایک دو مقامات سے قطع نظر مفاہمی لوگوں کی روایات کا سہارا
 نہیں لیا گیا ہے۔ روایات جب تک ان کی تصدیق تذکرہ و تواریخ سے نہ
 ہو جائے تحقیق و تفتیش کی بنیاد نہیں بن سکتیں۔ ہمارا مطلب یہ نہیں کہ سینہ بہ
 سینہ روایات کی قدر و قیمت گھٹا دی جائے ہمیں صرف احتیاط کے تقاضوں

کو سامنے رکھنے کی سند دکھلانا مقصود ہیں۔

خرزینۃ الاصفیاء تذکرہ اولیائے ہند، حدیقۃ الاولیاء، فرحت الناظرین
سلیم التواریخ، تاریخ راجگال راجور، ایلپیٹ کے مقالات و آثار مسلسل بہار
سامنے رہے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی دور دور ہماری رسائی ہوئی ہے جس کا ایک
اندازہ کتابیات کے ملاحظہ سے ہو جائے گا۔

شاہ دولہ دریائی نے انسائیت سے محبت کی عظیم روایت قائم کی۔
آپ بے سہاروں کا سہارا تھے۔ آپ خاص طور پر ان اپاہج بچوں سے پیار
کرتے تھے جنہیں عرف عام میں شاہ دولہ کے چوہے کہتے ہیں۔ آپ ان سے
محبت کرتے تھے اور انہیں اپنے پاس رکھتے تھے تاکہ ماں باپ کی شفقت
کا جس سے بے نیچے محروم ہیں) حصہ ان بے چاروں کو میسر آجائے۔ اس کے
سوا شاہ دولہ کی محبت نے چرنڈوں پر نڈوں اور در نڈوں کو بھی اپنے دامنِ رعایت
میں پناہ دی تھی۔

حیرانی کی بات ہے۔ اس عظیم انسان کے حالات پر کوئی مستند کتاب
نہیں ہے۔ ہم نے اس کا رخیڑ کا بیڑا اٹھایا۔ اور شکر گزار ہیں۔ ہمیں اس کام کو پورا
کرنے کی توفیق ارزانی ہوئی ہے۔

کتاب کو چار ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلے باب میں اولیائے کرام و صوفیائے عظام کی مشرفی پاکستان
میں اشاعت اسلام کے اندر مساعی جمیلہ کا ذکر ہے۔

دوسرے باب میں گجرات، گجرات، کے علمی ماحول اور روحانی فیضان

کا اجمالی تذکرہ ہے۔

تیسرا باب — حضرت شاہ دولہ دریابی گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
سے متعلق ہے جو نئے باب میں کرامت نامہ اور اس کا مقدمہ لکھا گیا ہے

ایسر ایب

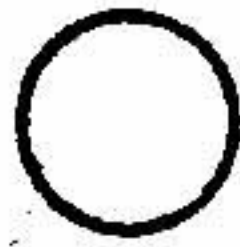
دربار حضرت شاہ دولہ صاحب گجرات

۶ ستمبر ۱۹۴۹ء عیسوی

مغربی پاکستان میں اشاعتِ اسلام

اور

اور اس میں اولیائے کرام کا حصہ



مسلمانوں کے حملوں سے ہندوستان کی تاریخ میں نیا باب کھلا۔
 محمد بن قاسم، سلطان محمود، شہاب الدین غوری کے تباہ کن حملوں سے
 ویسی حکومتوں کا شیرازہ بکھر گیا اور ان کی خبر نہ آئی۔
 لیکن محمد بن قاسم کو جلد ہی واپس بلا لیا گیا۔ محمود غزنوی اور محمد غوری کی فتوحات
 صرف فتوحات تھیں۔ انہوں نے مستقل حکومتیں قائم نہیں کیں۔ انہیں صرف
 جہاد کا ثواب ملا۔ اشاعت اسلام کی سعادت ان کا مقدر نہ تھا۔
 غلامان، خلیجی، تغلق، لودھی خاندانوں کے حکمران چکے مسلمان تھے۔ مگر اشاعت
 اسلام میں وہ معمولی کردار ادا کر سکے تھے۔ دین ملوک سے فرق ضرور پڑتا ہے۔
 مگر بادشاہوں کی ملکی مصلحتیں بھی ہوتی ہیں (مثلاً) برقی کہتا ہے کہ سلطان بلہین
 ذاتی طور پر فرائض مذہبی کا پابند تھا مگر وہ جس بات کو سلطنت کے لئے مفید سمجھتا
 تھا۔ اس کے لئے احکام صادر کر دیتا تھا۔ خواہ مذہبی طور پر کوئی انہیں جائز سمجھے
 یا ناجائز۔ علاؤ الدین خلجی نے قاضی مغیشا کے سامنے اسی قسم کے خیالات

کا اظہار کیا تھا۔ پھر ان خاندانوں کو کچھ ایسا استحکام بھی نصیب نہیں ہوا۔ اور جب خاندان منلیہ کو استحکام ملا تو اکیروین سے برگشتہ ہو گیا تھا۔

صرف درگاہوں کے پوریہ نشین (جن کی اپنی مصلحتیں نہیں تھیں) جن کا اور رضا گچھونا صرف اسلام تھا۔ ہمہ وقت اسلام کی سر بلندی کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ ہمزین ہندوستان میں انہیں کچھ آسانیاں بھی تھیں۔

حکومت مسلمان تھی۔ اس سے یہ آسانی پیدا ہو گئی تھی کہ انہیں اس مداخلت کے واسطے نہیں پڑتا تھا جس سے غیر حکومت میں کوششیں اور چارہ ہوتا ہے۔ مگر اس سے بھی علاوہ مسلمان زندگی کا نیا فلسفہ لے کر آئے تھے۔ ہندوؤں میں جاتیوں کے طبقے قائم تھے۔ اونچی جاتی شرف کی نشانی تھی جس سے عوام کی اکثریت پر ترقی کے دروازے بند ہو گئے تھے۔ اس لئے ولیم ہنٹر لکھتا ہے۔

اب ان کے واسطے اسلام آسمانی رحمت

بن کر آیا۔ یہ حکمران طبقہ کا مذہب تھا۔ اور اس

کے مبلغ ٹھکرانی ہوئی مخلوق کے لئے خدا کی

وحدانیت کے ساتھ انسانوں میں کامل مساوات

کا پیغام لے کر آئے تھے۔

مسلمانوں میں بھائی چارہ موجود تھا اور غیر مسلمان دیکھتے تھے کہ اسلام

لے آنے کے بعد انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور نئے معاشرے

میں جائز مقام ملنے کے بعد اگر وہ ترقی کے اہل ہوں تو راہیں کھلتی چلی آتی ہیں۔

مگر سب سے سوائے خاک نشینوں کا کردار جسے اسلام کا معجزہ کہیں

توجہ دے) اشاعت اسلام کی ضمانت بن گیا۔ صوفیہ کے ایک گروہ نے بہاؤ الدین زکریا کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھیجا۔ اور آپ نے ایک گلاب کا پھول دودھ پر تیرا کر ان کے پاس واپس بھیج دیا۔ دودھ اور گلاب کا پھول یہی دو علامتیں صوفیہ کرام کے لئے موزون ہیں۔

مغربی پاکستان میں اب ہم اولیاء اور صوفیہ کی اشاعت اسلام میں مساعی جمیلہ کا اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں۔

مہر بن قاسم نے سندھ اور بلتان فتح کئے اس کے زمانہ میں غریب سندھیوں سے پہلی بار انسانی سلوک ہوا۔ بلازری کہتا ہے کہ جب اسے واپس بلایا گیا تو لوگ زار و قطار روتے تھے۔ زن کچھ والوں نے تو اس کا بت پوجا کے لئے بتایا تھا۔

نئے گورنر نے سندھیوں کو دعوت اسلام دی۔ اور سب سے مسادھی سلوک کا وعدہ کیا جس کا خاطر خواہ اثر بھی ہوا۔ لیکن ہشام ابن عبدالملک کے گورنر جنید کے زمانہ میں سندھیوں نے بغاوت کر دی جنید نے ہوشیاری کے ساتھ ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے مسلمان سپاہیوں کو سندھ میں محفوظ رکھنے کی چھادنی میں جمع کیا۔ اور سندھیوں کو نیچا دکھلا کر منصورہ کا یادگار کی شہر بسایا۔ لکران، دبیل، سہوان، منصورہ، اور بلتان اور دوسری مسلمان نوآبادیوں میں دین داروں کی کمی نہیں تھیں۔ ابو تراب تابعی ابو مشر محدث سندھ میں تھے۔ ابو عطاء ابو محمد قاضی کے علاوہ مسلمان سیاح نے دوسرے لوگوں کا ذکر بھی کیا ہے انہی میں ابو علی سندھی، بایزید بسطامی کے پیر بھی تھے۔

جامی نجات الایس میں لکھتے ہیں

در شرح شطحیات شیخ روز بہا نقلی آوردہ

است کہ دے از استادان بایزید است

بایزید گوید ابو علی علم و فنا و توحید می آموختم و

ابو علی از من - الحمد لله و قتل صوالله

(ص ۳۹)

تاہم ابھی تک اشاعت اسلام میں منظم کوشش نہیں ہوئی تھی۔
مسلمان آباد کاروں میں اسلام کی تازگی، علم و ادب کی فراوانی تھی۔ لیکن مقدسی کہتا ہے

اہل ذمہ بتوں کو پوچھتے تھے مسلمان و عظموں

کا وجود ان میں نہ ہونے کے برابر تھا۔

اسلام کی اشاعت میں منظم کوششوں کا سہرا بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ

شیخ صدر الدینؒ اور حضرت رکن الدینؒ کے سر پر ہے۔ سندھ و بلوچستان

کو ان کی روحانی مملکت سمجھا جاتا ہے۔

شہباز قلندرؒ نے (جنہیں لال کپڑوں کی وجہ سے لعل شہباز کہتے

ہیں) شیخ زکریا ملتانیؒ سے فیض پایا تھا۔ ان کا اصلی نام عثمان تھا۔ اور وہ سہرا

کے ایک گاؤں مروند کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد ماجد صوفی عرفانی لضمیر

تھے جنہوں نے بشارت کے پیش نظر ایک شاہ زادی سے شادی کی اور

۵۸۲ھ میں شیخ عثمان پیدا ہوئے۔

شیخ منصورؒ سے بیعت ہونے کے بعد زکریا ملتانیؒ فرید گنج شکرؒ

مخدوم جہانیاں کے ساتھ انہوں نے ہندوستان کی سیاحت کی۔ یو علی قلندر سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے سندھ جانے کا مشورہ دیا۔ اور پھر شہباز قلندر سلطان شہید کے اصرار پر بھی ملتان نہ آئے۔ پہلے آپ کا شمار ذی علم اہل ظواہر میں ہوتا تھا۔ مگر آپ پر جلد ہی جذب و سکر کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور آپ پابندی شریعت سے محذور رہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ نے رشتہ ملائمت سے جوڑ لیا تھا۔

شہباز قلندر سندھ آئے تو حدیقتہ الاولیاء کی روایت کے مطابق آپ نے بیسواؤں کے پڑوس میں قیام فرمایا۔ اور آپ کی کرامت سے سب تائب ہو کر مریدوں کے زمرے میں داخل ہوئیں۔ پھر آپ نے وہ قطعہ زمین صاف کر دیا جہاں آپ کا مزار شریف ہے۔

شہباز قلندر کے بعد ان کے مرید پیر منگھو، اشاعت اسلام کے لئے مشہور ہوئے اور مخدوم بلال، درویش احمد، درویش محمد، نوح ہالائی، شیخ موسیٰ درویش سجینی نے بھی شمع اسلام کو فروزاں رکھا۔

ملتان کے قدیم مشائخ میں حضرت یوسف گریزی بڑے صاحب اعتبار تھے۔ اسی زمانے میں شیخ سہروردی نے بہاؤ الدین زکریا کو ملتان بھیجا محدث ملوی اخبار الاحیاء میں سلسلۃ الذہب کے حوالے سے کہتے ہیں۔

حضرت بہاء الدین زکریا ملتان قدس اللہ سرہ

ہندوستان میں انیس الاولیاء تھے علوم ظاہری

عالم کاشفانست، و شاہد است کے احوال و مقامات

میں کامل ایمان سے اکثر اولیاء کے سلسلے

چلے۔ آپ نے لوگوں کو ہدایت فرمائی اور ان

کو کفر سے ایمان کی طرف گنہ گاری سے اطاعت

کی طرف اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف

لائے۔ (ص ۱۲۰)

یہاؤالدین زکریا ملتانی نے بخارا و خراسان کے بعد تکمیل علم جو اردو

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فرمائی اور

ہر روز ہفتاد تن از عمال علماء و فضلاء و مدرسہ

آل صاحب صدق و صفا تشریف می آوردند

و استفادہ علوم می نمودند۔

پھر بغداد میں آپ نے شہاب الدین سہروردی کی خانقاہ میں قیام فرمایا

اور جلد ہی خرقہ ولایت حاصل کیا۔ شیخ نے دوسرے مریدوں سے کہا

زکریا چوب خشک لایا تھا۔ جو ایک چھوٹک

مارنے سے بھڑک اٹھیں۔

شیخ کے وعظ سے ہندو تاجر۔ والیان ریاست مسلمان ہوئے۔

آپ نے زراعت و تجارت کی حوصلہ افزائی فرمائی اقتاد زمینوں کو آباد کروایا۔

کنوئیں اور نہریں کھدوائیں۔

اسی کار خیر کو ان کے صاحب زادے صدر الدین نے جاری رکھا۔

جن کے جانشین شیخ رکن ابوالفتح ہوئے۔

شیخ صفی الدین کو ابو اسحاق گارزونی نے اونٹ پر سوار کرایا۔ اور
 انہیں ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔ ان کا اونٹ اُچ کے مقام پر بیٹھ
 گیا۔ انہوں نے یہ سستی دوبارہ آباد کی اور ملتان کے چشمہ فیض کو جاری رکھا۔
 بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید اور خلیفہ جلال الدین بخاری نے جنہیں "میر سرخ"
 کہتے تھے۔ اسے اور بڑھایا۔ ان کی آمد پر اُچ دو حصوں تقسیم ہو گیا۔ اُچ
 بخاریاں جہاں سہروردی سلسلہ کا فیض جاری تھا۔ اور اُچ گیا انیاں
 — بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے دوسرے خلیفہ موسیٰ نواب نے بھی تبلیغ
 میں کوششیں فرمائیں مگر مخدوم جہانیاں اور ان کے بھائی راجو قتال کو یہاں
 بڑا اور جہلا سارے سلسلہ سہروردیہ کے بزرگوں کی طرح یہ حضرات شریعت کے
 سختی کے ساتھ پابند تھے۔ بہاول پور گزٹیسٹر کے مطابق سیال، لون، جوہ
 کھل، وٹو کے علاوہ دوسرے قبیلوں کو بھی مسلمان کیا گیا۔ راجو قتال دین
 کے معاملے میں اپنے بھائی مخدوم جہانیاں سے بھی زیادہ سخت تھے۔ انہوں نے
 انہیں مریدوں کو تسلیم و تربیت کے بعد انہیں دور دور علاقوں میں پھیلا دیا۔

مغربی پاکستان میں ملتان اور اُچ کے بعد لاہور ہمیشہ مرکز رشد و ہدایت
 رہا ہے۔ اولیاء اللہ میں سب ناموروں کا تعلق کسی نہ کسی طرح لاہور سے

رہا ہے بختیار کاکی۔ پدرالدین غزنوی معین الدین چشتی گنج شکر نور محمد
عبداللہ انصاری۔ خواجگاں چشت یہاں رونق افروز ہوئے۔ اور پھر یہیں سے
دور دور علاقوں میں پھیل گئے خود لاہور کی خاک پاک میں کثیر تعداد اولیاء اللہ
کی آسودہ ہے۔

لاہور میں پہلے مبلغ اسماعیل بخاری وارد ہوئے تھے جن سے متعلق ہے

از عظمائے محدثین و مفسرین بود اول کسے بود

کہ علم تفسیر و حدیث در لاہور آوردہ ہزار ہا مردم

در مجلس و عظمت سے بہ اسلام مشرف شدند۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء کہتے ہیں کہ لاہور میں آپ کی آمد پر دوسرے جمعہ

کو ۵۰۰ اور تیسرے جمعہ کو ۱۰۰۰ غیر مسلم مسلمان ہوئے

حسام الدین لاہوری کی مساعی اشاعت اسلام کے سلسلہ میں سمرانی

جائیں گے بگریہ ابوالحسن علی بن عثمان سجوری جلابی سید حسنی ہیں جن کے باعث

لاہور و اتالی نگری کہلاتا ہے پیر سجوری نے ابوالعباس، ابوالقاسم گرگانی، ابو

جعفر صیدلانی، ابوالقاسم تشیری، ابو عبد اللہ داغستانی، جیسے ذی شہم انتادوں

کا خود ذکر کیا ہے جنہوں نے آپ کی تعلیم و تربیت میں کوششیں فرمائیں پھر سیاحت

کے دوران میں شام عراق ایران افغانستان ترکستان میں ان کی ملاقاتیں وقت

کے جید علماء، علما اور صرفیہ سے ہوئیں۔

آپ ابوالفضل بن الحسن جنیدی کے مرید تھے اور جنید بغدادی سے

رشتہ رادت استوار ہونے کی وجہ سے کشف المحجوب میں صوتی کچھ کم عالم شریعت

زیادہ نظر آتے ہیں۔

لاہور میں فخر الدین زنجانی کے بعد (جنہوں نے اپنی تبلیغی جماعت کے ساتھ پینتیس سال لاہور میں خدمت اسلام فرمائی) دانا صاحب نے مستدار شاہ سنہالی دن میں آپ طالب علموں کو درس شریعت دیتے تھے۔ اور رات کے وقت طالبان حق کی تربیت ہوتا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ ۲۴ سال تک برابر جاری رہا۔

سید احمد توحید ترمذی، میر یعقوب زنجانی، عزیز الدین پیرا، سید مہنا اور حضرت باقی باللہ کی مساعی بھی اشاعت اسلام کے سلسلے میں فراموش نہیں کی جا سکتیں۔

مغربی پاکستان میں اسی دریائے فیص کی ایک موج سے گجرات کے قدیم شہر میں نئی زندگی اور نئی بہار آئی۔ یہ شاہِ دلاشت شاہ دولہ دریائی گنج بخش ہیں جن کے حالات پر سے پردہ اٹھانے کی سعادت ہمیں ملی ہے۔

۱۶۲۲۵

گجرات

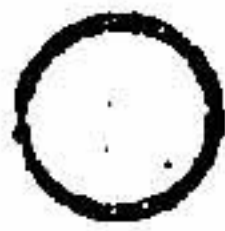
کا

کا

علمی ماحول

اور

روحانی فیضان



پنجاب اور جہلم کا درمیانی دو آبہ قدیم سے آباد ہے۔ یہ گجرات
 کا علاقہ ہے۔ اور گجرات کے اسی علاقہ کے موضع کبیلہ میں حضرت آدم صلی اللہ
 کے فرزند قابیل کی قبر بتلاتے ہیں جو بھائی کے نقل کے بعد اوصہ نکل آیا تھا اس
 کی گزلبی قبر آج بھی دکھلائی جاتی ہے لیکن بعض کہتے ہیں یہ قبر حضرت نوح
 علیہ السلام کے کسی بیٹے کی ہے۔

کشف قبر والوں نے اس علاقہ میں اور طبی قبروں کی نشان دہی کی ہے۔
 انہیں نوگزوں کی قبریں کہتے ہیں بمقامات محمود میں لکھا ہے

نوگزوی قبروں والے بزرگ سب قدیم زمانے کے
 ہیں۔ ان میں اکثر انبیائے بنی اسرائیل کی اولاد ہیں
 شوط کشیدہ الفاظ دیہات کے نام ہیں جہاں ایسی
 قبریں ہیں جو متصل ٹانڈہ ضلع گجرات میں ایک
 ایسی قبر ہے۔ صاحب قبر کا نام نقیب طوشن

بیان کیا گیا ہے۔ سچان متصل مناوہ نوگزہ مزار

ہے۔ صاحب مزار کا نام "فیوش" ہے۔ یہ

یوسف علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ موضع

پھمب میں "فلساوش" کا مزار ہے۔ جو

حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ وٹالہ

میں نوگزہ مزار ہے۔ صاحب قبر کا نام "ہرشیا"

ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ہیں

(ص ۱۹۱/۱۶۲ حاشیہ)

یہ کہنا مشکل ہے کہ ان باتوں میں تاریخی صداقت کتنی ہے۔ تاہم ان

روایات سے گجرات کے علاقہ کی قدامت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔

گجرات کے علاقہ پر راجہ پورس حکومت کرتا تھا۔ اس وقت راجہ جانی

کا نام "پاٹاکوئی" تھا۔ آج بھی پٹی کی پہاڑیوں میں زور کی بارش کے دنوں میں دبلے

ہونے والے انسانی پنجرے آتے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ یہ پہاڑیاں کھنڈرات پر مشتمل

ہیں۔ یہ رشتے بستے علاقے پر باد کیسے ہو گئے۔ تاریخ فی الحال بتلانے سے قاصر

ہے۔ دیس کھدائیوں کے بعد ان پتہ انکشافات کی امید ہو سکتی ہے

پہر حال زمانہ، زمانہ میں گجرات کی شکل بنتی بگڑتی رہی۔

شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں گجرات ایک بڑے ٹیلے کی صورت تھا۔

جس پر گوہر ارجاٹ، توہم قبیلوں کا تزارخ تھا۔ اکبر بادشاہ کے حکم سے ہتہ کا کمال

نے (جسے اکبر نے ۹۹۷ء میں ڈھیرا کا خطاب دیا تھا) ایک اونچا قلعہ تعمیر
کروایا۔

جہانگیر توڑک میں لکھتا ہے۔

جس زمانہ میں عرش اشیا فی (اکبر شہنشاہ) کشر کی
طرف جا رہے تھے۔ تو اس دریا کے کنارے ایک
قلعہ بنوایا تھا۔ اور اس کے گرد و نواح کے گجروں
کو جو چوری چکاری اور لٹ مار پر گزارہ کرتے تھے
لاکر اس قلعہ میں آباد کروایا۔ گجروں کی آبادی ہونے
کی وجہ سے اس کا نام گجرات رکھ کر اس کا ایک الگ
پرگنہ بنا دیا۔ گجروں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ
کام کاج کم کرتے ہیں۔ اور زیادہ تر دھو دہی پر
گزارہ کرتے ہیں (ص ۱۱۸)

قلعہ بن گیا، بستی بسا دی گئی، تاریخ تاسیس ہوئی۔

گجرات بہ سٹی اکبر آباد (۱۵۹۷ء)

اکبر کے دور کی کچھ عمارتیں اب بھی خرابی خستہ حالت میں دکھائی جا
سکتی ہیں۔ شیخ عبداللہ نے مشنری کے ایک مصرع میں خاص شہر کے اندر
”حصار و باولی کہنہ حمام“ کی نشان دہی کی ہے۔ نواح گجرات کھاریاں میں دو
اور باولیاں ہیں۔ ”ہیلیاں“ کے مقام پر شیخ علی بیگ کی قبر ہے جس پر سال ۹۹۱ھ
درج ہے۔

جہانگیر کے عہد میں گجرات شاد آباد رہا۔

شاہجہان کے زمانہ میں نواب قلعہ دار خاں نے ایک ذراچی بستی بسائی اور جامع مسجد مقبرہ و محلات بنوائے مسجد کی بنیاد شاہ و دودہ گجراتی کے دست مبارک سے رکھوائی گئی تھی مسجد مقبرہ اب بھی موجود ہیں دیکھے جاسکتے ہیں۔

ہندوستان میں آتش کدے کشمیر بنارس قلعہ دار میں تھے

قلعہ دار میں آتش کدے کو دھوئی صاحب کہتے تھے دھوئی صاحب ملحقات

سمیت وسیع عمارت تھی صدر دروازہ پر ہمنوں کے رہائشی مکان جو علی بہان خان

شوالہ اور تالاب بھی خراب خستہ حالت میں ہیں صرف برج جس کے گرد سفید

سفید شعلے لپٹے ہوئے نظر آتے ہیں اچھی حالت میں موجود اس کے اندر ایک

بلند سنگی چوڑے پر آگ دن رات سلگتی رہتی تھی۔

دھوئی صاحب کے مقابل جامع مسجد میں درس محمدیہ حافظ خان محمد

نے ملا صاحب گجراتی کی ترقیل حکم میں جاری فرمایا حافظ صاحب کے بعد علامہ سید احمد

ناظم مولانا فضل احمد علامہ عبدالکریم نے قلعہ دار کی علمی روایات قائم رکھیں اور

فیض کو عہد انگریزی تک جاری رکھا۔

گجرات میں بیگم راج محل کی تیسری بیگم پورہ میں موجود ہے۔ اسے بیگم شاہی

مسجد کہتے ہیں یہ راجوری کے راجہ تاج دین کی دختر نیک اختر تھیں اور

شہنشاہ اورنگ زیب کی دوسری حرم جن کے لظن سے معظم پیدا ہوا جو بعد ازاں

بہادر شاہ کے لقب سے ہندوستان کا بادشاہ بنا۔

عہدِ مغلیہ میں درس گاہوں کی موجودگی کا تحریری ثبوت فی الحال دستیاب نہیں ہے۔ تحصیل پھالیہ میں تانہم ملک کی قدیم ترین دینی درس گاہ مولوی قائم دین کی تھی۔ خاندان نوشاہیہ سن پال کی درس گاہ کے فیض سے دوردور سیرابی تھی۔ شہر گجرات میں دو اور اشخاص قابل ذکر ہیں۔ ایک عبدالباری، جس کا کا نام ہر گوہند تھا۔ جسے اورنگ زیب نے مسلمان کیا۔ صدق نامہ اسی کی تالیف ہے۔ دوسرے فاضل میراں۔

فرحت المناظرین میں لکھا ہے

بورع و تقویٰ موصوفت و نہی و منکر دامر و معرفت

داشت بکر۔۔۔ در گجرات سکونت داشت

غشی گنیش واس نے بھی انہیں مذہب کا بڑا پابند لکھا ہے۔ صدق نامہ کی وجہ سے عبدالباری کو فاضل میراں مرتد و منافق کہتے تھے۔ اور عبدالباری نے آپ کو بھی اسی وجہ سے محاسب کہا۔ فاضل میراں بہر حال ذرا خشک زاہد ہوں گے۔ ان کا شکایت پر ہی شاہ دولہ کے دو مریدوں کا حد جاری کی گئی تھی۔ کنجاہ میں (جسے قدیم زمانہ میں شاہجہان آباد کہتے تھے) علمی ادبی سرگرمیاں زور و لہر پر تھیں۔ غنیمت کنجاہی چھ ماہ صداقت اور دوسرے شعرا اور ادبا نے یہاں بہاریں لٹائی تھیں۔

گجرات کو پہلے پہل روحانی فیضان حضرت سید احمد سے ملا نہیں

سلطان سخی سرور کہتے ہیں۔ سخی سرور مصافقات سلطان میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے
 شیخ شہاب الدین سہروردی سے فیض پایا۔ اور پھر آپ سوہدرہ، وزیر آباد کے
 نزدیک مصافقات گجرات میں آیا ہو گئے۔ مخلوق خدا نے حصولِ مراد میں آپ کا
 سہارا لیا اور کوئی ناپس نہ لوثا۔ آپ نے وہ نکل میں بھی قیام فرمایا۔ اشاعتِ
 اسلام میں کسی اور ول اللہ کا حصہ آپ کے برابر نہیں۔ آپ کے مریدوں میں
 ہندوؤں اور سکھوں کی بڑی کثرت تھی۔ انہیں تسلطانی کہتے ہیں۔ اور سلطان فی سکھوں
 کی تعداد کسی صورت رو کے سکھوں سے کم نہیں تھی۔ ان میں جاٹوں کی ایک بڑی
 تعداد کے علاوہ کئی تہذیب کے سکھ، چھار و غیرہ شامل تھے۔ جو بیچہ کھاتے ہیں۔
 اور تبا کو کثرت پیتے ہیں۔ چاندھر، ہوشیار پور، لدھیانہ میں ان کے مریدوں
 کی کثرت تھی۔ بیلہ پار سلطان سخی سرور کی یادگار ہے۔ اس کے علاوہ بھی ان کے
 مرید گاؤں کے باہر ایک زیارت بنا کر گجرات کو اس پر چراغ جلاتے ہیں۔
 تذکرہ اولیائے ہند میں میرزا محمد اختر دہلوی، سید حسن پشاور کی گیلانی قدس
 سرہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

آپ مرید اپنے پد سید عبداللہ گیلانی کے ہیں
 سید محمود، دارہند کوکڑھٹھ میں مقیم ہوئے۔
 آپ پشاور میں اگر ہدایت خلق میں مشہور ہوئے
 نہایت بزرگ صاحبِ عظمت تھے۔ وفات
 حضرت کی ۱۱۵ھ میں ہوئی۔ مزار پشاور میں ہے
 سید محمود قوت لاہوری آپ کے فرزند ہیں (ج ۳ ص ۱۷)

سید حسن پشاوری کا سفر نامہ (قلمی) ہمارے زیر مطالعہ ہے لکھتے ہیں

بعد وفات حضرت والد مرحوم فقیر راشق صحت

در ویشال شد طلب این راہ بسیار بود۔

(ورق نمبر ۳ الفضا)

آپ نے پشاور اور مضافات میں اولیاد اللہ سے ملاقاتیں کیں جن کا ذکر
نامہ بنام سفر نامہ میں موجود ہے سید حسن پشاوری ان کے اثر، اوراد، وظائف
کا بیان بھی کرتے ہیں۔ پشاور سے آپ ایک پھر اولیاد اللہ آئے پھر فرماتے ہیں:

و در گجرات رسیدم و در اطراف او نوشہرہ نام

وہی است آنجا حضرت شیخ پیر محمد نام عزیز کی مہر

مجاوز اصد سال عمر داشتند و از مریدان حاجی

گل گوئی مروی صاحب نظر بودند و جذبہ داشت

کہ بجز نظر و توجیہ اثر حرارت و ذکر قلب و گریہ حال

غالب می شد برائی زیارت ایشان رتیم چوں رسیدم

در بانجیہ افتادہ بودند خادم ہائی پا و ایشان می ماند

این فقیر ہم پائے ایشان بالیدن گرفت فرمودند این

عزیز کیفیت کہ مرا از دست از آواز ذکر موع می شود

و مگر این کلمہ نموند بعد بنواستند و استفسار حال

فقیر نموند و وجیہ دہر بانی در حق احقر کردند و شبہ روز

احقر را نزد خود داشتند و بہر روز تہنات می نمودند

طعام از دست خود درین احقری دادند و اثری

از توجہ ایشان در خود معلوم می شد تا غالب بنود مرا

یافتن و در از خود اجازت بخشند، رخصت کرده

بعده از خدمت ایشان رخصت شدم فرمودند که

یاران مرا در عزیمت پانشت اندویدہ خواہند رفتہ

دو سہ روز برائے دیدن یاران ایشان ہم با طرف

رفتہ شد بعدہ بشہر گجرات آمدم، چوں در خود اثری

ازال جذبہ نیاتم باز روز دوم در خدمت شیخ رسیدم

شیخ مہربانی کردند گفتند کہ شمارا عادات بطریق سلوک

و مجاہدہ بیشتر است آل را ترک نماندہ تا این نسبت

جذبہ غلبہ کند، از فقر ترک آل ممکن نشد بعدہ در کجاہ

قریب گجرات، عزیزی میان محمد جعفر نام بزرگ بودند

و حبس نفس کسب بسیار کردہ بودند بخدمت

ایشان بعضی کسب ہائے شاقہ فرمودند چنانچہ آل

کسب ہائے رانیز در اربعین بعین بعین آوردہ شد

فائدہ شد ہاں چند سہ اثر مرتب نشد

(درق نمبر ۵ الف)

سید حسن شادوری نے گجرات کے حالات کچھ پھیلانے کے لیے معلوم ہوا

ہے کہ اس سرزمین کے لوگوں کو شوق و ذوق کچھ زیادہ ارا لانی ہوا تھا اور تیس

تحلیل ذکر، اذکار کی صدائیں ہر طرف سے بلند ہوتی تھیں
 سید حسن پشاور کی ملاقات حضرت شاہ دولہ سے بھی ہوئی
 اسی زمانہ میں حاجی نوشہ گنج بخش حافظ بنخوردار سحر عشق اور محمد ہاشم
 دریادل نے رشد و ہدایت کی محفلیں سنواری تھیں۔ نوشہ حاجی گنج بخش ۹۵۹ھ
 میں پیدا ہوئے۔ پیر بزرگوار علاؤ الدین کو حاجی غازی کہتے تھے۔ آبا و اجداد،
 صاحب دولت و ولایت تھے فقر و تصوف سے خالوادہ مال مال تھا تعالیم
 معقول و منقول کے ساتھ حاجی نوشہ نے قرآن حفظ کیا۔ اور پیر والد مکرم سے
 بیعت ہوئے بعد ازاں حضرت سخی شاہ سلیمان لوری کا دامن تھا لیا۔ اذکار و شائیں
 بحوالہ عبرت نامہ مفتی علی الدین لکھتا ہے۔

برگزیدہ خاندان دریں ملک حضرت حاجی نوشہ

صاحب است و خواب گاہ ایشال در موضع

نابھ پال بر ساحل دریائے چناب محازی

رسول نگر واقع است (ص ۱۳۳)

آپ نے ۱۰۶۴ھ میں وفات پائی

حاجی نوشہ کے فرزند اکبر اور سجادہ نشین حافظ بنخوردار تھے

جنہیں زندہ دل سحر عشق کہتے ہیں۔ آپ نے کسب علم عبداللہ لہوری سے

فرمایا اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی سے سند فضیلت پائی۔ سعد اللہ خاں نواب وزیر

سے آپ کے مراسم تھے۔ مگر آپ شاہی دیوان میں کام کرنے پر راضی نہ

ہوئے صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں۔

حافظ بر خوردار قدس سرہ فرزند عالی بہا

و خلیفہ حق آگاہ حاجی محمد نوشتہ بود۔

حاجی نوشتہ کے دوسرے فرزند محمد ہاشم، وریا دل، قرآن حدیث تصوف
و طب میں کامل دست گاہ رکھتے تھے عہد عالمگیری میں آپ کا انتقال ۱۰۹۲
میں ہوا۔

ان کے سوا گجرات و نواح گجرات میں اولیائے کرام کی رونقیں تھیں
چند نام یہ ہیں :-

حافظ معصومی (پہیلاں)، محمد صالح (سادہ)، محمد تقی مجذوب۔ قاضی خوشی محمد
شیخ مہٹھا، شیخ جیون خاص گجرات میں اس زمانہ کے اولیاء اللہ کے بیان میں
منشی گنیش داس نے شاہ جہانگیر کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

ہم چناں شاہ جہانگیر و رویش مست ہم ہمد

شاہ دولہ است خاتقاہ او در زمین وزیر پور

سید المہ داد مشہور بہ جھنگی شاہ جہانگیر مقرر است

(ص ۱۷۸)

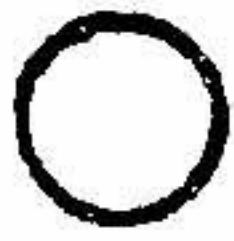
شاہ دولہ کے اس عہد میں صرف مسلمان اولیاء اللہ ہی نے محفلیں
ہیں سجائی تھیں۔ صاحب نامہ میں منشی گنیش داس نے باہتمام خاص ہندو
سنت سادھوؤں کا ذکر کیا ہے جن کا حصہ اس روحانی ماحول کے بنانے میں
اہم ہوگا۔ جس روحانی ماحول میں شاہ دولہ نے نام درسی پالی تھی۔ ان کے نام
اور کام کا ذکر کرتے ہوئے صاحب نامہ کا مصنف کہتا ہے۔

مویہ پانند و سدانند ہر دور و عمل اگم دمکاشفہ
 ہستی) کامل بودند۔ ویکر از فقرائے ہند و در
 ہمد سالیقہ گو سائیں ز سنگہ واس، گو سائیں
 مراد واس ہر چند زرگر بابا بلب ہمد و کرامت
 اثر بودند۔ (ص ۱۷۸)

مسلمان عرفا اور ہندو سادھو سنتوں کی روایات علمی و روحانی رکھوں
 کے عہد تک باقی تھیں۔ ہنسی گنیش واس کے علاوہ سلسلہ الاولیاء میں بھی
 محمد صالح کنجاہی نے ان اہل اللہ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے شمع علم و عرفان،
 عہد انگریزی تک فرزوں رکھی۔

تذکرہ شہادۃ

دریانی گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ



شاہ دولہ کی ڈیوڑھی کے پیر و فی محراب پر لکھا ہے۔
 درگاہ حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ دریائی گنج بخش
 نصاب اسلامیات حصہ دوم میں محمد اشرف علی فاروقی مدرس
 گلیانہ لکھتے ہیں۔

سید کبیر الدین عرف شاہ دولہ دریائی گنج بخش رح

(ص ۱۰۴)

انوار اولیاء اللہ میں فقیر اللہ قادری نے بھی لکھا ہے

حضرت کبیر الدین شاہ دولہ دریائی۔ آپ کا نام

محبوب، محبوب بھی ہے۔

”مقامات محمود میں نواب معشوق یار جنگ بہادر قاضی صاحب مرحوم
 کے ایک مرید کی زبانی روایت بیان کرتے ہیں۔“

حضرت شاہ دولہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام

کبیر الدین گجراتی تھا۔ (ص ۳۶۹)

شاہ دولہ کی ڈیڑھ سی نو تیسر شدہ ہے۔ اسے حیدر شاہ نے بنوایا۔
اور یہ تحریر میر محمد گجراتی سے لکھوائی۔ سوال یہ ہے کہ انہوں نے شاہ دولہ
کا نام نامی سید کبیر الدین کیوں اور کیسے لکھوایا۔ انہوں نے ظاہر بظاہر تحقیق
نہیں کی۔ اور نہ اس کا کوئی موقعہ تھا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے جو سنا سنایا
تھا۔ کافی سمجھ کر لکھوایا۔

یہی حال نصاب اسلامیات حصہ دوم میں محمد اشرف علی فاروقی صاحب
کا ہے۔ سرسری مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ماخذ سنی سنائی باتیں ہیں
انہوں نے تحقیق نہیں کی۔ اور نہ شاید کوئی ایسی ضرورت ہی تھی۔ انہیں صرف
نصاب کی ایک کتاب تیار کرنی تھی۔ اور بس کتاب میں واقعات کی غلطیاں
موجود ہیں۔

فاروقی صاحب لکھتے ہیں :-

پھر سیر و سیاحت کرتے ہوئے سید علاء الدین
صابر کلیری کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور وہاں
سے پھرتے پھرتے ہوئے دہلی آئے پھر لاہور
اور پھر سیالکوٹ پہنچے۔ آپ سیالکوٹ رہتے
ہوئے اکتا گئے۔ پھر آپ نے ریل چناب
سکونت اختیار کر لی۔ (ص ۱۰۴/۱۰۵)

فقیر اللہ قادری صاحب نے اپنے آخذ کی نشان دہی نہیں کی ہے مگر
اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا آخذ کیا ہو سکتا ہے۔
قادری صاحب لکھتے ہیں۔

آپ اپنے حضور قبلہ گاہی جناب عوث پاک
محبوب سبحانی کی خدمت میں بہت عرصے رہے اور
بہت خدمت کی اور وہی رضوی فیض کامل پایا۔

قادری صاحب کا آخذ حقیقت گلزار صابری ہو سکتی ہے جس سے ہم
تفصیلی بحث کریں گے۔

شاہ دولہ کو گجرات میں کبیر الدین کا نام دینے والے دراصل فاضل
سلطان محمود اوان شریف دہلے ہیں۔ ان کا آخذ کیا تھا۔ اس سوال کا جواب
یاسافی دیا جاسکتا ہے۔

مؤلف "مقامات محمود" لکھتے ہیں

مؤلف ہذا کی نظر سے ایک کتاب حقیقت گلزار

صابری "مؤلفہ جناب سید محمد حسن صاحب صابری

چشتی جنفی قادری گزری ہے جو ۱۲ رزی قمرہ

۱۳۰۷ھ در مطابق جولائی ۱۸۹۰ء میں مطبع حسنی

واقعہ مصطفیٰ آباد عرف رامپور ریاست روہیل کھنڈ

(بھارت) میں چھپی یہ کتاب حضرت صاحب جنزادہ

محبوب عالم مدظلہ کے کتاب خانہ اوان شریف

میں موجود ہے۔ (ص ۳۷۱)

جناب قاضی سلطان محمود صاحب کشف قبور میں کمال رکھتے تھے
 آوان فریفت کے موجودہ سجادہ نشین قاضی محبوب عالم نے فرمایا
 ہم زندہ آدمی ان کے لئے مردوں سے بدتر تھے
 البتہ مردے ان کے لئے زندہ تھے۔

حضرت قاضی صاحب مرحوم کو پدائیت ہوئی کہ ان کا حصہ شاہدولہ کے
 پاس ہے۔ اور انہیں سوات اخوند صاحب کے پاس جانے کی ضرورت نہیں
 یہ آپ کے دسویں سفر کے بعد کی بات ہے۔ جس کے بعد ہی
 اخوند صاحب نے انتقال فرمایا۔ جناب قاضی محمود صاحب ہی نے کشف قبور
 کے ذریعہ درست مقام مزار مبارک معلوم کر کے تجدید و تعمیر مسجد و درگاہ عالیہ
 فرمائی۔

کبیر الدین نام شاہ دولہ دریائی گنج بخش، القاب حضرت قاضی صاحب
 مرحوم کے سبب مشہور ہوئے۔ اور آپ کی اطلاع کا ماتخذ حقیقت گلزار صابری
 ہے۔ نام کتاب مصنف سن طباعت و بجائے طباعت، نواب
 معشوق یار جنگ بہاؤ نے درست تحریر فرمائی ہے۔ اب ہم اسی
 کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

صاحب حقیقت گلزار صابری لکھتے ہیں۔

حضرت پیر بغدادی مکتوب لطاب کرتبہ الوحدت

تصنیف اپنی تحریر میں فرماتے ہیں کہ بتاریخ

انیسویں ماہ رجب ۵۲۱ھ کو روز پنج شنبہ
مغرب کے بعد میں نے سید کبیر الدین شاہ دولہ
بن حضرت سید سعید موسیٰ حنبلی دوست عمومی و
حقیقی اپنے کو بیعت توبہ سے اپنے ہاتھ پر مشرف
کر کے تعلیمات و کیفیات باطنی سے بہرہ مند فرمایا
اور ترقی باطن کی طرف متوجہ کر دیا۔ (ص ۷۳)

حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ صاحب قطب الاسرار حبیب
مکتوب نطاب تحفۃ الارواح امرا غوث اکبر الکبیر تصنیف اپنی میں لکھتے ہیں۔

کہ میں ۲۲ سال کی عمر میں بتاریخ ۱۹ ماہ رجب
۵۲۱ھ کو روز پنج شنبہ بعد مغرب بیعت توبہ سے
حضرت قطب ربانی غوث ہمدانی شیخ محی الدین
ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی کریم اللہین
حسنی و حسینی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر مشرف ہوا۔
اور تعلیمات و کیفیات باطن سے بہرہ مند ہو کر
طرف ترقی باطن میں مصروف ہو گیا (ص ۷۳)

سوال یہ ہے کہ مکتوب نطاب کرتبۃ الوجدات اور مکتوب نطاب
تحفۃ الارواح کی حیثیت کیا ہے۔ ان کی حقیقت معلوم کر لیں۔ تو ان کے
مندرجات کے سلسلہ میں درست رائے قائم ہو سکے گی مؤلف گلزار صابر
نے ان تصانیف کا ذکر بار بار فرمایا ہے اور ان کی کل تعداد کئی سو بتلائی ہے

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا مکتوب نطاب، توحی القدرت
 ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مکتوب نطاب شہاب المعرفت
 ہے۔ اسی طرح حضرت عمر الفاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت ابراہیم اوہم
 کے مکتوبات نطاب بالترتیب، مجاہدۃ الوجدت، کلیات، آثار الحیات، شوق
 البدر، عزبت المحسرت ہیں۔ مکتوب نطاب کیا ہیں۔ اس سے متعلق خود مصنف
 گلزار صابری فرماتے ہیں :-

حضرت امام جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ

یہ زبان ملکوت ہے۔ عادت کو جب مقام جبروت

حاصل ہو جاتا ہے۔ تو خود بخود عالم مثال میں یہ

گفتگو شروع ہو جاتی ہے۔ یہ زبان ملکوت عالم

ناسوت میں کسی طالب علم کو تعلیم نہیں ہوتی۔

خود عالم جبروت میں بلکہ سوال و جواب کا ہو

جاتا ہے۔ اور مطلب اس کا بیداری میں بطور

اثر کے نا اہل رہتا ہے۔ اور بعض اوقات کچھ

لفظ بھی یاد رہ جاتے ہیں (ص ۲۷)

مصنف موصوف بیان جاری رکھتے ہیں :-

اور مخفی نہ رہے کہ مکتوب نطاب اصطلاح

صوفیہ میں کتاب باطنی حضرات کا ملین کو کہتے

ہیں۔ جس میں شب و روز کے احوال و کیفیات

اور تعلیم و ہدایت اور طریقہ ارشاد و ظاہر و باطن و
 دیگر خوارق و اسرار باطن منکشفہ و ابدا احکام بر روی
 تحریر کئے جاتے ہیں۔ اور اس قاعدہ مقررہ اور
 ضابطہ منضبطہ کے آج تک عارفان صاحبِ حجاب
 مرفوع الاجازت، اولوالعزم و المرتبہ شہنشاہِ ولایت
 پابند ہیں۔ اور ہر شیخ خاندانِ حمان صفات و نیز
 عارف مرفوع کے مکاتیب قلمبند ہیں پس کوئی صاحبِ
 دھوکہ نہ کھائیں مکتوبِ نطاب کو خط یا مجموعہ خطوط
 نہ سمجھیں مکتوبِ نطاب مشرَح کتابِ مندرجہ
 کیفیات ظاہر و باطن سے مراد ہے۔ (ص ۲۹)

اقتباسات مندرجہ بالا سے صاف ہو جاتا ہے کہ اطلاعات باطنی
 (النطاب صنعت قلب سے باطن بن جاتا ہے) کی قدر و قیمت حضرات
 اہل باطن و صوفیہ کے نزدیک پیشِ قرار ہو سکتی ہے۔ مگر مؤرخ احتیاط کے
 تقاضوں کے پیشِ نظر صرف مکتوباتِ نطاب پر انحصار نہیں کر سکے گا جب
 تک کہ ان کی تائید صحیح تاریخی ماخذوں سے نہ ہو۔ یہ صرف روحوں سے باتوں کا
 خلاصہ ہے۔

جناب قاضی مرحوم آوان شریف والوں نے اور (غالباً) صاحبِ انوار
 اولیاء اللہ نے بھی حقیقت گزار عابری پر انحصار کیا ہے۔ حضرت قاضی صاحب
 مرحوم وقت کے علما اور صلیبائیں بڑا مقام رکھتے تھے۔ ان سے اختلاف کی

جرات نہیں ہو سکتی ہے لیکن حقیقت گلزار صابری کے مندرجات کو درست سمجھنے میں کئی اور الجھنوں کا احتمال ہے جن کی نشاندہی ہم مندرجہ بالا اقتباسات کو حقیقت گلزار صابری سے مکمل کرنے کے بعد کر سکیں گے۔

حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ کا قطب ربانی حضرت عبدالقادر جیلانی سے خلافت پانے کا بیان جاری رہتا ہے۔

اور بتاریخ نویں ماہ ذی قعدہ ۵۲۸ھ کو بروز

دوشنبہ بعد عصر محفل عام میں اپنے سامنے

بٹھا کر بیعت امامت و ارشاد سے مشرف کر

کے کلاہ اپنی جو مجھ کو میرے پیر و مرشد حضرت

الوسعید مبارک ابن علی محرومی رحمۃ اللہ علیہ وقت

عطائے مثال صاحب مجازم فروع الاجازت

اولو العزم والمرتبہ کے میرے سر پر اپنے ہاتھ سے

اڑھائی تھی یہ کلاہ متبرک اسی طرح حضرت

علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت پیر و مرشد تک

پہنچی تھی۔ اپنے ہاتھ سے شاہ دولہ کے سر پر

اڑھائی عمامہ سبز اپنے ہاتھ سے باندھ کر خرقة

پہنایا اور مثال خلافت بخطاب قطب الاسرار

حبیب کے اہل محفل کو سنا کر مرحمت فرمائی اور

تمامی اسناد خلافت، نامحاجات معتبرہ و شجرات متحققہ

اور مکتوب نظام مفاوضہ و ملبوسات معنویہ

اور اوراد منضبطہ یعنی لوازمات مرتبہ صاحب مجاز

مرفوع الاجازت اولوالعزم و المرتبہ کے عطا فرمائے

اور عبد الغفور ابدال کو خدمت پر مامور کیا۔ اور

منور علی کو لائق مرتبہ صاحب مجاز مرفوع الاجازت

والوالعزم و المرتبہ کا سمجھ کر سپرد کر دیا (ص ۴۲/۴۳)

ترقی باطن کے مرحلے طے کر کے امامت و خلافت پانے کا تذکرہ کر کے

سید کبیر الدین شاہ دولہ لکھتے ہیں۔

تیس سال کے بعد، اچاس سال کی عمر میں

بتاریخ ۹ ماہ ذی قعدہ ۵۲۸ھ کو بروز دوشنبہ

وقت عصر جلسہ عام میں بیعت و امامت و ارشاد

سے حضرت مدوح کے دست حق پرست پر مشرف

(ص ۴۳)

ہوا۔

عزت اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے پھر ہند و نصائح کے ساتھ سالک کی

کامیابی کے راز بتلائے اور پھر ان کے مراتب اعلیٰ کی طرف اشارے

کئے

سید کبیر الدین شاہ دولہ سے منور علی اسی انداز میں بیعت ہوئے۔ کلاہ

عمامہ سینر، خرقہ انہیں عنایت ہوا۔ اور نفس فقدانی کا خطاب ملا۔ اور انہیں

ولایت یورپ میں نامزد کر کے رخصت کیا گیا۔

مؤلف حقیقت گلزار صابری کے مطابق حضرت عبدالقادر جیلانی
 رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۵۷۷ھ کے سولہ سال بعد حضرت کبیر الدین شاہ دولہ
 نے ۵۸۷ھ میں بوقت عصر انہیں بیعت، امامت و ارشاد سے سرفراز فرمایا
 اور اس کے بعد حسب حکم حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کبیر الدین شاہ دولہ
 گجرات جو سرحد افغانہ پر ہے چلے آئے
 آپ نے حضرت غوث اعظم کے صاحبزادہ کلال حضرت سیف الدین
 عبدالوہاب کو بغداد میں سجاوہ نشین فرمایا۔
 شجرہ بیعت سید کبیر الدین شاہ دولہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ مرید سید عبدالقادر جیلانی مرید شیخ ابوسعید
 مبارک بن علی محرومی مرید ابوالحسن علی بن یوسف مرسی ہنکاری مرید شیخ ابوالفرج
 طرطوسی مرید حضرت شیخ عبدالواحد مرید حضرت شیخ ابوبکر شعبلی مرید سید الطائف
 حضرت جنید بغدادی

مزار و درگاہ کے پیرامردہ میں یہی شجرہ بیعت نظم میں کندہ ہے۔

الہی مردہ دل را زندہ گردان	یہ بیع مصطفیٰ بندہ گردان
بحق نام خود بخشش کن	بیاد خویشش خوش آسائش کن
بحق سرور سردار عالم	بحق آل و اصحابش بگرم
بحق شیرین دال و دوپوش	کہ حسین و امامین اند خویش
بحق شیخ اعلیٰ حسن بصری	حبیب عجمی از دشت نورد بصری
بحق منظر انوار پاکش	ابو داؤد طائی آسم پاکش

بحق خواجہ معروف کرنی بسر سقوی آل انوار قدسی
 بحق ابوالفضل آل شاہ عالی بحق ابوالفخر عرفان والی
 بحق ابوالحسن شاہ مفتح بحق ابوسعید آل شاہ انور
 بحق انوار یزداں بحق کوه علم و بحر عرفان
 مراد دین و دنیا دوست والی جناب شاہ شاہان غوث عالی
 بحق آل لوائے غوث اعظم کہ دائم یاد و تا چرخ چہارم
 جناب ابوالفضل محبوب محبوب محمد شاہ دولہ شیر مطلوب
 اب آئینہ تاریخ تصوف سے بھی جو صاحب حقیقت گلزار صابری
 محمد حسن صابری چشتی قدوسی کی دوسری تالیف ہے۔ اخذ معلومات کریں۔

① — حضرت قطب زمانی عب القادر جیلانی

تاریخ پیدائش ۴۷۱ھ ماہ رمضان، شہر گیلان

(بروایت ابوصالح والد ماجد ایشال)

بیعت ۴۸۸ھ والد ماجد سے ۵۱۱ھ میں ابو

سعید مبارک بن علی محزومی سے بغداد شریفین میں

وفات ۵۷۱ھ ماہ ربیع الثانی، بغداد شریفین میں

خلفاء آپ کے دشمن ہیں۔ خلیفہ اکبر حضرت

سید کبیر الدین شاہ دولہ نو خلیفہ اصغر ص ۲۹

② — حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ قطب السراج حبیب

تاریخ پیدائش ۴۹۹ھ محرم، گیلان میں، بروایت

سعید موسیٰ شیخ احمد بن مبارک والد ماجد،

بعیت ۵۲۸ھ میں حضرت غوث پاک سے

بغداد شریف میں۔

وفات ۶۰۳ھ مزار شریف احمد آباد گجرات

خلیفہ حضرت کے شاہ منور علی الہ آبادی ص ۲۸

③ حضرت شاہ منور علی الہ آبادی نفس فقہانی عمراز

تاریخ پیدائش ۲۹۱ھ بغداد کہنہ میں (بروایت

عبداللہ والد ماجد)

بعیت ۵۱۹ھ میں حضرت غوث پاک سے

بغداد شریف میں ۵۸۷ھ میں حضرت سید کبیر الدین

شاہ دولہ سے احمد آباد گجرات میں

وفات ۱۱۹۹ھ مزار شریف الہ آباد میں قریب

باغ رانی والا۔ عمر آپ کی سات سو سال سے زائد

چھ سو سال عمر حضرت محبوب غوث اعظم نے

عطا فرمائی۔

خلیفہ آپ کے حضرت شاہ عبد الکریم قطب الدارین ص ۲۸

④ حضرت شاہ عبد الکریم قطب الدارین عرف

لما فقیرا خوان

تاریخ پیدائش ۱۱۲۲ھ شہر گجرات قریب سرحد

پنجاب (بروایت رحمۃ اللہ علیہ صفی قدوسی گنگوہی والد

ماجد ایشال)

بیعت ۱۱۶۵ھ ذی قعدہ از حضرت ابوالقاسم

گورگانی

وفات ۱۲۰۶ھ مزار مبارک رامپور روہیل کھنڈ (ص ۳۶)

صاحب ائیتہ تاریخ تصوف نے تاریخ پیدائش و بیعت و وفات

سبھی مکتوبات لطاب سے اخذ کی ہیں جن کے نام وہ ساتھ ساتھ بتلاتے

جاتے ہیں سید کبیر الدین شاہ دولہ، حضرت غوث پاک کے خلیفہ اکبر ہیں

ان کی تاریخ پیدائش ۲۹۹ھ ہے۔ اور تاریخ وفات ۶۰۳ھ آپ نے

اس طرح سو سال سے اوپر عمر پائی۔

اب ان معلومات باطنی کا مقابلہ و موازنہ چند تاریخی حقائق سے کیجئے

حضرت شاہ دولہ گجراتی پنجابی کی تاریخ وفات ۱۰۸۵ھ ہے۔ قطعہ تاریخ سے یہ

شعر مزار مبارک کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے۔

توحید آل عارف حق گزیدہ

نگو شاہ دولہ بخت رسیدہ ۱۰۸۵ھ

سید حسن پشاوری کے سفر نامہ کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ آپ شاہ دولہ کے

پاس گجرات ٹھہرے تھے۔ انہوں نے اجازت چاہی تو مسلسل انکار ہوا

انہوں نے لاہور سے واپسی پر حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کا وعدہ کیا

شاہ دولہ نے فرمایا۔

اے سید صحبت میں غنیمت است کہ باز مہینہ ندرت

شمارا دین جہاں بخشیندہ و باراں جہاں طلبیند

یہ واقعہ ۱۰۸۴ کا ہے۔ ان کے والد ماجد کا انتقال اسی سن میں ہوا تھا۔

اور حسن شاہ پشاور کی ان کی وفات کے بعد صحبت و صحبت درویشاں کے حصول

کے لئے سفر پر نکلے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ دولہ کا سال انتقال

۱۰۸۵ھ درست ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ انہوں نے لاہور اور لاہور سے واپسی

کے سفر میں ایک سال سے زیادہ عرصہ لگایا ہو۔ واپسی پر سفر نامہ میں شاہ دولہ

سے دوبارہ ملاقات کا ذکر نہیں ہے۔

صاحب آئینہ تاریخ تصوف نے حضرت خوث کا سن پیدائش ۱۰۷۱ھ

اور سال وفات ۱۰۷۱ھ بتلایا ہے عمر شریف ۱۰۰ سال ہوئی (اخبار الاحیاء میں

محدث و بلوچی کی تحقیق کے مطابق حضرت خوث پاک کی تاریخ پیدائش ۱۰۷۱ھ

اور سن وفات ۱۰۷۱ھ ہے عمر شریف ۱۰۰ سال ہوئی)

آپ کے خلیفہ اکبر سید کبیر الدین شاہ دولہ سن ۱۰۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔

اور سن ۱۰۶۰ھ میں انتقال فرمایا عمر شریف ۱۰۴ سال ہوئی (ایلیٹ کی تحقیق کے

مطابق سن پیدائش ۹۸۹ھ مطابق ۱۰۵۸ھ سن جلوس اکبر شاہی سے اور

قطعہ وفات کے مطابق آپ نے ۱۰۸۵ھ مطابق ۱۶۷۶ء میں انتقال فرمایا۔

عمر شریف ۹۵ سال ہوئی غلام سرور لاہوری مجاہد خیر و بلوچی صاحب التواریخ

میرزا عظیم بیگ لاہوری نے معمولی اختلافات کے باوجود سن پیدائش خاص کر اسی

سن فوت پر اتفاق کیا ہے۔ آئینہ تاریخ تصوف اور حقیقت گلزار صابری کے شاہ دولہ اور دوسرے تذکرہ نویسوں کے شاہ دولہ ایک نہیں ہو سکتے۔ شکل یہ تھی کہ سید کبیر الدین شاہ دولہ کا حضرت غوث اعظم کا خلیفہ اکبر اور عم زاد ہونا ایسا شرف ہے جس سے یا سانی ہاتھ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ اس لئے صاحب آئینہ اور حقیقت کے ہم نواؤں نے ان کا سن پیدائش ۲۹۹ھ مانا۔ جائے پیدائش بغداد۔ انہیں اس کے سوا اور چارہ بھی نہیں تھا کیونکہ حضرت غوث اعظم کی تاریخ پیدائش اور سن انتقال معلوم اور مشہور ہیں مگر کسی نے کبیر الدین شاہ دولہ کے سن وفات کی طرف توجہ نہ دی جو آئینہ تاریخ تصوف کے مطابق ۶۰۳ھ ہے۔ اور نہ اس کا خیال کیا کہ ان کا مزار احمد آباد گجرات میں بتلایا گیا ہے

انہوں نے خاموشی کے ساتھ یہ بھی نظر انداز کر دیا کہ سید کبیر الدین شاہ دولہ کے نزدیک خاص اور جانشین محمد منور علی عمروراز الہ آبادی ہیں اور شاہ دولہ کے مرید اور جانشین بہاؤن شاہ

انہوں نے یہ بھی مان لیا کہ شاہ دولہ نے ۵۸۶ سال کی طویل عمر پائی اور ان کا انتقال جیسا کہ ان کے مزار مبارک پر قطعہ تاریخ کے شعر معلوم ہوتا ہے

۱۰۸۵ھ میں ہوا۔

اہل باطن کو تو لمبی عمر مان لینے میں نہ کوئی سرج نظر آتا ہے نہ کوئی مشکل پڑتی ہے۔ البتہ دوسروں کو مٹھان کس نے کس لئے (مثلاً) مقامات محمودی میں

نواب معشوق یار جنگ (جنہیں یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت شاہ دولہ عہد اکبری میں پیدا ہوئے) بحث کو اس طرح چھیڑتے ہیں۔

جناب برطے پیر صاحب میراں سید عبدالقادر
 قدس سرہ العزیز سے اسی طرح (آپ کا) ایک
 اویسی تو تسل تھا جیسا کہ ابوالحسن خرقانی کو حضرت
 یارنید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یعنی آپ
 کی تربیت یہ طریق اویسی ہوئی۔ اور بارگاہ جناب
 ثقلین سے فیض پایا۔ (ص ۳۶۷)

مؤلف کو خود ہی شک ہے کہ حضرت شاہ دولہ کا سن پیدائش ۱۲۹۹ھ
 اور سال وفات ۱۰۸۵ھ ہو سکتا ہے۔ ورنہ اویسی تو تسل نکلنے کی ضرورت
 کیا تھی مؤلف حقیقت گزار صابری اور آئینہ تاریخ تصوف نے شاہ دولہ
 کو مرید خاص اور خلیفہ اکبر حضرت غوث صمدانی کا لکھا ہے۔ اویسی فیض کا
 کوئی ذکر نہیں ہے۔

نواب معشوق یار جنگ بہادر پھر یہ بھی کہتے ہیں۔
 اس بیان کی جو آپ کی ولادت اور بطور اویسی
 تو تسل قادری کی شرح میں ہے۔ مؤلف ہذا کو
 کوئی سند نہیں ملی۔ (ص ۳۶۸)

اور اگر سند ہاتھ بھی آجاتی تو اس سے ۵۸۶ سال کی طویل عمر کیسے ثابت
 ہو جاتی جس ثبوت کے ہاتھ آنے پر ہی آپ کو بالآخر غوث اعظم کا مرید و خلیفہ

اور عم زاد ہونے کا شرف و افتخار مل سکتا تھا جس کی جستجو میں اب حضرت مولف کہتے ہیں۔

آپ حضرت شیخ الحسن والانس حضرت میرال
سید عبدالقادر حیدرانی رضی اللہ عنہ کے عم زاد بھائی
تھے۔ آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کی برکات اور
فیوض حاصل کئے اور ایک طویل عمر پائی۔ گجرات میں
بڑے پیر کے حکم سے آئے۔ آپ کا ایک مزار احمد آباد
گجرات (بھارت) اور ایک شہر گجرات مغربی پاکستان
میں ہے۔ اس کی ایسی ہی حقیقت ہے جیسے کہ
حضرت شرف الدین بوعلی قلندر کا ایک مزار اپنی
میں ہے۔ اور ایک کرناٹ میں یا جیسے جسدِ کرار
امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ایک مزار
مشہد مقدس ہے۔ اور ایک افغانستان میں۔

(ص ۳۶۹/۳۷۰)

گویا صاحب مزار ایک البتہ مزار کئی جگہ ہو سکتے ہیں۔ اور ہوتے ہیں۔
اس طرح احمد آباد گجرات اور گجرات پنجاب کا جھگڑا تو طے ہوا۔ اب جناب
نواب معشوق یار جنگ اصل مقصد کی طرف آتے ہیں۔ اور قاضی صاحب
مرحوم آوان شریف والوں سے منسوب ایک روایت ایک خاص مرید کی ثبانی
بیان کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت شاہ دولہ علیہ الرحمۃ کا نام
 کبیر الدین گجراتی تھا۔ اور سید تھے۔ آپ بغداد سے
 تشریف لائے۔ اور جناب بڑے پیر صاحب
 غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مرید اور وضو کرانے والے
 تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت شاہ دولہ نے
 وضو کرتے وقت جناب بڑے پیر رضی اللہ عنہ سے
 پوچھا کہ اب حیات کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میری
 ایک چلو پانی میں ۷۰ سال کی عمر ہے حضرت
 شاہ دولہ نے لپک کر پانی پی لیا۔ اور تقریباً ۶۰
 سال کی عمر پائی۔ (ص ۲۶۹)

تو شاہ دولہ کی اتنی طویل عمر پائی کی یہ وجہ تھی۔ لیکن نواب معشوق یار جنگ
 بہادر نے حقیقت گلزار صابری کا مطالعہ فرمایا تھا۔ انہیں یاد تھا کہ آپ وضو
 تو منور شاہ مرید سید کبیر الدین شاہ دولہ نے پایا تھا جن کا مزار احمد آباد میں ہے
 جس کی انہوں نے زیارت بھی فرمائی تھی۔ انہیں معلوم تھا کہ نواح الہ آباد میں انہیں
 عمر دراز کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آسان بات یہ تھی کہ وہ کہتے کہ قاضی
 صاحب نے ناوانستہ طور پر ایک کا واقعہ دوسرے سے منسوب کر دیا۔ مگر
 ایک مرید خوش اعتقاد کے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔ نواب صاحب تو قاضی صاحب
 مرحوم کو محفوظ سمجھتے ہوں گے۔ انہوں نے تو یہ بھی نہیں کہا کہ شاید مرید نے غلط
 سنا۔ غلط یاد رکھا یا غلط بیان کیا۔ ایسا کہنا بھی مناسب نہیں ہو سکتا تھا شاید

کوئی بے ادب کہہ دے کہ مرید سے غلطی ہوئی یا شاید پیر سے بہر حال نواب
صاحب نے حکایات صوفیہ میں اس اضافہ کو جوں کا توں رہنے دیا۔ مگر یہ بھی
لکھ دیا۔

اسی طرح کی ایک حکایت شاہ منورؒ الہ آبادی کی
طرف منسوب ہے جن کا نام نامی اس خاندان ^{لقبت}
کے شجرہ میں شاہ دولہ کے بعد معائنہ ہے۔ آپ کا
مزار الہ آباد (بھارت) میں ہے۔
حضرت شاہ منورؒ اس ذراچ میں عمر دراز کے
لقب سے مشہور ہیں۔

آپ شاہ دولہ کے مرید اور خلیفہ ممتاز
تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ آپ کی عمر کم و بیش
۳۷ سال کی ہوئی تھی۔ (ص ۳۷۰)

صاحب حقیقت گلزار صاحب بری نے یہ حکایت سوال فقر العقیف مکتوب

نظام منور علی نفس بعد ادی عمر دراز اس طرح بیان کی ہے۔

۲۲ ربیع و صو کرانے کی خدمت پر باوردہا بتایا

تالیسویں ماہ شوال ۵ ہجری بروز چار شنبہ وقت ظہر

کے حضرت مدوح کو وضو کرایا تھا میں نے کہا یا

حضرت آجیات کی کیا کیفیت ہے جس کے لوش

کرنے سے حضرت خضر علیہ السلام کو حیات

ابدی حاصل ہوئی حضرت ممدوح نے ایک بڑے
 آب سیدھے ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا کہ اس وقت
 فقیر کے ہاتھ میں ساڑھے چھ سو برس کی عمر کا آبِ حیات
 ہے تو نوش کر لے میں نے اسی وقت نوش کر لیا۔

(ص ۷۵/۷۶)

بہر حال نواب معشوق یار جنگ بہادر کی کوشش حضرت کبیر الدین شاہ
 کی طویل عمر کو سمجھنے سمجھانے میں کامیاب نہیں ہوئی لیکن معشوق یار جنگ بہادر
 میں کسی اور شیخ صافی ضمیر میں اتنا حوصلہ ہے کہ آپ کے شرف مرید کی اور
 عم زاوگی شاہ میراں عوث اعظم سے ہاتھ اکٹھے صاحب الوار اولیاء اللہ کی
 طرح دوسرے اب بھی بلا تحقیق یہی کہے جائیں گے۔

حضرت شاہ دولہ کے فضائل بے اندازہ ہیں بڑی
 بزرگی یہ ہے کہ آپ عوث پاک محبوب سبحانی
 سید عبدالقادر جیلانی کے کامل و اکمل مرید اور خلیفہ
 ہیں۔ اور بغداد شریف سے تشریف لاکر اس ملک
 میں خلق خدا کو فیض پہنچایا اور پہنچا رہے ہیں۔

یہی صاحب حقیقت گلزار صابری کا بیان ہے۔

اور خود بھی حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ صاحب

قطب الاسرار حبیب رحمۃ اللہ علیہ بموجب حکم حضرت

قطب ربانی عوث الصمدانی شیخ محی الدین ابو محمد سید

عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی کریم الطریقین حسنی حسینی
 رحمۃ اللہ علیہ کے بغدادی تشریف میں حضرت سید الدین
 عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب زاوہ کلاں
 کو صاحب سجادہ کر کے بلدہ گجرات واقعہ سرحد ولایت

افغانہ میں تشریف لائے۔ (ص ۷۷)

اس طرح گجراتی شاہدولہ سید کبیر الدین بغدادی کا احمد آباد کی گجراتی ہو گئے۔
 نام اور جگہ کے اشتراک سے یہ فائدہ اٹھایا گیا لیکن کسی نہ سوچا حقیقت گلزار صابری
 سید کبیر الدین شاہ دولہ کے مرید خاص اور سجادہ نشین منور علی عمروانہ الہ آبادی
 ہیں۔ اور شاہ دولہ گجراتی کے معلوم و مشہور مرید اور جانا نشین سچوالہ کرامت نامہ
 شاہ دولہ بہاون شاہ ہیں۔ کوئی انصاف پسند شاہ منور علی الہ آبادی کو بہاون شاہ
 گجراتی نہیں مان سکتا ہے پھر سید کبیر الدین شاہ دولہ کو شاہ دولہ گجراتی ماننے
 کی کونسی وجہ ہو سکتی ہے جو شہ امتقادی نے سارا معاملہ الجھا دیا ہے۔ اور اب
 عقیدت اور عقیدتمندوں کے پیش نظر ہمارے لئے تحقیق و تنقید کی راہ بڑی
 دشوار گزار ہے۔ احتیاط کا تقاضا مفتی ریاض احمد محلہ شاہین جیو بلی نمبر میں
 پورا کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

شاہ دولہ درہیں۔ اور اتفاق سے دونوں گجراتی مگر

ایک کا تعلق گجرات کا ٹھکانہ دار ہے اور دوسرے

کا گجرات پنجاب سے

اور پھر انہوں نے دونوں کے حالات جدا جدا لکھے ہیں سید کبیر الدین

سارے تذکرہ نویس متفق ہیں کہ آپ "کھیمیا و ڈیرا" ساکن سیالکوٹ کی ملازمت میں تھے۔ لوگ آپ کو گولہ یعنی غلام کہتے تھے کوئی آپ کا نام نہ لیتا ہوگا نہ شاید جانتا ہوگا۔ آپ آزاد ہو گئے آپ کا نام وہی گولہ رہا۔ دولہ سید اسر مست کے ایک اور عزیز مرید کا نام تھا۔ اور جب اس کی قسمت نے پادری نہیں کی تو وہ نعمت باطنی سے محروم رہ گیا۔ اور اس کا نام بھی چھین گیا۔ شاہ سید اسر مست نے فرمایا۔

"ہر کرا مولادہد از گولا شاہ دولہ گردو۔۔۔"

اب "گولا" دولہ اور شاہ دولہ ہو گئے۔ پہلے آپ کو "گولا" کہتے تھے۔ نام کی ضرورت کسی نے محسوس نہیں کی تھی۔ آپ نے نعمت باطنی پائی تو شاہ دولہ ہو گئے۔ نام کی ضرورت اب بھی کسی نے محسوس نہیں کی۔ اور آپ کا اصلی نام وقت کے اندھیروں میں ہمیشہ کے لئے گم ہو گیا۔

ہمیں انصوں نے کہ روایت کی شاندار عبارت میں شاہ دولہ، سید کبیر الدین، شاہ دولہ فرید حضرت عوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی اور آپ کے عم زاو تھے۔ ڈھے گئی ہے۔ اور ہاتھ کچھ نہیں آیا ہے سوائے اس بات کے کہ کسی اور مستند نام کی عدم موجودگی میں ہم انہیں شاہ دولہ کے نام ہی سے پکاریں۔ تو مناسب ہوگا۔

حضرت شاہ دولہ کو دریائی کہتے ہیں۔

پیر نجف شاہ اپنی پنجابی نظم جس میں انہوں نے شاہ دولہ کے سلسلہ سرورویہ کا بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ "دریائی" کا خطاب آپ کو شاہ سید اسر مست

نے دیا تھا۔

حضرت شاہ سید نورانی،

دسیا جس نے راہ حفتانی

حضرت "دولہ" دا دل جانی

لقب "درا" "دریائی" دا

صاحب انوار اولیاء اللہ میں فقیر اللہ قادری فرماتے ہیں۔

آپ کو شاہ دولہ دریائی اس وجہ سے کہتے ہیں

کہ آپ کی سخاوت دریائی کی مانند تھی۔ اور آپ

کے پاس جو مسائل آتے ہیں اپنی مراد بفضل

خدا پالیتا ہے۔

آپ دریائے کے اوپر جس کسی وقت چاہتے

بغیر کشتی سوکھے قدم پار ہو جایا کرتے تھے۔

مفتی احمد یار خاں (حال آباد گجرات) نے "دولہ" کی نئی توضیح فرمائی ہے

جس سے آپ کے لقب دریائی ہونے پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ

شاہ دولہ دراصل وہ "دولہ" تھا۔ جو برات سمیت دریائے دجلہ میں ڈوب گیا

تھا۔ اور عوث اعظم کی کرامت سے بارہ سال بعد ابھرا تھا۔

مفتی احمد یار خاں بدایونی ہیں اور جنما پار والے دولہا کو "دولہ" کہتے

ہیں۔ مگر یہ صرف لہجہ کی بات ہے۔ اسی طرح دلی والے پتھر کو "پتھر" کہتے

ہیں۔ یا پنجابی چاقو کو کاچو مفتی صاحب نے غور نہیں فرمایا کہ دولہ کی ٹوٹت
 "دولن" نہیں دہن ہے۔ یہ لفظ ہندی ہے عربی نہیں۔ "دولہ دراصل دولت"
 ہے (عربی)۔ مفتی صاحب اپنے انداز سے میں درست نہیں ہیں۔ کیونکہ سا
 ہی ساتھ سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہ دولہ کون تھا۔ کہاں برات لئے
 جاتا تھا۔ اس کا نام کیا تھا۔ وہ گجرات کیسے پہنچا اور کس طرح روحانیت کے
 اس بلند درجہ پر فائز ہوا۔ اگر حکایات انبیاء میں اس اصناف کو مان لیا جائے اور
 کسی طرح ان سوالات کے اطمینان بخش جواب بھی دیئے جاسکیں۔ تو شاہ دولہ
 کے دریائی کہلانے کی مناسب توضیح ہو سکے گی۔
 لیکن دریائی استعارہ اور علامت بھی ہو سکتی ہے شاہ دولہ کی ظاہری اور
 باطنی دولت لٹانے کا ذکر منشی غلام سرور نے کیا ہے جس کی وجہ سے آپ کو
 یہ لقب مل سکتا تھا۔

ان کی سرکار بادشاہوں کی سرکار کی طرح تھی ہزاروں
 نوکر چاکر، گھوڑا پالکی، دروازے پر حاضر رہتے اہل
 حاجت کا ہجوم بہ وقت رہتا خصوصاً وہ لوگ جو
 بے اولاد تھے۔ وہ حاضر ہو کر استدعا سے دعا کرتے
 اور خدا کی بنیاد سے ان کو اولاد حاصل ہوتی۔

"مقامات محمود میں نواب معشوق یار جنگ بہادر نے حضرت شاہ دولہ
 کی خدمت خالق کا ذکر کیا ہے جس سے آپ کی دریا دلی کی نشاندہی ہوتی ہے
 ولی اللہ خاں پاکستان ٹائمز میں اپنے مقالہ شاہ دولہ دریائی میں لکھتے ہیں

آپ کو فناہ عام کے کاموں کا شوق تھا۔ مثلاً
 مسجدیں، پل، کنوئیں، تالاب بنوانا۔ گجرات میں
 مشرقی دروازے کے سامنے نالہ پریل شاہ دولہ نے
 بنوایا۔ ڈیک نالہ والا پل گوجرانوالہ میں بھی آپ کے
 کار نمایاں میں شامل ہے۔ انہیں عام طور پر شاہ دولہ
 دریائی اسی لئے کہتے ہیں کیونکہ انہوں نے کئی پل بنوائے
 ایلٹ کی رائے بھی یہی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

آپ کا عام خطاب شاہ دولہ دریائی ہے۔ کیونکہ
 آپ نے بہت سے پل بنوائے۔ اور تمام عمر شہزادے
 امیر و غریب آپ سے طالب دعا رہے۔ اور دل
 کی مراد میں پائیں۔

اور یوں بھی کہتے ہیں۔ کہ ایک بار شاہ دولہ نے دریائے چناب کے
 ایک بڑے سیلاب سے گجرات کو کراہمت کے ذریعہ بچایا تھا۔ اور اسی وجہ سے
 آپ کا نام شاہ دولہ دریائی ہو گیا۔ چناب میں سیلاب آیا خطرہ تھا۔ کہ گجرات
 یہ جائے گا۔ لوگ گھبراتے ہوئے شاہ دولہ کے پاس آئے اور طالب دعا
 ہوئے۔ کہ دعا کی برکت سے سیلاب کا زور ٹوٹ جائے۔ شاہ دولہ نے جیلے لیکر
 خندق کھودنی شروع کر دی۔ لوگوں نے جب اس کا مطلب پوچھا۔ تو آپ نے
 کہا۔ "جیدھر میرا مولا ادھر شاہ دولہ"۔

خدا اگر چاہتا ہے۔ کہ گجرات یہ جائے میں راضی برضا ہوں۔ میں خدا کے

ساتھ ہوں۔ اور خندق کھود رہا ہوں۔ تاکہ مرضی مولا پوری ہو پانی اوپر چڑھ آئے
اور شہر جلدی بہ جائے جس وقت آپ نے خندق کھودنی شروع کی کہتے
ہیں دریا کا پانی معاً اتر گیا۔

ابلیٹ حضرت شاہ دولہ دریالی کے رفاہ عام کے کاموں کا تذکرہ کرتے
ہوئے لکھتا ہے۔

آپ کسی سے سوال نہیں کرتے تھے۔ مگر مزدوری
فورا ادا کرتے تھے۔ غریبوں سے جن کا تعلق کسی
مذہب و ملت سے ہو کیساں محبت کا سلوک
کرتے تھے۔ ان کے پاس جنگلی جانور اور پرندے
پلتے تھے۔ آپ کی دریا دلی کی وجہ سے ہندو مسلمان
سب آپ سے محبت کرتے تھے اور آپ کے
مرید ہوتے تھے۔

شیخ کلیم نے ایک مرید کو لکھا تھا:-

صلح باہندو و مسلمان سازندہ ہر کہ ازین دو فرقہ کہ
اعتقاد و شہاد استہ باشند ذکر و فکر و مراقبہ و تعلیم
اور ابگوئند کہ ذکر با خاصیت خود اورا در بقہ اسلام
خوابد کشید۔

شاہ دولہ بھی اس پر عمل پیرا تھے۔ اور اس کے علاوہ آپ نے
مجبوروں لاچاروں کی کارسازیاں کیا تھیں۔ دریا دلی کو اپنا یا تھا۔ رفاہ عامہ کے کام

مسجدین میں تالاب کنوئیں آپ کی سخاوت و زیادتی کا سب سے سادہ
یہاں وہ سب باتیں تھیں جن کی بنا پر آپ کو بجا طور
پر شاہ دولہ دریائی کہتے ہیں۔

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک اور ضروری سوال اٹھایا
جائے اور اس سلسلہ میں کسی دستِ نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کی جائے۔
سوال یہ ہے کیا شاہ دولہ گجراتی سیدی ہیں؟ اگر کسی صورت یہ ثابت
ہو سکتا ہے کہ آپ پیر بغدادی کے مرید خاص اور خلیفہ اکبر ہیں۔ اور آپ کے
عم زانو یعنی سعید موسیٰ اعظمی، احمد بن مبارک کے فرزند نامور تو فیصلہ باسانی کیا
جاسکتا تھا کہ آپ نجیب الطرفین سیدی حسینی حسینی ہیں۔ ایک لڑکی کے رومولی
عوث اعظم اور سید کبیر الدین شاہ دولہ

لیکن حقیقت گلزار صابری کے سوا کوئی اور قابل اعتماد شہادت موجود
نہیں حقیقت گلزار صابری کی شہادت تاریخی اعتبار سے جیسا کہ معلوم ہے مذکورہ
اولیائے ہند (ج ۳) میں میرزا محمد اختر بلوخی ذکر فرزندان عوث اعظم کے بعد
آپ کے پندرہ خلیقاؤں کا نقشہ بمعہ اخذ نام ہونے و وفات جیسے مزار وغیرہ
پیش کرتے ہیں مصنف حقیقت گلزار صابری نے عوث اعظم کے خلیقاؤں
کی تعداد میں لکھی ہے۔ خلیقاؤں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ شاہ ابو عمر قریشی بن مزدقہ
۲۔ شیخ نصیب البان مولیٰ شیخ احمد بن مبارک
۳۔ شیخ ابوسعید قلیلی
۴۔ شیخ صدقہ بغدادی
۵۔ شیخ عمر حیرتی
۶۔ شیخ محمد الدوانی
۷۔ شیخ ابوسعید
۸۔ شیخ حیات
۹۔ شیخ ابو مؤید مغربی
۱۰۔ شیخ شعیب
۱۱۔ شیخ موفق الدین مقدسی
۱۲۔ شیخ

صدۃ الدین تونیوی شہاب الدین سروردی سید احمد کبیر قاضی شیخ شمس الدین
علی حدادین عمر۔

خلیفوں میں سید کبیر الدین شاہ دولہ کا نام شامل نہیں۔ ذکر دوستان
مہمان کے زمرے میں بھی میرزا محمد اختر دہلوی کے تذکرہ اولیائے ہند میں آپ
شامل نہیں غوث اعظم کے تیسرے خلیفہ شیخ احمد بن مبارک ہیں۔ مولف
حقیقت گلزار صابری جس سعید موسیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ سعید موسیٰ شیخ احمد
کے والد ماجد ہیں۔ اس لئے سعید موسیٰ احمد بن مبارک درست نہیں ہے۔
بہر حال تلاش ذکر الابرار فی سلسلۃ الاشجار سے شروع کریں۔ حضرت
قطب ربانی غوث اعظم کے سبھی مریدوں کا ذکر نام بتام موجود ہے۔ شیخ احمد بن
مبارک کا نام نامی بھی موجود ہے مگر آپ کے صاحبزادے کا نام نجم الدین
بغدادی ہے جنہوں نے سن ۶۲۳ھ میں انتقال فرمایا

حضرت نجم الدین شہی بغداد نام پاکش بخواں
بوقت مراد و حسب درنسیب ہم از تقویٰ وارث
منصب رسول خدا ہم ماہ ربیع ثانی بود سید پاک
زین جہاں فرمود و صفہ خاص او عرش نشاں پنج پڑ
چو آفتاب عیاں

ر ص ۷

نہ مریدان غوث اعظم میں نہ فرزند ان احمد بن مبارک میں کہیں شاہ دولہ
یا کسی سید کبیر الدین کا نام نامی موجود ہے
صاحب مجہد اکبری کہتے ہیں۔

کوشش بسیار نموده بہ شواہدات کتب معتبرہ مثل

مدارج النبوت و معارج النبوت و بحر الانساب

و بحر التناسل و شرف النبوة و ترجمہ الآثار و غیرہ

ذالک آنچہ بصحت رسیدہ جمع نمودہ (ورق ۳۳ الف)

آپ کہتے ہیں :- کرسی نامہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی

عوث صہبانی محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

العزیزہ بتوسط یازدود واسطہ بہ امام حسن رضی اللہ عنہ

میں رسید یازدودہ (ورق ۲۳ ربا)

اسلاف کو نام بتام گنوانے کے بعد صاحب مجموعہ اکبری پھر ہر ایک

کے فرزند ان گرامی قدر کے نام بتلائے ہوئے آپ اسلاف سے اخلاف کی

طرف آتے ہیں۔ احمد بن مبارک موجود ہیں مگر ان کے کوئی فرزند گرامی سید

کبیر الدین شاہ دولہ نہیں ہیں۔

اب باغ مسادات سے باحتیاط گزر جائیے ہندوستان میں سادات

کے گھرانے جہاں بھی پھلے پھولے ہیں سب کا تفصیلی ذکر موجود ہے اولاد

اہم حسن ابن علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے عوث اعظم قدس سرہ کو دکھایا

گیا ہے۔

علی ابن ابی طالب ۴، امام حسن ۳، حسن مثنیٰ، عبداللہ شخص موسیٰ عبداللہ

داؤد محمد شرف الدین بھیلی زاہد، عبداللہ جیلی، موسیٰ ابوصالح، عبدالقادر جیلانی

شجرہ عالیہ حسنی کی ساری کڑیاں وہی ہیں جو تذکرہ اولیائے ہند (ج ۳) میں دکھائی گئی ہیں۔

ابوصالح عوث پاک کے والد ماجد کے کوئی بھائی سعید موسیٰ نہیں ہیں۔ احمد بن مبارک ہیں لیکن سید کبیر الدین شاہ دولہ نہیں ملتے ہیں۔

سادات عظام کے خاوندے مشرقی پاکستان اور ہندوستان میں، مرشد آباد، جون پور، اکبر آباد، ردولی، بہار کے سوا مغربی پاکستان میں ملتان، آج، بھیرہ، جڑاوالہ، منٹگمری، ظفر والی، سید کسراں، ہیلستی، لاہور، سیالکوٹ مشرقی پنجاب میں گورداسپور، جالندھر، شاہ پور پٹالہ میں تھے۔ یہ سبھی درج کتاب میں سید عبدالقادر جیلانی کے عم زاد کوئی معمولی آدمی تو نہیں ہو سکتے اور بحوالہ حقیقت گلزار صابری انہیں خلیفہ اکبر بھی بتلایا جاتا ہے کسی شجرہ میں ان کا ذکر نہ نکلتا از بسکہ عجیب بات ہے۔

گجرات و نواح گجرات میں مدینہ بحال پور، معین الدین پور، گھوڑال میں بخاری، گیلانی، خوارزمی سادات آباد ہیں۔ ہمارے پیش نظر انہیں بزرگوں کے شجرہ انساب مثلاً تاریخ خوارزمی، ریاض الفیض، وقائع وغیرہ ہیں۔ کسی بھی شجرہ میں شاہ دولہ کا نام نامی موجود نہیں ہے۔ باغ سادات میں نہ سہی مقامی شجروں میں تو ان کا نام ضرور ملنا چاہیے تھا۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شاہ دولہ دریالی گنج بخش کے نام یا لقب کا حصہ شاہ ہے۔ اور یہی ان کی سیادت کی دلیل ہے لیکن یہ درست نہیں صوفیہ میں شیخ و شاہ، دو القاب بزرگی کے بلا لحاظ نسل و ذات استعمال

ہوتے ہیں حضرت عوث اعظم کے حسنی و حسینی نجیب الطرفین ہونے میں شک نہیں ہے مگر تذکروں میں جناب کو شیخ عبدالقادر لکھا ہے یہی حال لفظ شاہ کا ہے صاحب سلیم التواریخ لکھتے ہیں۔

شاہ سید امرست اکبری اور جہانگیری عہد کے

بزرگ ہیں وفات آپ کی ۱۵۱۰ھ میں واقع ہوئی

عمر ۸۰/۹۰ سال کے درمیان تھی۔ آپ ساری

عمر مجرور رہے۔ اور اراعیں قوم سے تھے۔ ص ۳۹۸

شاہ عنایت شطاری سید بلکھے شاہ کے پیر بھی اراعیں قوم سے تھے

بلکھے شاہ سید تھے۔ اور اس لئے سیدوں نے کچھ بد مزگی محسوس کی تھی۔

”نام اللہ وامن وے بلکھیوں کل نون لاجال لایاں“

وراصل سید کے نام کے ساتھ یا سید کا لفظ لگاتے تھے۔ یا پھر

میر، مثلاً سید جلال الدین منیر شاہ، میر سرخ بخاری، سید صدر الدین راجو قتال

لیکن صرف سیادت کوئی فخر کی بات نہیں ہے بلکھے شاہ نے کہا تھا۔

”جہڑا سا نول سید آکھے ووزخ ملن سزایاں“

جہڑا سا نول رامیں آکھے جنت پینگال پامیساں“

اور جامی نے کہا۔

بندہ عشق شدی نرک نسب کن جامی

کہ دریں راہ قلال ابن قلال چیزے نیست

شاہ دولہ کے لئے اوعائے سیادت قابل فخر نہ ہوتا۔ ہاں سیادت ان

پر بجا طور پر فخر کر سکتی تھی۔ ذالک فضل اللہ تو تبتہ من یشاء

اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ ہم نے دوسرے نسب ناموں سے
بحث کو آگے بڑھایا ہے کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ ہم پیرزادوں سے ان کا شجرہ
لیتے اور یہی ہمارے نتائج کی تمام تر بنیاد ہوتا۔

لیکن ہماری مسلسل کوشش کا ثمر یہ تھا کہ کسی غیر جانب دار کسی نامہ
سے شاہ دولہ کا کسی شاخ سادات سے ہونا معلوم کریں۔ ہم پیرزادوں کے
شجرہ پر انحصار کرتے تو ہمیں صرف یہ دیکھنا نہیں تھا۔ آیا شاہ دولہ کا اسم
گرامی نسب نامہ میں ہے بلکہ توجہ تمام تر اس بات پر مرکوز کرنی پڑتی کہ شجرہ نسب
جو ہمیشہ نظر ہے۔ درست بھی ہے۔ اور کیا اس شجرہ کے ثبوت میں کاغذات
و دستخطی، ہری، اصلی معافی نامے، فرامین شاہی موجود ہیں۔ جیسا کہ مثلاً ہمیں
معلوم ہے۔ حاجی نوشہ گنج بخش کے نسب نامہ کے ثبوت میں پیش کئے جاتے
ہیں۔ دوسرے اس نسب نامہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ پیرزادے
حضرت شاہ دولہ کی اولاد ہیں۔ شاہ دولہ سے اوپر کی پشتوں کی چھان بین
کے لئے ہمیں پھر انہیں دوسرے نسب ناموں کا سہارا لینا ہوتا۔ جس سے
شیخ عبدالقادر حیلانی ثبوت اعظم کی طرح آپ بھی سید حسنی و حسینی نجیب الدین
ثابت کیا جاسکے۔

اب ہم تاریخ و تذکروں سے شاہ دولہ کے حسب و نسب کا ذکر چھیڑتے

ہیں۔ غلام سرور لاہوری خزینہ الاصفیاء میں لکھتے ہیں۔

از اعظم اولیاء صاحب کمال و کبریاں مشائخ

باحال و مجال است جامع فتوحات طاہری و باطنی

و کمالات صوری و معنوی است شجرہ آبائے کرام

دے بادشاہ بہلول لودھی محاررہ (ج ۳ ص ۱۶)

اور میرزا محمد اختر دہلوی تذکرہ اولیائے ہند میں لکھتے ہیں۔

اور بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ اولاد بہلول لودھی سے

تھے (ج ۳ ص ۱۶)

پنجاب اور سرحدی قوم قبیلوں پر جو کتاب ۱۸۹۲ء میں میکلیگن ایڈین

سول سروس نے مرتب کی تھی اس میں میجر ایلین کی رپورٹ شامل ہے۔ وہ

لکھتا ہے۔

شاہ دولہ ۱۵۸۱ء مطابق ۹۸۹ھ میں پیدا ہوئے

باپ کا نام عبدالرحیم لودھی تھا جو براہیم لودھی کی اولاد

سے تھے جو بہلول لودھی جس کا انتقال ۱۲۸۸ء

مطابق ۸۹۲ھ میں ہوا) کا پوتا تھا۔ اس طرح آپ

نسباً پٹھان ہیں (ج ۱ ص ۶۳۱)

پہلے شاہ دولہ پر مقالہ لکھتے ہوئے ولی اللہ خاں روزنامہ پاکستان ٹائمز

میں رقم رقم طراز ہیں۔

شاہ دولہ ۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۱ء میں پیدا ہوئے اور قطعہ تاریخ میں 'خدا دوست' کے مطابق ۱۰۸۵ھ مطابق ۱۶۷۶ء میں انتقال فرمایا اس طرح آپ اکبر جہانگیر، شاہ جہان کے ہم عصر تھے آپ کے باپ کا نام عبدالرحمان تھا جو سلطان ابراہیم لودھی کی اولاد سے تھے۔ جسے پانی پت کے میدان میں ۱۵۲۶ء میں قتل کر دیا گیا تھا۔

(۹ جنوری ۱۹۶۶ء)

والدہ ماجدہ سے متعلق اطلاعات کا خلاصہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ صاحب حدیقۃ الاولیاء لکھتے ہیں۔

کبیر الدین شاہ دولہ کی والدہ کا نام فاطمہ ہے بنت عبداللہ صومعی۔

اور یہ درست نہیں عبداللہ صومعی کی دختر نیک اختر سے شیخ ابوالصالح والد ماجد حضرت غوث اعظم کی شادی ہوئی تھی جن سے متعلق عبداللہ صومعی نے کہا۔

ہاں میں نے کہا تھا وہ گونگی۔ اندھی اور پاہنچ ہے گونگی اس لحاظ سے کہ اس نے کبھی بڑی بات نہیں کہی اندھی اس وجہ سے کہ اس نے غیر حرم کی جانب نظر نہیں کی۔ پاہنچ کیونکہ گھر سے باہر بھی نہیں نکلی۔

یہ تھی فاطمہ ام الخیر ماہد حضرت عبدالقادر جیلانیؒ یہ کبیر الدین شاہ دولہ کی والدہ نہیں ہو سکتیں۔ انہیں عم زاد کہا گیا ہے۔ نہ کہ سگا بھائی۔

شاہ دولہ کی والدہ کے کسی اور نام بھی آئے ہیں مگر ہمارے پاس کوئی واضح تاریخی دلیل اور ثبوت نہیں کہ ان میں سے کسی کو بھی درست ٹھہرایا جائے یہ صرف روایتیں ہیں۔ اور بس۔ تذکروں اور تواریخ کی شہادتوں سے تاہم یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی والدہ کا نام نعمت بی بی یا نعمت خاتون تھا جو مشہور جنگ جو سلطان سارنگ خاں سردار گلکھڑ کی پڑوتی تھی جو ۱۵۴۵ء میں مارا گیا تھا۔ میجر ایلیٹ کا تفصیلی بیان اس کے مقالہ پنجاب اور سرحدی صوبے میں قوم اور قبیلے اس سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کی والدہ کا نام نعمت بی بی تھا جو سلطان سارنگ گلکھڑ کی پوتی تھیں سلطان سلیم ابن سلطان شیر شاہ

(۹۵۲ھ/۹۶۰ھ مطابق ۱۵۴۵ء/۱۵۵۳ء)

کے عہد میں خواص خاں کی سرکوبی کے لئے بڑی فوج

روانہ کی گئی اس نے عادل شاہ کے حق میں بغاوت

کی تھی خواص خاں کے بھائی سلطان شاہ کو شکست

ہوئی اور اس نے گلکھڑوں میں پناہ لی۔ اور وہ اسکی

مدد پر آمادہ ہو گئے۔ رہتاس کے قریب ایک لڑائی

ہوئی جس میں سلطان سارنگ گلکھڑ مارا گیا۔ اس کے

خاندان کو قیدی بنا لیا گیا۔ غازی خان سلطان سارنگ

کے بیٹے کی ایک بیٹی بھی قیدیوں میں شامل تھی اور
 اس کی گود میں ایک سچی تھی یہی نعمت خاتون تھی جسے
 اس کے بھائی سمیت دلی لایا گیا اور عہد اکبری کے
 پہلے سال میں ہمایوں کی وفات سے کچھ عرصہ بعد اس
 کی شادی عبدالرحیم لودھی سے ہوئی جو شاہی محل
 کا داروغہ تھا۔ اس شادی سے شاہ دولہ کی پیدائش
 اکبر کے ۲۵ جلسوں میں ہوئی اور یہی سال آپ کے

والد کے انتقال کا ہے (ج ۱ ص ۶۳۱)

یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ شاہ دولہ کی پیدائش کس جگہ ہوئی ایلٹ کتنا ہے۔
 کہ آپ کی والدہ ماجدہ واپس آگئی تھیں مگر اب وہ وطن میں اجنبی تھیں۔
 زمین و آسمان ان کے لئے نئے تھے جیسے کبھی دلی کے زمین و آسمان نئے ہونگے
 وہ سلطان سازنگ کی پڑوتی تھیں مگر اب ان کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ ان حالات
 میں یتیم بچے کی پرورش کا بوجھ اور اس کی مشکلات کا صرف اندازہ ہی کیا جاسکتا
 ہے۔ انہوں نے چکی پیس پیس کر انہیں پالا۔ نو سال بعد والدہ بھی نہ رہیں۔ یہ سہارا
 جاتا رہا۔ ———— تو شاہ دولہ نے ہاتھ میں کاسہ گدائی لے لیا۔ ان حالات
 میں یہ ممکن ہی نہ تھا کہ آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف ذرا بھی دھیان گیا ہو۔ تاہم
 تاریخ سیالکوٹ کے مولف کہتے ہیں کہ آپ قرآن بڑی خوش الحانی کے ساتھ
 ساتھ تلاوت فرماتے تھے یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ آج سے چند سال
 پہلے بھی ناظرہ قرآن کم از کم پڑھنا پڑھانا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اور آج بھی بچوں

میں چند فی صد قرآن کی تلاوت خوش الحانی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔

شاہ دولہ پتھر پھراتے سیالکوٹ آئے کیونکہ آپ کی زندگی میں سیالکوٹ
اہم ہے۔ اس لئے یہاں کے علمی اور روحانی ماحول سے متعلق چند باتیں ذہن
میں رہنی چاہئیں۔

سیالکوٹ سے متعلق رشید نیاز لکھتے ہیں:-

اس سرزمین کے بوسیدہ کھنڈرات، اہل باطن

کے مقدس مزارات مسار قلعے منہدم نصیلیں،

ٹوٹی پھوٹی قبریں چبے چبے پر پانے قبے اس کی

گذشتہ عظمت کا پتہ دیتے ہیں۔

بابا فتح اللہ کے شاگرد ملا کمال سیالکوٹی اور ان کے بھائی ملا جمال تھے۔

جنہوں نے علوم ظاہری کے حصول سے فراغت پائی تو بابا صاحب ہی کے زیر

سایہ روحانی تشریحیں طے کرنے لگے۔ ملا کمال کے شاگرد حضرت مجدد الف ثانی

ملا عبد الحکیم سیالکوٹی اور سعد اللہ خاں نواب نے سیالکوٹ کا امن آسمان سے

باندھ دیا۔ بابا فتح اللہ کا انتقال ۱۰۱۷ھ ہوا۔

مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی سے متعلق زبیرہ المقامات میں لکھا ہے۔

مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی علوم عقلیہ نقلیہ میں تصانیف

عالی کے مالک ہیں۔ اس وقت دیار ہند میں ماں کی

کوئی نظیر نہیں۔ ان کا انتقال ۱۰۶۷ھ میں ہوا۔

نہا شد زول سال تحصیل او

دلی محسن علم عبد العظیم

محمود رضا (حکیم دانا) ملا کمال کے فرزند تھے۔ اور ملا جلالی ابوالقاسم ان کے بھتیجے و دول نے پایا فتح اللہ کے فرزند بابا حقانی سمیت سیالکوٹ میں علمی و روحانی شعبوں میں روشن رکھیں بابا عمر حقانی کا دربار مغلیہ میں بڑا اثر تھا۔ آپ ہی نے کشمیری وفد میں شیخ یعقوب صر فی بابا داؤد خاکی جیسے وقت کے جید علماء و صلحاء تھے، اکبر تک پہنچا یا جن کی شکایات کے ازالے کے لئے اکبر نے کشمیر پر حملہ کا فیصلہ کیا۔ اور پھر کشمیر کو ۹۹۷ھ میں فتح کر لیا۔

ملا گجراتی چٹی مشی خاں، ذرا احمد فاضل کوٹلی اور اراں

کے قریب روشنی کے مینار تھے۔ علماء حق کا سیالکوٹ

میں فیض باطنی بھی برابر جاری رہا۔

امام علی الحق سیالکوٹ کے شاہ و لایستہ ہیں۔ آپ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور شجرہ طریقت کے اعتبار سے چشتی مودودی، ابن کاہن کا سلسلہ طریقت حسن البصری سے جاملتا ہے، آپ شیخ شکر گنج کے خلیفہ اکبر تھے

خرزینہ الاصفیاء میں لکھا ہے

بعد تربیت و تکمیل عطائے خرقہ و خلافت بعبوب

سیالکوٹ شرف ترضیص یافتہ و در آنجا سیدہ۔

بابا شکر گنج کے تبلیغی مشن کو آپ نے خاموشی کے ساتھ سیالکوٹ

میں جاری رکھا۔ سیالکوٹ ہی میں شاہ حمزہ غوث شاہ گوردانک کے ہم عصر اور

ہم نشین تھے۔ اکبر بادشاہ ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے
 کہا میں نے جیسا سنا تھا۔ آپ کو ویسا ہی پایا۔ ۹۷ میں ان کا انتقال ہوا۔
 بتاریخ وصالش گفت قاصر
 محمد متقی سلطان مقبول

جہانگیر اور شاہ جہاں کے عہد میں ملا عیسیٰ سیالکوٹ میں موجود تھے جنہیں
 حضرت میاں میر سے فیض ملا تھا۔ اور آپ نے انہیں سیالکوٹ بھیجا تھا۔
 تاکہ سلسلہ رشد و ہدایت شروع فرمائیں۔
 سیدنا سمرست (جنہیں شاہ سیدال کہتے ہیں) کی وجہ سے سیالکوٹ نے
 بڑی نامور کی پائی ان کا مولد سیالکوٹ تھا۔ اور ابتداء ہی سے فقرا کی خدمت
 ان کا شعار تھا۔

خونینتہ الاصفیاء میں لکھا ہے۔

سیدنا سمرست سیالکوٹی قطب الوقت بود

آپ شاہ موناگا کے مرید تھے۔ اکثر جذب و سکر کی حالت میں رہتے تھے
 مگر اس عالم میں بھی پوشیاری کی حالت یہ تھی۔ کہ کبھی نماز باجماعت قضا نہیں
 فرمائی۔

شاہ دولہ سیالکوٹ آئے تو کھیا و ڈھیرا نے ان کے سر پہ ہاتھ رکھا
 ایلیٹ کہتا ہے۔

سیالکوٹ میں شاہ دولہ کی ملاقات متا کھیا و ڈھیرا

سے ہوئی جو سیالکوٹ کا قانون گوتھا۔ وہ بڑا امیر

بیٹا ض آدمی تھا۔ شاہ دولہ سے وہ بڑا متاثر ہوا

اس کے دل میں رحم آیا۔ تو اس نے شاہ دولہ کو اپنا

لیا۔ اور بڑے چاڑھے سے ان کی پرورش کی (ص ۶۳۲)

۱۔ منشی کنیش داس صاحب نامہ میں کہتے ہیں۔

گوئیدر بدایت حال شاہ دولہ غلام زر خرید بہتہ

کھیم کرن معروف بہ کھیادو پھیرا خلت مراد اس

بڑھیرہ ساکن سیالکوٹ بود (ص ۱۷۷)

خرزینیۃ الاصفیاء سے کھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

اول در ہنگام طفولیت ماور و پیدش بر صحت حتی پیوستند

و سے متمیم بے پید و ماور بہ اندو بعضی نامق شناساں

بروے مستولی شدہ اور ابدست ہندواں فروختند

چوں در حالت بندگی و سے مالک خود را از خدمات

شائستہ خود خوشنود ساخت و سے اورا آزاد نمود

(ص ۱۰۳)

محمد بن فوق نے شاہ دولہ کو گھماں و ڈیرہ ساکن سیالکوٹ کا نوکر لکھا
ہے۔ گھماں اور کھیما یا کھیماں صرف لہجہ کا فرق ہے۔ محمد اشرف دہلوی نے غلام زر
لاہوری کی عبارت لفظ بہ لفظ ترجمہ کر دی ہے۔

شاہ دولہ کو آزاد کر دیا گیا۔ غلام سرور لاہوری اور میرزا محمد اشرف دہلوی

کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی خدمات سے مالک بڑا خوش کیا تھا لیکن پنجاب اور سرحدی علاقوں کے قوم قبیلوں کی رپورٹ میں ایلپیٹ نے شاہ دولہ کو آزاد کئے جانے کی اور وجہ بیان کی ہے۔ ایلپیٹ کا ماتخذ کیا ہے معلوم نہیں ہو سکا۔ ورنہ اس روایت کی قدر قیمت کا اندازہ کیا جاسکتا تھا بہر حال روایت کے اجزاء فیاضی، خداتر، غریب پرسی حضرت شاہ دولہ کے کردار کا اجزاء ضرور تھے جن پر اس روایت میں روشنی پڑتی ہے۔

ایلپیٹ لکھتا ہے۔

شاہ دولہ کی ذہانت کے سبب قانون گوان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور انہیں تو شہ خانہ کا داروغہ مقرر کیا گیا۔ مگر شاہ دولہ بڑے فیاض تھے۔ اور کسی سوالی کو لڑاتے نہیں تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف اپنی آمدنی بلکہ خزانہ کی قسمتی اشیاء اور تو شہ خانہ کا سامان لٹ گیا قانون گوان کو یوں کو یوں نہیں آتا تھا کہ شاہ دولہ نے ساری دولت فقیروں میں بانٹ دی انہوں نے آپ کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ اور آپ کو بڑی تکلیفیں پہنچائیں جس کی وجہ سے انہوں نے کہا روپیہ زمین میں دفن ہے۔ اگر انہیں رہا کر دیا جائے تو وہ اس کی نشان دہی کر دیں گے۔ انہیں تو شہ خانہ لایا گیا جہاں انہوں نے ایک چھپر ایلپیٹ میں گھونپ

لیا۔ مالکوں کو حکومت کا ڈر ہوا۔ انہوں نے جراح کو
 بوا کر ان کے زخم کو سلوایا تین ماہ کے بعد شاہ دولہ
 کو آرام آیا۔ قانون گویوں نے اب آپ کو چھوڑ دیا۔

(رج ۱ ص ۶۳۲)

شاہ دولہ آزادی ملنے پر شاہ سید اسمت کے مرید ہو گئے۔ ہمیشگی گنیش دوس
 نے لکھا ہے۔

بعد ازاں خدمت سمین نادر سمست خدا پرست

بین یافتہ بہ درجہ معرفت کامل رسید (ص ۱۷۷)

غلام سرور لاہوری خزانہ نیتہ الاصفیاء میں اس کی تائید کرتے ہیں

وے خلعت آزادی در بر پوشیدہ بخدومت سیدنا

مرست سیالکوٹی کہ قطب الوقت بود رسیدہ مرشد (ص ۱۰۲)

محمد دین فوق بھی کہتے ہیں کہ خدمت سیدنا اسمت میں پہنچنے سے پہلے

آپ نے ملازمت ترک کر دی تھی اور علالت دنیوی سے ہاتھ اٹھا لیا تھا۔

سلیم التوارخ میں اور تفصیل بھی درج ہے۔ لکھا ہے :-

اس یتیمی کی حالت میں کسی طرح سیالکوٹ پہنچ گئے

اور وڈیرہ کھتریوں کے مال مویشی چرانے پر لوگ ہو گئے

دیر تک ان کے پاس رہے وہ بھی ان سے نجات

کرتے تھے۔ شہر کے لوگ شاہ صاحب کی خدمت

میں آتے تھے۔ اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے۔

شاہ دولہ کو تو یہ ایسا عمدہ موقع ملا تھا۔ وہ جس وقت
 فرصت پاتے ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتے
 دولہ کو شوق الہی پیدا ہوا شاہ صاحب کے سینکڑوں
 لگ آکر مرید ہوتے تھے۔ یہ بھی بیعت ہو گئے تھے
 اس ضمن میں محلہ شاین (جیو بی نمبر) زمیندار کالج میں مفتی ریاض احمد لکھتے
 ہیں :-

انہیں دہلی سیالکوٹ میں ایک درویش جن کا مزار
 سیالکوٹ مشن سکول کے ہوسٹل کے مغرب میں ہے
 شاہ سید امرست "تشریف لائے۔ اور وہیں کھڑکیوں
 کے طویلہ کے پاس ڈیرہ لگایا تو ان خود چل کر پیاسے
 کے پاس پہنچا تھا۔ دولہ امرست کے مرید ہو گئے،

شاہ سید امرست خان پور علاقہ ملتان میں پیدا ہوئے۔ اور مرشد کے
 حکم سے سیالکوٹ آئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ عزیز کی ریاض احمد مفتی کا آخذ
 اطلاع شاید سلیم التواریخ ہے۔

شاہ دولہ اس وقت جوان تھے۔

ایلیٹ ایک بار پھر اس ضمن میں ایک اور روایت بیان کرتا ہے۔ ہم
 کہ نہیں سکتے کہ درست ہے کیونکہ جب تک ایلیٹ کے مآخذوں پر کا حقہ
 اطلاع نہ ہو اس سلسلہ میں کوئی رائے نہیں دی جا سکتی۔ دوسرے تذکرہ
 نگاروں کے مآخذ معلوم ہو جاتے ہیں۔ مگر شاید ایلیٹ سنی سنائی روایات

پر بھی بہت حد تک انحصار کرتا ہے۔ اس لئے حقیقت کی دریافت میں ہمیں مشکلیں پڑتی ہیں۔ اپنے ناظرین کی توجہ اس سلسلہ میں ہم ایلیٹ کے نقطہ نظر کی طرف بھی دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔ میرزا محمد اختر دہلوی، غلام سرور دہلوی، نقشب گنیش داس اور دوسرے مؤرخ اور تذکرہ نویس مشرق کے فرزند ہیں۔ ان کے لئے فقر و درویشی کی روایات معلوم و مشہور ہیں۔ ان کا انداز فکر مہذب اور موذب ہوتا ہے۔ اور یہ درست بھی ہے۔ صدر العلماء و فضلا کے دفتر ہمارے ارد گرد پھیلے ہوئے ہیں، ہم غور کرتے ہیں تو یاسانی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لئے دنیاوی ترقیاں کچھ مشکل نہیں تھیں۔ صرف ایک لگن تھی جس نے انہیں ترک راحت و آرام پر مجبور کیا۔ اور انہوں نے تلاش حق میں عمریں بتا دیں۔

حضرت مجدد الف ثانی، ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، نواب سید الشہ خاں ہم سبق تھے۔ اور ملا کمال کی نظر عنایت ان کے حال پر یکساں تھی۔ نواب سید الشہ خاں وزیر شاہ جہاں ہو گئے۔ تو کیا مجدد الف ثانی وزیر السنت بننے کے اہل نہ تھے۔ کیا ملا سیالکوٹی یہ پوچھ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اور کیا نواب سید الشہ خاں اور فریڑی میں ناموری نہ پاتے۔

حضرت فرید الدین گیلانی نے ذکرہ الاولیاء میں نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے امام ابوحنیفہؒ سفیان ثوریؒ، مشعر بن حرام اور شریح کو بلا بھیجا۔ تاکہ ان میں سے کسی کو بغداد کا قاضی بنائے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اپنی جان بچائی۔ سفیان ثوریؒ بغداد سے نکل گئے۔ مشعر بن حرام نے آگے بڑھ کر سرور بار خلیفہ کا ہاتھ بکڑ لیا اور اس سے اس کی اور اس کی اولاد کی خیریت پوچھی۔ خلیفہ سمجھا دیا۔ اس نے کہا اور ان

باز رہا۔ البتہ شرح کو اس نے قاضی بنا دیا جب وہ قاضی ہو گئے امام ابو حنیفہ
نے ان سے جدالی اختیار کی۔ اہل احتیاط حجت و نیا کے دونوں اجزاء، حجت مال اور
حجت جاہ سے الگ رہتے تھے۔

انگریزوں کا زاویہ نگاہ بالکل مختلف ہے اور مختلف ہونا چاہیے مغرب کی تہذیب
میں ساری قدریں ماویٰ ہیں مغرب کی تو سمجھ نہیں سکتے کہ صرف خدا کے لئے گھربار چھوڑا
جاسکتا ہے۔ ترک راحت و آرام ممکن بھی ہے۔ انہیں سارے درویش اور فقیر
ہو شیار و نیا دار نظر آتے ہیں جن کی درویشی بھی بیماری ہوتی ہے جس کی دکان کو چمکانے
کیلئے وہ ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ یہ زاویہ نگاہ صرف مغربوں سے خاص نہیں ہے
یہ صرف انداز فکر ہے جس کا مغرب میں رواج زیادہ ہے۔ اگرچہ مشرق میں
اس کا وجود عیناً نہیں ہے جہانگیر اعشاہ (مثلاً) توڑک میں بے ادبانہ لکھتا
ہے لا قباس میں ایک دو ناقابل برواشت الفاظ چھوڑ دیئے گئے
ہیں۔

میں نے شیخ سرہندی جو نہ بد فرشی اور —

کے سبب کچھ عرصہ سے قید کاٹ رہا تھا طلب

کیا ہوا تھا اس دن اس کے حاضر ہونے پر اسے

خلعت و ہزار روپیہ عنایت کر کے آزاد کر دیا سا تھا

ہی اسے اختیار دے دیا کہ چاہے سرہند واپس

چلا جائے یا میری خدمت میں رہے۔ اس نے

از روئے انصاف کہا کہ یہ ہزار روپیہ حقیقت

۸۸
میں ایک طرح کی ہدایت تھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف
سے آئی تھی۔ وہ حاضر خدمت رہنے ہی میں بھلائی
دیکھتا تھا۔ (ص ۶۳۳) تونک جہانگیری مترجم سلیم

واحد سلیم مجلس ترقی اردو لاہور (۱۹۶۰ء)

مغل بادشاہ پیر پست تھے۔ اکبر مرید خواجگان چشتیہ پر فخر کرتا
تھا۔ اسے سلیم چشتی سے ارادت بھی تھی۔ اور اکبر آپ ہی سے طالب دعا ہوا تھا
کہ خدا سے اولاد نرینہ سے شاد کام کرے۔ اور شہزادہ کا نام سلیم اس نے شیخ
کے نام ہی پر رکھا تھا۔ جہانگیر شاہ جہان۔ داراشکوہ۔ اورنگ زیب سبھی فقیروں
اور درویشوں کے ارادت مند تھے لیکن ملکی حالات اور خاندانی روایات کے
پیش نظر کہ شاہی اور رشتہ داری میں بیرے۔ ان کے دلوں میں بے جا
شک و شبہ کا لٹا کھٹک جاتا تھا۔ انہیں ان بوریہ نشینوں کی سیر پر بھی قیامتی اثر
نفوس سے خوف آتا تھا۔ ان کے دلوں کی گہرائیوں سے یہ شک نہیں جاتا تھا۔
کہ یہ درویش اگر چاہیں تو باسانی بغاوت کو ہوا دے سکتے ہیں جس سے انہیں کہیں
پناہ نہیں ہوگی۔ وہ انہیں بار بار آزماتے تھے بستر میں دینے سے بھی گریز نہیں
کرتے تھے۔ مگر جب وہ بھٹی تپ تپا کر کندن ہی رہتے تھے۔ تو حیرانی کے ساتھ
جبین نیازان کے حضور جھکا دیتے تھے۔

اب ایلینٹ کی روایت سنئے۔

شاہ دولہ نے ایک آدمی منگویا لکھو نامی سے رشتہ

استوار کیا۔ جو ہر مست ولی کا مرید خاص تھا۔ اور

گدائی شروع کی جو دستیاب ہوتا۔ درویش کے حضور
 میں پیش کر دیتے جتنی ضرورت ہوتی وہ کھاپی لیتے
 اور باقی منگو کو دے ڈالتے منگو کے کھانے کے بعد
 جو بچا کھچا ہوتا شاہ دولہ خود کھاتے اور شاید ہی
 کبھی ان کا پیٹ بھرا ہو۔ درویش بھی ان معمولی خیرات
 کے ٹکڑوں سے مطمئن نہیں ہوتے۔ انہوں نے شاہ دولہ
 کو مزدوری پر لگوا یا۔ مزدوری کے پیسوں میں خیرات
 کے باسی ٹکڑوں کی بجائے پکا پکا تازہ کھانا خریدا

جاسکے گا۔ (ج ۱ ص ۶۳۲)

کھنڈر عمارتوں کی فی مربع گز ایک ٹکا کھدائی پر شاہ دولہ نے دوسرے
 مزدوروں کے ساتھ کام کیا مصلحتاً قدیم عمارتوں میں اتنا مضبوط ہوتا تھا کہ جوان
 آدمی بھی دو تین مربع گز سے زیادہ کھدائی نہیں کر سکتا تھا شاہ دولہ تیزی سے
 کھدائی کرنے لگے اور دن میں ستر مربع گز زمین کھودی۔ اور انیسویں نکال لیں۔
 کارندے سمجھتے تھے کہ ایسا خدا کی امداد کے بغیر ہونا ممکن نہیں تھا۔ شام کو انہوں
 نے شاہ دولہ کو پوری مزدوری دی مگر شاہ دولہ نے شکر ٹکا کی بجائے صرف چار
 ٹکا قبول فرمائے۔ پھر انہوں نے مزید ارکھچڑی خریدی۔ اور اس کو شاہ صاحب
 کے سامنے دھرا۔

پھر شاہ دولہ نے اپنی ہمت اور زور پر فخر کیا تو شاہ
 صاحب نے اپنے ہاتھ بٹھا دیئے جن پر چھلے

پڑے ہوئے تھے معلوم ہوتا تھا کہ وہ باطنی طور

پر شاہ دولہ کی مدد کرتے رہے تھے۔ پھر ولی نے

شاہ دولہ کو کچھ کھچڑی کھانے کو دی (ص ۶۳۲/۶۳۳)

کھچڑی کھاتے ہی شاہ دولہ کے ہاتھ کی دوسری انگلی میں شدید درد شروع

ہوا اور وہ رات دن تڑپنے لگے۔ انہوں نے پھر سیدنا سرمست سے کہا کہ

انہیں عذاب سے نجات دلائیں منگو پیر نے بھی سفارش کی۔ ولی پیر نے کہا۔

قصائیوں کے بازار میں جاؤ اور اپنا ہاتھ حلال کی

ہونی گائے کی انتڑیوں میں دے دو۔ آپ نے لبیا

ہی کیا فوراً درد جاتا رہا۔ اور آپ ۲۴ گھنٹہ آرام

سے مٹھی نیند سو گئے۔ دوپہر بعد وہ صاحب کرامت

سید سرمست کے پاس آئے تاکہ آپ کی عنایات

کا شکریہ ادا کریں۔ پیر صاحب نے کہا تجھ میں خود بینی

کا روگ تھا۔ جسے میں نے تیرے دل سے دھو دیا ہے

اب صرف دوسروں کی محبت ہی تیرے دل میں رہے

گی۔ خوش رہو۔ تم میری عنایات اور توجہ کے مستحق

ثابت ہوئے ہو۔ اب تمہیں خدائی تعلیم دی جا سکتی ہے (ص ۶۳۳)

اس مقابلہ میں نیاز رشید، صاحب تاریخ سیالکوٹ لکھتے ہیں۔

شاہ دولہ قرآن مجید کی قرأت بڑی خوش الحانی سے

فرماتے تھے قبلہ شاہ صاحب (سید سرمست)

انہیں اپنی خلوت و جلوت میں بلا کر قرآن مجید سنتے

تھے۔ حضرت شاہ دولہ کی یہی قرأت شاہ سیداں

کے قرب کا وسیلہ بنی۔ اور بعد میں حضرت شاہ دولہ

نے بھی جو عارفانہ مقام پایا۔ وہ انہیں بزرگ کی

دعاؤں اور خدمت کا نتیجہ تھا۔ (ص ۱۳۵)

ع میں تفاوت از کجاست تا بہ کجا

صاحب فرحت الناظرین نے صرف اس قدر لکھا ہے۔

شاہ دولہ بخدمت مخدومی سیدنا (سیدا

سرمست ہشتی) فائز گردید از معرفت بہرہ والی وقت

از مشاہیر آفاق گشت۔

بہر حال ایلیٹ کی روایت سے شاہ سیدان سرمست ان کے مرید خاص

اور حضرت شاہ دولہ سے متعلق جو اثر ہم لیتے ہیں۔ بارگاہ قائم کرتے ہیں۔

درست نہیں۔

مختلف تذکرہ نویس متفق نہیں کہ شاہ دولہ کتنی مدت حضرت

سرمست کی خدمت میں رہے۔ ایلیٹ بارہ سال بتلاتا ہے معلوم نہیں

کیوں اور کیسے صاحب سلیم التواریخ یہ مدت سو سال بتلاتے ہیں جو کسی صورت

درست نہیں ہو سکتی۔ چند ایک نے مدت چار سال بتلائی ہے۔ اکثر اس

ضمن میں کوئی اطلاع ہم نہیں پہنچاتے۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء نے صرف یہ لکھا ہے۔

وچند سال در خدمت وے حاضر ماند
 اور تذکرہ اکابر اسلام میں ولوی پر شاد کہتے ہیں۔
 آپ سرمست کے مرید تھے اور زیادہ عمران کی
 سیالکوٹ میں بسر ہوئی۔

شاہ دولہ کے خرقہ ولایت پانے کی کہانی غلام سرور لاہوری نے خرنیتہ
 الاصفیاء میں اس طرح بیان کی ہے۔

شیخ رامریدے دیگر بود۔ دولہ نام، رمی خواست
 کہ نعمت باطن بوسے ارزانی داروچوں وقت شیخ
 باخر رسید از اندرون حجرہ آواز داد کہ اسے دولہ بیا
 آل دولہ در آں وقت حاضر نبود شاہ دولہ حاضر شد
 گفت من ترا نمی طلبم دولہ رمی خواہم۔ شاہ دولہ پس
 آمد بر دروازہ حجرہ نشست۔ بعد ساعتی باز شیخ
 دولہ را آواز داد چوں او حاضر نبود شاہ دولہ حاضر گشت
 شیخ نعمت باطن بوسے ایثار نمود و گفت "بہر کرامولا

و بد شاہ دولہ گرو۔ (ص ۱۰۲/۱۰۳)

مہرا خسر و بلوی نے تذکرہ اولیائے ہند میں خرنیتہ الاصفیاء سے اخذ و
 ترجمہ کر کے اس کی تائید کی ہے۔ مفتی ریاض احمد شاہین "مجاہد علمی زمیندار کالج میں
 اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

شیخ کا وقت آن پہنچا دولہ کو اس زمانہ میں گولہ (غلام)

کہتے تھے سمرست کا ایک اور مرید دولہ نامی تھا
 شیخ نے اسے آواز دی دولہ ہے جواب دیا جی گولہ
 ہے کہا ضرورت نہیں۔ تھوڑی دیر بعد شیخ نے وہی
 سوال دہرایا اور وہی جواب پایا۔ کہا۔

”ہرگز مولادہداز گولہ شاہ دولہ گرد“ (ص ۱۶۷)

ابلیٹ نے ایک بار پھر اس واقعہ کے تفصیلی بیان میں جا بجا ایسی باتوں
 کا اضافہ کیا ہے جن کا کسی مشہور تذکرہ میں ذکر نہیں۔

ان کا وقت اخیر تھا۔ پوچھا کوئی ہے جواب ملا
 دولہ پیر نے کہا جاؤ منگو کو بلا لاؤ یعنی ان کے عزیز
 مرید کو رات کے وقت منگو نے آنے سے انکار
 کیا۔ دو لائین دفعہ گئے اور منگو نے تین دفعہ انکار
 کیا۔ پیر کچھ دیر خاموش رہے صبح کے وقت وہ ہوش
 میں آئے۔ اور کہا خدا جسے اس کی مرضی ہوتی ہے۔
 تو اترتا ہے پس انہوں نے دن فقیر کی شاہ دولہ کو دے
 دی۔ اور جب شاہ دولہ نے کہا کہ منگو اس کے
 پاس گلیم درویشی نہیں رہنے دے گا۔ تو پیر نے کہا
 جو اس کو اٹھالے گا وہی اس کا مالک ہے۔ اپنے
 شاہ دولہ کو دعا دی اور واصل ہو گئے۔

دن ہوا تو سب کو معلوم ہوا کہ پیر کا انتقال ہو گیا ہے

منگھوا اور دوسرے مریدوں نے ان کا دفن و
 کفن میں ہاتھ بٹایا۔ اس کے بعد انہوں نے مقدس
 گڈری یعنی چاہی جو زمین پر پڑی تھی۔ دو دن اسے
 باری باری اٹھانا چاہا۔ مگر جب تک شاہ دولہ نے
 اسے ایک ہاتھ سے نہ اٹھایا۔ گڈری اٹھانی نہ گئی۔
 شاہ دولہ نے چھاڑ کر اسے پہن لیا۔ اس طرح
 آپ نے خلافت اور دولہ نام پر ہمیشہ کے لئے
 اپنا حق ثابت کر دیا۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے
 شاہ دولہ ہو گئے۔ (ص ۶۳۳)

اب شاہ دولہ گجراتی کا شجرہ بیعت فرحت الناظرین میں ملاحظہ فرمائیں۔
 شاہ دولہ، مرید سیدنا مسرت، مرید شاہ موزگا، مرید شاہ کبیر، مرید شہر اللہ،
 مرید شیخ یوسف، مرید شیخ برہان الدین، مرید شیخ صدر الدین، مرید شیخ بد الدین
 مرید شیخ اسماعیل قریشی، مرید شیخ صدر الدین راجن قتال، مرید شیخ کن الدین
 ابو الفتح ملتانی، مرید شیخ صدر الدین عارف، مرید بہاؤ الدین زکریا ملتانی، مرید
 شیخ شہاب الدین سہروردی، مرید ضیاء الدین عبدالقادر سہروردی
 تاریخ سیالکوٹ میں جناب رشید نیاز نے جو شجرہ بیعت دیا ہے اس
 میں راجن قتال کو چھوڑ دیا ہے۔ مگر دوسرے تذکرہ نویسوں نے شجرہ بیعت
 اسی طرح لکھا ہے۔ اور حضرت راجن قتال کو شامل رکھا ہے۔
 شاہ دولہ گجراتی کا سلسلہ مرشدی سہروردی ہے اور جنیدی، —

ضیاء الدین عبدالقاسم مرید شیخ احمد غزالی، مرید شیخ نساج طوسی مرید ابوالقاسم
گرگانی مرید شیخ عثمان، مرید شیخ ابوالکاتب، مرید شیخ ابوالعلی رودباری مرید
سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

سہروردیہ نے اشاعت اسلام میں دوسرے سلسلوں سے کم حصہ نہیں
لیا۔ امیر کبیر بہدانی نے کشمیر میں بہاؤ الدین ذکریا ملتانی نے سندھ اور ملتان میں
شاہ عالم قطب عالم نے گجرات کاٹھیاواڑ میں جلال الدین تیسریزی اور جلال الدین
بینی نے بنگال اور سلہٹ میں اسلام کی کشتیاں جلائیں جنہیں انہیں کے مریدوں
نے روشن رکھا۔

شریعت کے معاملہ میں سہروردی ذرا سخت تھے تبلیغ میں حشمت کی طرح
جمالی نہیں جلالی تھے بماع کے وہ دلدادہ تھے نہ ان میں قصص ہوتا تھا اپنی
مساعی جملہ کے مقابلہ میں تاہم وہ ناموری سے زیادہ بہرہ مند نہیں ہوئے
کیونکہ عجیب اتفاق تھا کہ سہروردیہ بڑے شہروں سے دُور دور رہے اور پھر
ان میں اہل علم بھی نہیں تھے۔ ان کے ملفوظات و مکتوبات نہ ہونے کے برابر
ہیں۔ بلکہ تذکروں میں صرف چند ایک کا ذکر ہے۔ اور مقامی تذکرے انہوں
نے خود نہیں لکھے نہ تذکرہ لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس لئے ان
کے مریدوں نے بھی تقریباً کچھ نہیں لکھا۔ جناب قاضی سلطان محمود اور ان شریف
والوں کے حالات کی فراہمی کا تقاضہ جب صاحبزادہ سجادہ نشین جناب
محبوب عالم مدظلہ سے کیا گیا تو انہوں نے کہا۔

آپ کے سوانح حیات کاغذ پر لکھنے کے بجائے ہم

سب سنگھیوں کو چاہیے کہ خود ان کے حیات
نامہ کا ایک ایک ورق بن جائیں۔ اور ہماری عمت

ان کی حیات ہو (مقامات محمود ص ۸)

مشورہ تو بڑا نیک ہے مگر ایک عرصے کے بعد جب پرانے لوگ
جن کی یادوں میں روشنی کی بہاریں ہیں۔ اس بزم سے اٹھ جائیں گے۔ تو ان
نیک ناموں کی زندگیوں پر وقت کے گہرے پردے گر جائیں گے۔ صحیح
حالات کی دریافت میں قدم قدم پر مشکلیں پڑیں گی۔ بعض اوقات تو نام نیک
رفتگال کے صنایع ہونے کا امکان بھی ہے۔

پیر نجف شاہ جو اولاد بہاؤن شاہ گجراتی میں تھے شجرہ عالیہ سلسلہ بہروردیہ
نظم پنجابی میں لکھتے ہیں۔

ولی خدا دو کہ دریائی	وچ گجرات محب الہی
مرشد کل لوکانی دا	سینہ روشن صدر صفائی
دسیا جس نے راہ حقانی	حضرت شاہ سید نورانی
لقب دتا دریائی دا	حضرت دولہ وادلی جانی
جس دادر جہتیں بہار	مونگا عورت اللہ واپارا
ہوند اس شاہ گدائی دا	جے اوہ ذرا کرے اشارہ
جو منظور اللہ تبارک	حضرت شاہ کبیر مبارک
سینہ صدر صفائی دا	ہیں اور سب منزل سے مالک
شیخ ام خطاب چٹاں دا	پیر بہار الدین رہا ندا

کھنڈیا نور الہی واہ

شہر الشرح صاحب رشد

دام فضل الہی واہ

میں عاجز دے سر ادا والی

قائم قدم صفائی واہ

جسینا درجہ سب تقصیر اولی

اوہ ذکر کماں واہ

دین دنی سلطان مبین

الشاہ سہماں واہ

ذکر فکر و جہ درجہ اعظم

دام فضل الہی واہ

جنیدی وجہ جناب حضور

ہو یا فصل الہی واہ

درجہ غوثی دے درجہ اعلیٰ

مجرم قطب بنائی واہ

جس درجہ پیر پیش مقیمی

پل و جہ ولی ستانی واہ

ہادی مرشد راہ یقین

صیقل راہ صفائی واہ

شیخ شیوخ اربہاں امشد

ایچھے او تھے دو میں جہانی

حضرت یوسف درجہ عالی

راہ فقر تھیں درازہ عالی

صدر دین مقرب مولا

رہنہ پاک وجود ہمیشہ

ہادی میرا یدر الدین

جس دے اندر حق یقین

صدر دین جمیب مکرم

رستے مولا دے درجہ قائم

حضرت شاہ رکن عالم نور کا

کیتا پاک کماں پوری

شیخ بہا الحق ذکر یا

جس دے اک نظر تقصیر مولا

شہر و ڈالنتاں قدیمی

اکدم چہڑا کرے مریدی

حضرت شیخ شہاب الدین

کل دیاں درجہ محکم دین

حضرت شیخ ضیاء الدین	جنید امرشد نجم دین
ملک بقادح مال یقین	چمکے نور الہی وا
شاہ محمد قطب جہانی	رزشن چہرہ نور نورانی
زوج و بیال دے کوئی نہ ثانی	مالک دفتر شاہی وا
عبداللہ حسین لقب موحد	صورت یوسف ہمیشہ ساد
عاشق مولا و ڈا عابد	سایہ سر الہی وا
شیخ علاؤ الدین بہاؤ	بہت سہی تے و ڈا دلاور
دولت مال لٹا کے سارا	پھڑیا راہ گدائی وا
حضرت شاہ جنید بغدادی	ایوانقا سم نیک نہادی
ہنم خانوادیے دا مالک	مالک دفتر شاہی وا
سری سقطی شیخ کہانے	گرا ہاں نول رستے ناوے
چہڑا اس دے در جاوے	حالی کدی نہ آئی وا
حضرت خواجہ چو شہور	شہر کرخ وچ برسے نور
ہر دم سنا عید وچ حضور	واقف نہیں جہان وا
ولی اللہ دا ڈر الطائی	جیندے اندر سر الہی
تاریخ جیندی کل لوکانی	ملیا حظ رہائی وا
حضرت خواجہ جنید بیہی	واقف شمس قمر سب نبی
وچ عبارت ثابت قدمی	برسے نور الہی وا
نام حسن اصحاب بہ مقرر	طالب علی بہا سرور

وچ ولباں دے درجہ برتر	چمکے نور الہی وا
حضرت شاہ علی مردانہ	بلیا جیوں فقر خزانہ
حضرت جنیدی روح میدانی	خیر قلعہ گزائی وا
حضرت محمد صاحب سہارا	جنید ابن مبارک پیارا
جنیدی خاطر کل پسارا	نور و نور دکھائی وا
جس نون خالق کول بلایا	خرقہ فقر عطا فرمایا
کسے نبی دے ستھ نہ آیا	ایسا گنج حنائی وا
میں مسکین غریب بچارا	نام نخت شاہ اوگن ہارا
مرشد راہ دکھایا سارا	ہویا فضل الہی وا
مرشد میرا ولی مکتل	ولی فضل شاہ درجہ اول فضل
پورا سارا کامل اکمل	برسے نور الہی وا
جس دا مرشد شاہ برائت	ہر دم اس تے کہے عینت
مالک ہے جو کل ولایت	افضل نام بلانی وا
حضرت میرا ال افضل علی	جنید اور جہت کھنیں بالہ
پہلا خادم قسمت والا	شاہ دولہ دریائی وا

پہر شہر میں ایک شاہ ولایت ہوتا ہے۔ شاہ دولہ گجرات کے شاہ
 ولایت ہیں صاحب سلیم التوارخ کہتا ہے۔
 وہ شاہ صاحب کے حسب ہدایت ریاضت شاقہ

اور ذکرِ شغل میں مصروف رہے وادارتِ غنیمی
 ہونے لگی تو شاہ صاحب نے ان کو گجرات رہنے
 کی اجازت دی شاہ دولہ گاہے گاہے مہینہ مہینہ
 دو دو مہینہ گجرات جا رہتے اور پھر خدمتِ شریف
 میں حاضر ہو جاتے۔ (ص ۴۰۰)

شاہ سید امرت کے انتقال کے بعد شاہ دولہ مستقل گجرات آ رہے۔
 ایلیٹ کہتا ہے۔

پھر آپ سیالکوٹ سے چل پڑے اور امرت
 کے حاصریدوں سے دور کچھ عرصہ سیالکوٹ سے
 پانچ شہر سے رہے شاہ سید کی وفات کے دس
 سال بعد تک وہ سیالکوٹ کے نواح میں مقیم رہے
 ان کے بعد شاہ دولہ گجرات تشریف
 لائے اور حکمِ خداوندی کی پابندی میں وہاں مستقل
 رہنے لگے۔ (ص ۶۳۳)

ابوابِ فتوح ظاہری و باطنی بروئے مفتوح گشتند
 خوارقِ کرامات بے حساب ازوئے ظہوری آمدند
 و خلقے کثیر از حاجت منداں و نیاز عقبا بخدمت
 و سے حاضر آندہ برادانت نامی رسیدند

بے شمار ارادت مندوں کے علاوہ شاہ دولہ گجراتی نے ایک سلسلہ میں اپنے خاص مریدوں کو منسلک کیا۔ ان کو الف شاہی کہتے ہیں۔ رسالہ سراج الفقرا میں طریقت کے دوسرے سلسلوں کے ساتھ نمبر ۲۹ پر شاہ دولہ کے سلسلہ کا ذکر ملتا ہے۔

اسی گروہ (دولہ شاہی) کے فقرا الف شاہی بھی کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جلی ہوئی راکھ سے ایک لکیر اپنے ماتھے بناتے ہیں

سلطان احمد لاہوری نے ایک قصیدے کے شعر میں انہیں فقروں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جس طرح تو نے الف خانی کہتے ہیں لاکھ

ویسے کرے کام میرا شاہ دولہ دیکھنا

شاہ دولہ کے مرید دور دور پھیلے ہوئے ہیں۔ جموں۔ پونچھ۔ سرحدی علاقہ سوات۔ مالکنڈ۔ کافرستان میں ان کے مرید ہیں۔ شاہ دولہ کے فقیر سال میں ایک بار مریدوں کے پاس آتے ہیں۔ اور ان سے ایک روپیہ لیتے ہیں جس کے بدلہ (ایلیٹ کے الفاظ میں) انہیں روحانی اور باطنی فائدوں کی امید ہے۔ شاہ دولہ کے بعض مرید سوات کے اخوند صاحب سے بھی رشتہ جوڑتے ہیں۔ پیر حیب کسی مرید کا ہاتھ پکڑتا ہے۔ تو اس کی عافیت کی ذمہ داری لیتا ہے۔ یہ کچھ صرف زندہ پیروں سے خاص نہیں بلکہ یہ رشتہ پیر کے دنیا سے پر وہ کرنے کے بعد بھی قائم رہتا ہے۔ مریدوں کو ایک دوسرے کے سپرد

کرنے کا طریقہ بھی ہے اس طرح شاہ دولہ کے بعض مریدان خود صاحب کے
سایہ عاطفت میں ہیں۔ مقامات محمود میں لکھا ہے کہ قاضی سلطان محمود
آوان شریف والوں کو دسویں سفر کے بعد حکم ہوا کہ اب ان کا حصہ شاہ دولہ
کے پاس ہے۔ انہیں سوات آنے کی ضرورت نہیں پھر قاضی صاحب مرحوم درگاہ
شاہ دولہ میں رہنے لگے۔ آج بھی مسجد شاہ دولہ میں وہ حجرہ موجود ہے جہاں ان کا
قیام تھا۔

بہر حال شاہ دولہ کا وسیع حلقہ ارادت قائم تھا۔ ان پر لوگ پروانہ وار
گرتے تھے۔ سلیم التواریخ میں لکھا ہے کہ لوگ روز بروز زیادہ تعداد میں ان کی
طرف رجوع کرتے تھے۔ اس کی وجہ ان کی دعاؤں میں اثر شخصیت کا جاؤ
مقتناطیسی حلقہ اثر جو چاہیں کہ لیں شاہ دولہ کی مقبولیت کے پیش نظر کچھ
دوسروں نے بھی مقابلہ میں دکائیں چہرہ کانی چاہیں۔ ایسے ہی ایک نقیر کا ذکر
ایلیٹ نے کہا ہے جس کا نام "سیدالبتلا" یا جاتا ہے۔ اس نے دعویٰ کیا کہ
شاہ دولہ کی بجائے وہ شاہ ولایت ہیں۔ شاہ دولہ نے کرامت کے ذریعہ
اسے قائل کیا۔ اس نے غلطی مان لی اور پھر اس کی خبر نہ آئی۔

شاہ دولہ کے کچھ مخالفین کا تعلق اہل ظواہر سے بھی تھا۔ اور یہ ان
کے درپے آزار رہتے تھے صاحب خزینۃ الاصفیاء نے لکھا ہے۔

وقتے حاسدا و معاندان و ملایاں خشک بروے

محضر نوشتند و در سووائے ایذائے دے گشتند (ص ۱۰۳)

یہ میرال فاضل اور ان کے ہم نواؤں کی طرف اشارہ ہے جنہیں اہل

طریقیت کے طور پر یقیناً وجد و حال ہمارے و رقص سے چڑھتی۔ کیونکہ انہیں
مشاغل میں فرائض دینی سے غفلت بھی شامل ہو جاتی تھی۔ جسے یہ حضرات
یکسر پسند نہیں فرماتے تھے۔

شاہ سید اسرمدست نے نعمت باطن شاہ دولہ کو عطا کی۔ غلام سرور
لاہوری نے لکھا ہے :-

پس شاہ دولہ مدستہ سکر و جذب وستی لاحق
حال ماند سجد کیہ فرائض سن ہم ازوے ترک

می گشتند (ص ۱۰۲/۱۰۳)

اور فتنی گنیش داس نے صاحب نامہ میں لکھا ہے :-

وسید میراں فاضل کہ در تعصب مذہب کامل بود

بادرویشاں بہ فرقتی جختے عداوت گونہ داشت

اسی تعصب کی نوعیت بیان کرتے ہوئے صاحب نامہ کا مصنف

فاضل میراں سے متعلق رقمطراز ہے :-

داور علم شریعت و فقہ ہمارے کلی داشت

(ص ۱۷۸)

شاہ دولہ ادرآپ کے درویشوں کے خلاف محض شاہ جہانی دربار میں

پیش ہوا تھا۔ لیکن فاضل میراں اور ان کے ہم نواؤں سے کہیں زیادہ شاہ جہانی

ان خاک نشینوں کو سمجھتا تھا۔ اپنی خوش اعتقادگی کے پیش نظر اس نے

انہیں کوئی ایذا نہیں پہنچائی۔ صرف شاہ دولہ کے دو مریدوں پر حد شرع جاری

کی گئی تھی۔

ہاں ہمہ شاہ دولہ کا مقصد وحید ایک وسیع اور منافع بخش حلقہ ارادت
تاکم نہیں کرنا تھا صاحب مقامات محمور نے لکھا ہے۔

ہاں شاہ دولہ یہ پسند کرتے تھے کہ خلق اللہ کی

خدمت کی جائے۔ بدبودار نالیاں جو عوام کی تکلیف

کا باعث ہیں۔ صاف کی جائیں۔ کمزوروں اور ضعیفوں

کے گھراٹا پیسے نہ چاہئے۔ کسی مجبور و معذور کے

گھر لکڑیاں کاٹ کر ڈالی جائیں۔ اور کسی مویشی کے

لئے گھاس کھو کر چارہ ہٹا کیا جائے۔ ص ۳۶۰ - ۳۶۱

شاہ دولہ کا لنگر جاری رہتا تھا۔

و باوجود عدم اسباب دخل خرچ بسیار داشت

مردم کثیر از مطبخ اور وظیفہ خوار بودند۔

شاہ دولہ کو جو خدائزائے غیب سے دیتا تھا۔ آپ سب کچھ غریب اور مساکین

میں تقسیم کر دیتے تھے۔ اور عنایات و ریائی کو کسی مذہب و ملت کے غریب سے

خاص نہیں رکھتے تھے۔ ان کی محبت کا دائرہ تو انسانوں تک بھی محدود نہیں

سبھی تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ چرندے پرندے و زندے تک آپ سے

اس رکھتے تھے۔ کیونکہ آپ کو سبھی جانداروں سے محبت تھی۔ ایلٹ کہتا ہے

ان کے پاس گویا چڑیا گھر تھا جس میں جنگلی جانور

اور پرندے پلتے تھے کیونکہ آپ ان سے محبت

کرتے تھے . (ص ۶۳۲)

صاحب فرحت الناظرین نے بھی ایلٹ کی ٹائید کی ہے

واقسام وحوش و طیور گرواد جمع آمدہ فیل و شتر

شیر و سب و دیگر جانورال فراہم آمدہ راتبہ انہا ہیا و شت

جناب فیصل حسین فضل نے ہمیں بتلایا کہ شاہ دولہ کا آخری شیر ۱۸۸۵ء

تک زندہ تھا۔ اس وقت کے ڈپٹی کمشنر نے پھر اسے خطرناک گردان کر گولی

مرواری

صاحب خزینتہ الاصفیا، صاحب تذکرہ اولیائے ہند محمد اختر دہلوی

کے علاوہ دوسرے سب تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ سب سے سوا شاہ دولہ

دریائی کی محبت کا مرکز وہ تھے تھے جنہیں شاہ دولہ کے چوبے کہتے ہیں یہ

بچے ناقص اخلاقت ہوتے ہیں۔ گونگے بہرے ہوش جو اس سے عاری۔ ان

کے سر پھوٹے کان بڑے اور منہ چوبے کی مانند ہوتے ہیں۔ ان کے نام ہوتے

ہیں۔ مگر جب وہ دودھ چھوڑ کر چھ کھا پی سکنے کے لائق ہوتے ہیں تو انہیں

درولیشوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر انہیں مالکوں کے نام سے ہی پکارا

جاتا ہے۔ جو انہیں کے ساتھ گلی کوچوں میں مانگتے پھرتے ہیں۔

مقامات محمود میں ہے۔

یہ ان بانجھ عورتوں کے پہلے بچے ہیں۔ جو اولاد کے

لئے آپ کے پاس دعا کرانے آتی تھیں۔ اور اچھی

ہو کر صاحب اولاد ہوتی تھیں (ص ۳۶۹)

ایلیٹ بھی یہی لکھتا ہے :-

عام طور پر خیال یہ ہے کہ یہ چوہے شاہ دولہ
دریائی کی دعاؤں کا پھل ہیں۔ دوسرے ولیوں
کی طرح شاہ دولہ اولاد کے خواہش مند چوہے کو
(بفضل خدا) اولاد سے نواز سکتے ہیں۔ مگر پہلا
بچہ جوان کی دعاؤں کے طفیل پیدا ہوگا چوہا ہوگا۔
— بے عقل، چھوٹے سر والا، لمبے کانوں اور
چوہے کے منہ والا۔ (ص ۱۱۳)

اور صاحب خزینۃ الصغیاء لکھتے ہیں :-

اگر کسی بے اولاد برائے حصول اولاد بخدمت
وہے استدعاے دعا بجناب کبریٰ کرے زبرد
اگر سپر کلاں خود نذر ماکھی اولاد از در گاہ خالق حقیقی
بتوعطا خواہد شد۔ سائل قبول می کرد و سپر اول
کہ بجانہ اش پیداشدے اور چند علامات می بود
ادل سر او خور و بودے۔ درم گنگ و بے زبان

سوم مجذوب مسلوب الحواس (ج ۲ ص ۱۰۲)

دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے جسے تذکرہ میں
شاہ دولہ کا ذکر چلی نکلا ہے۔ آپ کے چوہوں کا ذکر بھی ضرور ہے۔ اور یہ بھی
برابر لکھا گیا ہے کہ آپ دعا کرنے سے پہلے وعدہ لیتے تھے کہ پہلا بچہ

ان کی نذر کیا جائے گا۔

صاحب حدیقۃ الاولیاء نے لکھا ہے :-

ہر چہ از خیر و شر از زبانش بر آیدے ہم چہ مال

یہ ظہور رسیدے، تیر دعائے دے گاہے از

نشانہ خطا زلفت ۔

شاہ دولہ محیب الدعوات تھے بہر حال مال باپ کو شاہ دولہ کی دعا
کا پھل چوہا بنتا تھا جسے وہ بخوشی آپ کی نذر کرتے تھے۔ اور شاہ دولہ
بخوشی قبول فرماتے۔

والدین اور اصغر شاہ دولہ آورندے قبول می

نمود و نزد خود می داشت ہم چہین صدمہ طغیان

موش شاہ دولہ موسوم می بودند بخدمت دے

حاضر می بودند خوراک از لنگر دے می یافتند

(ج ۲ ص ۱۰۴)

اور کہتے ہیں۔ یہ سلسلہ شاہ دولہ کے انتقال سے منقطع نہیں ہوئے
شاہ دولہ کے توہل سے اولاد کے خواہشمند اب بھی آپ کی درگاہ پر منت
مان سکتے ہیں۔ بار آور ہونے کے بعد والدین کو پہلا بچہ شاہ دولہ کی نذر کرنا
ہوگا مگر وہ نذر کرنا قبول جائیں یا کسی وجہ سے ایفائے عہد نہ کریں۔ تو دوسرا
تیسرا بچہ بھی چوہا ہوگا۔ تاہم کہ شاہ دولہ کی درگاہ پر منت مان ہونی اتاری
نہیں جائے گی۔ جب کتاب خزینۃ الاصفیاء لکھی جا رہی تھی۔ اسی سال

شاہ دولہ کی درگاہ پر ۲۷ بجے اور ۳ بجیاں اسی شکل و صورت و عادات کی مزار پاک پر موجود تھیں۔ غلام سرور لاہوری یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر سال دُور، دُور سے والدین شاہ دولہ کے چوبے لے کر آتے ہیں۔ اور حضور کی نذر کرتے ہیں۔

بے اولادی، خواہش اولاد دعا، کرامت شاہ دولہ کے چوبے نذر بھی کا ذکر کیا گیا۔ انار اولیاء اللہ میں فقیر اللہ قادری نے ایک اضافہ اور فرمایا ہے جس کا ذکر کسی اور تذکرہ میں ہماری نظر سے نہیں گزرا۔

سننے ہیں کہ جب کبھی کسی چوبے کا وقت خیر ہوتا ہے تو وہ جہاں بھی ہو واپس درگاہ گجرات پہنچ جاتا ہے۔

اگر یہ درست ہوتا تو شاہ دولہ کے مزار کے ارد گرد پھیلے دو سو سالوں سے سینکڑوں چوبوں کے مزار ہوتے مگر ایسا نہیں ہے۔ بہر حال ہم نے تذکروں میں جیسا دیکھا ویسا ہی لکھ دیا مگر ہم سمجھتے تھے کہ شاہ دولہ کی دعاؤں کا پھل چوبہ کیوں جاتا ہے اور آپ کیوں پسند فرماتے تھے۔ کہ اپنی نذر کا پہلا بچہ ناکارہ اور اپنا بچہ سوخت ماننے والوں کا پہلا بچہ۔ دوسرے بچوں کی طرح ٹھیک ٹھاک ہوتا جسے نذر گزارنے کے بعد والدین کو واپس دیدیا جاتا تو ہماری رائے میں شاہ دولہ کی عنایات کے تقاضے زیادہ مناسب طریقہ پر پوسے ہوتے۔

مائیکرو سفالی ایک بیماری ہے جس میں بچہ کا سر نسبتاً چھوٹا ہوتا ہے اور وہی ساری علامتیں موجود ہوتی ہیں جبکہ ذکر شاہ دولہ کے چوبوں کے ضمن میں کیا گیا ہے شاید وہ انسان دوستی میں مشہور تھے آپ غریبوں بکیوں کا سہارا تھے آپ مائیکرو سفالی کے مریضوں کا سہارا بھی بن گئے ماں باپ کیلئے یہ بچے عذاب تھے معلوم نہیں یہ کیسے مشہور ہو گیا۔ کہ یہ بچے شاہ دولہ کی کرامت کا نتیجہ ہیں۔ اور پھر بھی تذکروں میں اس کا ذکر آ گیا۔ ہماری اطلاعات کے بموجب یورپ اور امریکہ میں بھی یہ چوبے موجود ہیں۔ زندہ انسان کے اس چڑھاوے کی تین سو سال تاریخ بڑی دردناک ہے۔ درگاہ شاہ دولہ کے متولیوں ان چوبوں کو آمدنی کا مستقل ذریعہ بنا لیا وہ نہیں ٹھیکہ پر درویشوں کے پسو کر دیتے تھے یا انہیں بیچ ڈالتے تھے۔ اور ان بیچاروں سے بھیک مانگنے کا کاروبار کر لیا جاتا تھا۔ اس طرح گجرات اور نواحی علاقوں میں ایک ٹی سماجی برائی پھیل گئی تھی جبکہ اذقان نے درگاہ کا قبضہ لینے کے بعد ان اپنا بچوں کا چڑھاوا قبول کرنے سے انکار کر دیا اور بار بار بچوں کو ماں باپ کے سپرد کر دیا اور ان بھیک منگوں کا کاروبار کرنے کو سختی سے منع کیا۔ اس نے بھی نامم چوری چھپے درویش انکو گلی گلی لئے پھرتے ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ اس سماجی برائی کو قانوناً ختم قرار دیا جائے اور عوام کو سمجھایا جائے کہ یہ کرامت نہیں۔

منشی گینیش داس نے شاہ دولہ سے متعلق لکھا ہے

درگجرات پل و چاہ و مسجد نشاں اند

(ص ۱۷۷)

اور ایلیٹ نے لکھا ہے :-

آپ نے بہت سی عمارتیں بنوائیں مسجدیں تالاب اور

کنوئیں وغیرہ

محمد اختر دہلوی اور صاحب فرحت الناظرین اور میرزا اعظم بیگ تاریخ گجرات
میں اس کی تائید کرتے ہیں۔ دہلوی محمد اکبر علی سلیم التواریخ میں لکھتے ہیں :-

ان کو شروع سے رفاہ عام عمارتوں کا شوق تھا جو

کچھ آمدن ہوتی تھی مفید عام عمارتوں پر لگا دیتے تھے (ص ۲۰۰)

یہی معلومات صاحب خزینۃ الاصفیاء غلام سرور لاہوری نے ہمیا کی ہیں :-

و عمارات عالی از قسم چاہ سرے پل مسجد تعمیر فرمود

چنانچہ عمارات دوسے درگجرات سیالکوٹ وغیرہ حال

یادگار دوسے ہاتی اند (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۱۰۲)

شاہ دولہ کے رفاہ عام کے کاموں کی تفصیل تذکرہ تواریخ میں مرقوم

ہے۔ سید احمد مست نے خالقاہ اپنے سنہ کے لئے حجرہ مسجد چاہ

دہلی بھی خود تعمیر کروائی۔ وفات کے بعد ان کا مزار شریف وہیں بنوایا گیا جس کے

گرد و فضیل پختہ صاحب سلیم التواریخ کہتے ہیں، ان کے خلیفہ اعظم شاہ دولہ

گجراتی نے بنوائی تھی۔

اعظم بیگ لاہوری تاریخ گجرات میں لکھتے ہیں :-

ریاستہ لاہور میں پل شاہ دولہ کے پائے جاتے
 ہیں۔ اور اسی شہر گجرات میں ایک پل محاذ دروانہ
 مشرقی کی نالی معروف شاہ نالی کے اوپر بنوایا جو
 اب تک موجود ہے (یعنی ۱۸۶۷ء تک جس وقت
 میرزا صاحب افسر بندوبست گجرات تھے) کچھ مہرت
 سرکار انگریزی نے کرائی ایک مسجد اور تالاب بنجھتے جا
 شرق اس شہر کے انہیں کا تعمیر کر وہ تھا مسجد کا
 مہراب اور کوئی کوئی زینہ تالاب کا بوجہ نشان باقی
 ہے شہر سیالکوٹ میں خانقاہ امام علی الحق وغیرہ
 مزارات جو گرد خانقاہ موصوف ہیں بعمارت پختہ
 انہیں کے بنوائے ہوئے ہیں۔

ایلیٹ لکھتا ہے :-

شاہ دولہ کسی سے روپیہ پیسہ کا سوال نہیں کرتے
 تھے۔ مگر مزدوری فوراً ادا کر دیتے تھے۔ آپ پرانی
 عمارات کے کھنڈرات باسانی دریافت کر لیتے
 تھے۔ اور وہیں سے کھود کر ملبہ نکلاتے تھے اور

انہی عمارتوں کے کام میں لاتے تھے (ج ۱ ص ۶۳۳)

میجر ایلیٹ کا مقالہ آثار ہند میں فروری ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا جس میں
 شاہ دولہ کے سب سے بڑے کار خیر یعنی ڈیک نالہ پریل کی مفصل تاریخ بیان

کی گئی تھی۔ ڈیک نالہ جموں اور حیدرآباد کے مقام پر دونوںوں سے مل کر نیتا
 نے۔ اور ضلع سیالکوٹ میں تحصیل ظفر وال کے ایک گاؤں کے نزدیک داخل
 ہوتا ہے تحصیل نارووال پسرور سے گزر کر ضلع گوجرانوالہ میں چلا جاتا ہے۔
 بارشوں کے دنوں میں سیلاب کی وجہ سے اس کی تباہ کاریاں دور دور تک پھیل
 جاتی ہیں۔ ضلع لاہور۔ گوجرانوالہ اور شیخوپورہ والے اس سے بخوبی واقف ہیں۔
 ایلٹ لکھتا ہے :-

عہد شاہجہانی میں کشمیر کے سفر کے دوران داراشکوہ
 کے ذاتی ساز و سامان اور سری بیگم کے کئی اونٹ
 سیلاب میں بہ گئے۔ ڈیک نالہ میں طغیانی آئی ہوئی
 تھی۔ شاہجہان نے گجرات کے فوجدار کو وہیں حکم
 دیا کہ اس نالہ پر بادشاہ کی واپسی کے وقت
 مستقل پل ہونا چاہیے۔ میرزا بدیع عثمان نے
 لاکھ کوشش کی مگر وہ تو اینٹیں بھی اکٹھی نہ کر سکا۔
 اور جب شاہجہان نے اظہار ناراضگی کیا۔ تو اس
 نے کہا کہ صرف شاہ دولہ گجراتی اس پل کی تعمیر
 کروا سکتے ہیں۔ (ج ۱ ص ۶۳۲/۶۳۵)

شاہ دولہ کو طلب کیا گیا۔ آپ کو کراچی کے ذریعہ پہلے ہی معلوم ہو گیا
 تھا کہ آپ کو کیوں بلایا جاتا ہے۔ آپ نے خوشی پل کی تعمیر کا بیڑہ اٹھایا۔
 وہیں پاس ایک گڑور رہتا تھا۔ جو اسی تیزی کے ساتھ جس تیزی سے

آپ پل کی تعمیر مکمل کر دیا ہے تھے۔ اسے گروادیتا تھا۔

مقابلہ و مناظرہ کے بعد گروکومات ہوئی شاہ دولہ

پھر اسے چونے کی بھٹی پر لے گئے۔ اور اسے گرون

تک چونہ گچ میں گڑا دیا۔ (ایلیٹ ج ۱ ص ۶۳۵)

بڑا نامی ایک شخص جو اس پاس کی ساری زمین کا مالک تھا پل کی تعمیر

میں کچھ کم خارج نہیں ہوا۔ پل بن جانے سے پایاب رستہ پر گزرنے والوں

سے شکایں وصول کرنے کا ذریعہ اس کے ہاتھ سے نکل رہا تھا۔ جب وہ آپ

کو پل نہ بنانے پر راضی نہ کر سکا۔ تو اس نے پانی کا بند کاٹ دیا۔ اس کا خیال

تھا کہ سارے فقیر ڈوب جائیں گے۔ مگر شاہ دولہ نے پیش بندی کے طور پر

ذیلی بند تعمیر کروا رکھا تھا جس کی وجہ سے کسی درویش کو گزند نہ پہنچا۔ جب اس کی

شرارت حد سے بڑھی تو شاہ دولہ نے اس کی شکایت لاہور میں شاہ جہان سے

کی اس نے حکم دیا کہ اس کی مشکلیں کس کر دربار میں پیش کیا جائے۔ اور پھر اس

کا سر کاٹ کر نیم کے درخت سے لٹکایا جائے۔

شاہ دولہ کی سفارش ہی سے اس کی جان بخشی ہوئی پھر اس نے شاہ دولہ

کا مرید ہو کر پل کی تکمیل میں ان کا ہاتھ بٹایا۔

ولی اللہ خان نے پاکستان ٹائمز مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۶۶ء نے ان پر پنج

پلوں کی نشان دہی کی ہے۔ جن کا ریکارڈ محکمہ آثار قدیمہ کے پاس موجود ہے

پل عبداللطیف (پشاور) پل دریائے یار (پشاور) ایک مورید پل (نواح پشاور)

پل شاہ دولہ (گجرات) جو مشرقی دروازے، فصیل کے محاذ میں ہے۔ اور پل

شاہ دولہ جوڈیک یا ڈیک نالہ پر (گو جہراوالہ) ہے۔ ولی اللہ خاں اسکا محل وقوع بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یہ پل گاؤں شاہ دولہ میں واقع ہے۔ جو گو جہراوالہ

میں نمبر نمبر ۱۸۳۳/۱۶۴۲، ۶۶۰ اور ۱۶۵/۶۶۰

شاملاتِ ذہ۔ اور جہاں سے جی ٹی روڈ پر کامونگی

کی طرف پہنچ سکتے ہیں۔ یہ لاہور سے ۲۵ میل ہے

کاموں کی سے ایک کچا راستہ اس پل کو جاتا ہے

جو تقریباً وہاں سے دس میل دور ہے۔

انہوں نے پل کی تعمیر کی تفصیلات بھی بیان کی ہیں۔

یہ پل ۳۲ فٹ لمبا ۴ فٹ چوڑا ہے۔ اس

کے دونوں طرف ۲ فٹ اونچی اور ۲ فٹ موٹی

پرودہ دیواریں ہیں۔ اس پل کے ۵ دریں جن

پر چار خوبصورت نوکیلی ڈائیں لگی ہوئی ہیں برکوی

ڈاٹ ۵ فٹ چوڑی ہے۔ اور دوسری ۱۲ فٹ

رستہ کا فرش کھڑی اینٹوں کا چورنگ بنا یا گیا ہے

پل کے چاروں کونوں پر ہمیشہ پہلو برجیاں ہیں

جن پر گچیاں بنی ہوئی ہیں۔ ان برجیوں کے برابر

دیوار تقریباً ۴۵ کا زاویہ بناتی ہوئی شروع ہوتی

ہے۔ اس کے اندر کی طرف ڈائیں لگی ہوئی ہیں

اور طاقے بنائے ہوئے ہیں۔ تہ میں چار فٹ
 موٹی چونگ "سلیب" پڑی ہوئی ہے۔ جو اب تک
 موجود ہے۔ مگر اس کی حالت خستہ ہو چکی ہے۔
 سلیب کے نیچے سوراخ موجود ہیں۔ اور یہ سلیب
 پر پانی کے اخراج کا معقول انتظام ہے۔ عام
 حالات میں پانی سلیب کے نیچے بہتا ہے۔ مگر
 سیلاب کے دنوں میں پانی اس کے اوپر سے گزرتا
 ہے۔ نیچے سوراخ بتلاتے ہیں۔ کہ اس کے نیچے
 انٹی ڈاٹھیں لگی ہوئی ہیں۔

اس پل پر کوئی کتبہ لگا ہوا نہیں ہے۔ اس لئے اس کا سن و سال تعمیر
 بالکل درست معلوم نہیں ہو سکتا۔ شاہان مغلیہ کے سفر کشمیر کے رستے میں یہ
 نالہ بڑی دشواری تھا۔ اور پل کی تعمیر کے رستے میں جو دشواریاں حائل تھیں۔
 انہیں شاہ دولہ ہی رفع کر سکتے تھے۔ رفاہ عام کے کاموں میں دلچسپی کی وجہ
 سے شاہ دولہ بڑا تعمیری تجربہ رکھتے تھے۔ جسے بروئے کار لا کر پل بنایا گیا
 اور آپ نے وہ کام پائے تکمیل کو پہنچایا جس میں مغلیہ فوجدار بنا کام رہا تھا۔
 ایسے صرف کچھ اینٹیں مل سکی تھیں۔ اور جس پر ناراض ہو کر اس نے بڑے دل
 کو قید کر دیا تھا۔ شاہ دولہ نے تعمیر پل کی ذمہ داری قبول فرمائی تو ان ٹھیکہ داروں
 کی سفارش بھی فرمائی جنہیں چھوڑ دیا گیا۔ سارے انتظامات مکمل ہوئے۔ تو
 بالآخر یہ شاہانہ پل تعمیر ہوا۔

ولی اللہ خان لکھتے ہیں :-

اگرچہ یہ درمیانہ درجہ کا پل ہے۔ مگر ہر لحاظ سے

شاہی تعمیر معلوم ہوتا ہے۔

تاریخ ہند میں اس پل کی ایک اور تاریخی اہمیت بھی ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے وقت اس کا بیٹا معظم پشاور کا صوبہ دار تھا مغل تاریخ کے پیش نظر اسے معلوم تھا کہ بالآخر تخت نشینی کی جنگ میں تلوار و ٹوک فیصلہ دے گی۔ اس لئے اس نے نکل تیاریاں کر رکھی تھیں۔ جالندھر و قباہ میں اس نے فوج رکھی ہوئی تھی۔ اس کے حکم سے پارہ واری کے جانور اکٹھے کئے گئے تھے۔ دریاؤں کو عبور کرنے کے لئے کشتیاں بہیاں کی گئی تھیں راجپوتوں کی ایک بڑی بھیر کو بھی ملازمت میں لے لیا گیا تھا۔ یہ سب اس کی زیر نگرانی ہوا تھا۔ خانی خان نے ان تیاریوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

۲۳ مارچ ۱۷۰۷ء کو آگرہ کی طرف بڑھا۔ اس وقت اس کے پاس

سہ کار سی خزانہ میں ۶۵ لاکھ روپیہ تھا۔

معظم کی رسم تاج پوشی پل شاہ دولہ پر ہوئی پھر وہ بطور شہنشاہ ہندوستان ۱۳ مئی کو لاہور میں اترا۔ ۱۲ جون کو آگرہ آیا شہزادہ بڑی تیزی سے سفر کر رہا تھا لاہور سے کل فاصلہ ۲۳۴/۲۵ میل ہے۔ اندازہ ہے کہ رسم تاج پوشی یکم یا دوسری مئی کو ادا کی گئی ہوگی۔ پشاور سے بغیر تاج پوشی کے لاہور اور ولی کی طرف بڑھنا صاف بتلاتا ہے کہ جنگ وراثت کے بعد وہ ولی یا آگرہ میں تاج پوشی کا خواہاں تھا۔ مگر شہزادہ اعظم نے احمد آباد و کن میں سر پتاج دھرا شاید اسی لئے

معظم کو بھی جلدی کرنی پڑی

پل شاہ دولہ پرتاج پوشی کوئی ایسی عجیب بات نہیں ہے۔ اکبر اعظم کی

تاج پوشی کلاوڑ میں ایک جلدی سے بنائے ہوئے جوتے پر ہوئی تھی۔

ڈیک نالہ پر پل کافی عرصہ سے مرمت طلب تھا۔ اور اس کی طرف کوئی

توجہ نہ دی گئی۔ پھر وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔ ۲۷ جولائی ۱۵۹۹ء کو طغیانی کی وجہ

سے پل کو بڑا نقصان پہنچا۔ درمیانی حصہ میں دراڑ آگئی اور اس کا مشرقی حصہ

پانی میں بہ گیا۔

شاہ دولہ سن ۱۵۹۵ء جلوس اکبری میں پیدا ہوئے۔ اور آپ نے کچھ

اکبر اور جہانگیر شاہ جہاں کا پورا دور دیکھا اور عہد اور رنگ زیب میں انتقال فرمایا

صاحب نامہ کا مصنف کہتا ہے۔

و عہد اکبر و جہانگیر و شاہ جہان ہستم خود ویدہ ہنتر

عالمگیری ایک ہزار شہتا و شش (مطابق

۱۶۷۵ء) از جہاں فانی بہ عالم جا وانی رحلت

فرمودند۔ (ص ۱۷۷)

ایلیٹ لکھتا ہے۔

شاہ دولہ ۱۵۸۱ء مطابق ۱۵۹۹ء (اکبر شاہ

کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ اکبر کے انتقال کے وقت آپ

سیالکوٹ تھے۔ آپ جہانگیر کی جلوس کے ساتویں سال

۱۰۲۲ھ میں ہجرت آئے (رج ۱ ص ۶۳۲)

اکبر بادشاہ سے شاہ دولہ کی ملاقات کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ اور قریباً

یہی ہے کہ آپ کی ملاقات اکبر سے نہیں ہوئی۔ بلکہ ملاقات ممکن بھی نہیں تھی شاہ

کا ابھی وہ بلند مقام نہیں تھا۔ جو آپ کو جہانگیر اور شاہ جہان کے عہد میں ملا تھا۔

ولی اللہ خاں کی تحقیقات کے مطابق بھی شاہ دولہ ۹۸۹ھ مطابق ۱۵۸۱ء

عیسوی میں پیدا ہوئے اور قطع تاریخ میں (الفاظ خدا دوست کے مطابق) ۱۰۸ھ

مطابق ۱۶۷۶ عیسوی انتقال فرمایا۔ اس طرح آپ اکبر جہانگیر اور شاہ جہان کے

عہد عصر ہیں۔

ایلیٹ بادشاہ جہانگیر سے آپ کی ملاقات کے سلسلے میں

دیکھنا ہے۔

شاہ دولہ دلپسند جالوروں کے سروں پر ٹوپیاں

رکھا کرتے تھے جن میں ریوڑیاں سلی ہوتی ہوتی

تھیں۔ ایک بار آپ کا ہرن لادھ جہانگیر جہاں

بادشاہ جہانگیر شکار کھیل رہا تھا۔ بادشاہ نے ہرن

کو دیکھا اس کے پوچھنے پر اسے شاہ دولہ سے

متعلق بتلایا گیا۔ اس نے دو آدمی شاہ دولہ کے لئے

آنے کے لئے روانہ کئے (ص ۶۳۲)

آپ نے خانقاہ میں قاصدوں کی خاطر دربارت کی۔ اور اگلی صبح آپ

جہانگیر کے سامنے آئے۔ نور جہاں ساتھ موجود تھی جہانگیر نے پوچھا۔ آپ نے
 اکسیر اعظم کہاں سے پائی ہے۔ شاہ دولہ نے کہا انہیں اکسیر کا کچھ پتہ نہیں ہے
 اور آپ صرف یقین ہیں مگر چہرے ہرے سے شاہ دولہ با اثر امیر کبیر ہی نظر
 آتے تھے بادشاہ کو ڈر ہوا کہ شاہ دولہ اس کے خلاف بناوت بھی کر سکتے
 ہیں۔ نور جہاں کے مشورے سے بسترنگ کی زہریلی پوشاک شاہ دولہ کو دی
 گئی۔ مگر آپ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ دوسری پوشاک میں اور زہر لگا ہوا تھا۔ مگر اس سے
 بھی آپ کو گزند نہ پہنچا۔ اب بادشاہ نے زہریلا شربت تیار کرانے کا حکم
 مگر تیاری کے دوران اس کا تخت ہلنے لگا۔ محل میں زلزلہ آگیا اور جہانگیر کو ہر
 طرف فقیروں کے چہرے نظر آتے تھے جہانگیر نے جب یہ کرامت دیکھی۔ تو
 اس نے آپ کو عزت کے ساتھ رخصت کرنے کا حکم دیا۔ اور اشرافیوں کی دو
 تھیلیاں نذر کیں۔ آپ نے اشرافیاں ملازمین شاہی میں بانٹ دیں اور جب
 اس نے آپ کو کچھ اراضی (تقریباً پانچ سو ہیکٹیر) خرچ لنگر و درگاہ کے سلسلے
 میں دینا چاہی۔ تو آپ نے منظور نہ فرمایا۔ کہانی احوال اس کی ضرورت نہیں۔
 ایلین نے دوسرے تذکرہ نگاروں سے زیادہ معلومات ہم پہنچائی ہیں۔
 مگر وہ حسب دستور آخذوں کی نشان دہی نہیں کرتا۔ ورنہ باسانی آن کی طرف
 رجوع کر کے واقعات کی درستگی سے متعلق فیصلہ کیا جاسکتا تھا۔

شاہ دولہ کی ملاقات شاہ جہان سے ثابت ہے سفر کشمیر کے دوران میں
 دارا اور سلیم صاحبہ کے لاہور و ادنیٰ ڈیگ نالہ میں بہہ گئے ہیں۔ اور جب شاہی
 فوجدار مستقل پل بنانے میں ناکام ہو گئے تو آپ کی طلبی ہوئی۔ اور آپ نے

اس سے تکمیل پل کا وعدہ فرمایا

اورنگ زیب عالمگیر سے بھی ملاقات کا ذکر ایلہیٹ کرتا ہے۔

شہزادہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ آیا وہ یا اس کا بھائی

دارایامراد تخت کا وارث ہوگا۔ وہ شاہ دولہ کی

خدمت میں آیا۔ اور ایک مرغ زرین (سوات کا

ایک پرندہ) ایک ولایتی بلی اور ایک عصا پیش

کیا مطلب یہ تھا کہ اگر شاہ دولہ نے دوسرے

تخالف وصول کر کے عصا سے لٹا دیا تو یہ وارث

تخت کے لئے نیک شگون ہوگا۔ شاہ دولہ نے

ہونہی شہزادے کو دیکھا آپ اٹھے اور شہزادے

کو سلام کیا اور اسے دولت پناہ کہا۔ آپ نے اسے

ایک روٹی عنایت کی اور عصا دے کر کہا کہ خدا

نے تجھے یہ روٹی دی ہے۔ اور یہ عصا، یہ تیری طاقت

کی علامت ہے۔ اس لئے خوش رہو۔۔۔۔۔

..... بڑے عرصے کے بعد جب اورنگ زیب

ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔ تو اس نے شاہ دولہ

کو پھر بلایا۔ آپ کرامت کے زور سے اس کے

سامنے آئے۔ بادشاہ اکیلا خاصہ پر بیٹھا تھا۔ اس

نے دیکھا کہ ایک اور ہاتھ اس کے ساتھ کھانا

کھا رہا ہے۔ اس نے لوکروں کو بلوایا۔ اس نے
 کہا ہاتھ کسی آدمی کا معلوم ہوتا ہے جس کی دوسری
 انگلی نہیں ہے۔ ایک غلام نے جس کا نام بخت اور
 تھا۔ کہا یہ ہاتھ شاہ دولہ کا ہے۔ بادشاہ نے رخواست
 کی کہ آپ ظاہر ہو جائیں۔ اور اسی دم شاہ دولہ
 بادشاہ کے سامنے کھڑے تھے۔ انہیں بلند
 تحفے دے کر رخصت کیا گیا (ص ۶۳۵/۶۳۶)

شاہ دولہ کے مریدوں میں راجوری کے راجہ بھی تھے۔ ایک کا نام پتر سین
 تھا۔ وہ شاہ دولہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ اس کا نام تاج دین رکھا گیا۔ تاج دین
 کے دختر بلندا ختر پیدا ہوئی تو شاہ دولہ نے مرید خاص کے ذریعہ پیغام بھیجا۔

یہ لڑکی بادشاہوں کا مال ہے۔ اس سے بادشاہ
 پیدا ہونگے۔ اس کو نہایت حفاظت اور عزت سے پرورش
 کیا جائے۔ خوش اعتقاد راجہ اس فرمان کے پھینپنے پر جو
 بروئے کشف کیا گیا تھا خود گھبراہٹا حاضر ہونے کے

تیار ہوا۔ (تذکرہ راجگان راجور ص ۱۸۲)

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اس خاندان میں رواج تھا کہ راجہ اور اس
 کے قریبی رشتہ داروں کے گھر میں دختر تولد ہوتی تو اسے زندہ دفن کر دیتے یا قتل
 کر دیتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ کسی خاندان کو اپنا ہم سر نہیں سمجھتے تھے جس
 میں بیٹی کو بیاہ دیں۔ قدیم رسم کی پابندی کا تقاضہ بھی یہی تھا۔ پھر لڑکیوں کا ہونا

مٹانی عزت بھی خیال کیا جاتا تھا۔ اس لئے نہ صرف راجوں مہاراجوں بلکہ
 اور نیچے گھرانوں میں بھی دستکشی کی رسم موجود تھی۔
 معلوم ہوتا ہے کہ صاحب الوار اولیاء اللہ جناب فقیر اللہ قادری نے
 تذکرہ راجگان راجورد مؤلفہ مولانا ظفر اللہ خان مطبع آفتاب ہندس ۱۹۰۷ء کا
 مطالعہ نہیں فرمایا۔ انہوں نے کسی حوالے سے یہ واقعہ سن لیا۔ اور اس کے اجزاء
 جیسے بھی ذہن میں محفوظ رہے بیان کر دیئے جس سے کہانی ذرا بدل گئی ہے۔
 فقیر اللہ قادری کے مطابق لڑکی کو غیرت کے مارے ہندو راجہ نے دفن کر دیا تھا
 اور آپ نے خادم بھیج کر اسے جتا لیا کہ لڑکی مری نہیں اسے نکال لیا جائے۔ راجہ
 تیار نہ ہوتا تھا کیونکہ اسے دفن ہوئے عرصہ گزر چکا تھا۔ اس کے آدمیوں نے
 تاہم لڑکی کو نکالا وہ زندہ تھی۔ اور انگوٹھا چوس رہی تھی۔

راجہ حضور قبلہ عالی کی یہ کرامت دیکھ کر بیچہ بال بچہ
 آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سب مسلمان ہو کر آپ
 کے مریدوں میں داخل ہوئے۔ اس لڑکی کی شادی
 پرورش کے بعد آپ کے حکم کے مطابق شاہی خاندان
 مغلیہ میں کی گئی۔ اور اس کی اولاد سے کئی بادشاہ
 خاندان مغلیہ کے ہوئے۔

تذکرہ راجگان راجورد میں لکھا ہے۔

شاہ دولہ کا پیغام ملنے کے بعد راجہ خود درگاہ میں
 حاضر ہوا۔ بہ سجاوٹ اور راجہ چھوٹی چھوٹی پیدل مندریں

کرتا تھا اور خدم و حشم کے علاوہ مرید خاص بھی ساتھ
 لے کر شاہ دولہ مرید خوش عقیدت کی پیشوائی میں شہر
 سے باہر آئے۔ اور اسے ساتھ لائے اور وہاں رکھا۔
 اس نے مولو مسعود کو حضرت کی گود میں دیا۔
 حضرت نے ادنیٰ و اعلیٰ سے سعادت اندوز فرمایا۔
 راجہ نے بہت سے مخالفت ہدایہ نذر و نیاز پیش کی۔
 جو عزت قبول سے منفق فرمائے گئے حضرت نے پھر
 فرمایا کہ یہ دختر نیک اختر شاہوں کا مال ہے۔ اس سے
 کئی بادشاہ پیدا ہوں گے۔ اسے حفاظت و احتیاط

سے پرورش کیا جائے (ص ۸۳/۸۲)

راجہ واپس راجہ چلا آیا اور اس لڑکی کی غور و پروا نہ تھی کوئی وقیفہ
 فروگذاشت نہ کیا یہ خوش نصیب لڑکی خاندان کی ضیاء سمجھی جاتی تھی۔
 راجہ کماری کا نام راجہ بانی تھا۔

۱۰۵۲ء میں شاہ جہان کشمیر کو جاتا تھا۔ راجہ مسرحد پر سلام و تیار کے لئے
 حاضر آیا۔ اور ہم رکاب بادشاہ کو راجہ تک لایا۔

شاہ دولہ کے کشفی فرمان و پیش گوئی کی اطلاع شہزادے
 کے گوش گزار ہو چکی تھی۔ یہ واقعہ گجرات سے راجہ تک
 بلکہ اس مضافات میں مشہور عام ہو چکا تھا شہزادے
 کی پہلی شادی کر دہر سے ۱۰۲۶ء میں ہو چکی تھی جس کی

وہ اپنی نظیر آپ بھی مگر بادشاہ نے راجہ سے دستبردار

خواستگاری شہزادہ عالمگیر کے لئے کی جس کو راجہ نے

اپنے پیر صافی ضمیر کی کرامت، اپنی خوش اقبال کی فرزندہ

طالعی سمجھ کر بطیب خاطر شکرگزاری قبول فرمایا (ص ۷۸)

راجہ بائی سے راجہ کماری اب راج محل بیگم ہوئی۔ جب شاہ دولہ نے

عصائے شاہی اور روئی اپنی طرف سے پیش کر کے اورنگ زیب کو دولت پناہ

کہا تو ایلٹ کہتا ہے :-

اورنگ زیب نے بیگم سے ذکر کیا جس نے اسے

بتلایا۔ اور اسے وہ پیش گوئی یاد دلائی کہ وہ بادشاہوں

کی مال بنتے گی۔ اس کے بیٹے معظّم اور محمود تھے۔

جن میں سے پہلا بہادر شاہ کے لقب سے منور ہوا

کا بادشاہ بنا۔ (ص ۶۳۶)

عزیزی قدرت اللہ چودھری اپنے تحقیقی مقالہ مسجِدِ بیگم پورہ (شاہین

شمارہ ۳ ج ۲) میں کہتے ہیں :-

۱۱۳۱ھ میں بیگم صاحب کا انتقال ہوا وہ شاہ دولہ

کی مرید تھیں وصیت کی کہ حضرت کے دربار کے

نواح میں انہیں دفن کیا جائے چنانچہ بیگم صاحب

کی امانت لاش گجرات میں دفن کی گئی شاہی خرچ

سے مسجد تالاب باغ اور مقبرہ تعمیر ہوئے۔

مزید معلومات فراہم کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں :-
 قبر سنگ مرمر کی بنی ہوئی تھی۔ وقت کے ساتھ
 ساتھ سنگ مرمر کے ٹکڑے مزار سے الگ ہوتے گئے
 سر ہانے ایک دیوار ہے۔ اس پر سیمینٹ کا تاج بنا ہوا
 ہے۔ یہ تاج بھی سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا۔ تاج ٹوٹ
 گیا۔ قسیمینٹ بنوا دیا گیا۔ سر ہانے ایک سیاہ پتھر
 نصب ہے جس پر فارسی کے دو اشعار میں تلام
 تاریخ درج ہے۔

تیک خوبگیم فرشتہ خصال

چشم لست از بہاں بے بنیاد

گفت ہاقت بہ قاسم الجنتہ

جائے مریم بہشت عالمی دار

۱۱۳۱ھ

شہزادہ معظم بھی آپ کا ارادت مند تھا۔ اورنگزیب کی وفات کے
 بعد وہ حاضر خدمت ہوا تھا۔ مرید شاہ دولہ سدالسدیت بھی دارالاشکوہ کے
 اشارے پر آستان بوسی کے لئے آیا۔ اور شہزادے کے لئے طالب دعا ہوا
 مگر آپ نے دعائے فرمائی۔ آپ پہلے اورنگزیب کے واسطے دعا کر چکے تھے
 بہ درست نہیں ہے کہ نواں میں شاہ دولہ کی ملاقات گرداناک سے
 ہوئی تھی۔ شاہ حمزہ غوث سیالکوٹی کا انتقال ۹۷۰ھ میں ہوا۔ اور آپ گرد
 نانک کے ہم نشین تھے۔ شاہ دولہ کی تاریخ پیدائش ۹۸۹ھ شاہ سید امیرت

کی عمر ۸۰/۹۰ سال سمجھی جاتی ہے۔ ان کا سن وفات ۱۰۱۵ء ہے۔ اس لئے
سن پیدائش ۹۲۵/۹۳۵ ہوا جس زمانہ میں شاہ دولہ سید ابرہمت کے مرید
ہوئے آپ نو عمر تھے۔ اور شاہ سید ابرہمت، شاہ حمزہ غوث سے بھی شاہ سید
کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔

ایلیٹ لکھتا ہے

جب شاہ دولہ کا وقت اخیر آیا تو انہوں نے اپنے

مرید بہاؤن شاہ کو بلا یا۔ اور انہیں دلق تقیری دے کر

باقاعدہ سجادہ نشین و وارث کیا۔ (ص ۶۳۶)

کہتے ہیں کہ بہاؤن شاہ کا اصلی نام بہاء الدین ہے۔ اس کے لئے ایک
مثال دی جاتی ہے کہ درگاہ بہاء الحق ملتانی کے سجادہ نشین شیخ بہاء الدین ثانی
کو بھی بہاؤن شاہ کہا جاتا ہے۔

یہ ممکن ہے..... دوسرے شاہ دولہ کا تکیہ کلام پہاؤ تھا۔ اس

سے قریب پہاؤن یا بہاؤن ہو سکتا ہے۔

بہاؤن شاہ کے متعلق ایلیٹ لکھتا ہے۔

شاہ دولہ کے موجودہ مرید کہتے ہیں کہ بہاؤن شاہ

شاہ دولہ کے فرزند تھے۔ اب چاہے وہ اصلی بیٹا

ہوں۔ یا متبنی یا مرید موجودہ پیر زادے۔

(ص ۶۳۶)

ہیں۔

تذکرہ اولیائے ہند ج ۲ ص ۱۶۷ پر محمد اختر دہلوی شاہ دولہ سے متعلق

لکھتے ہیں :-

اور آپ نے شادی نہیں کی مجھ سے ہے۔

گویا محمد اختر دہلوی کے نزدیک بہاؤن شاہ، شاہ دولہ کے مرید یا صفا
کھے۔ ان کے فرزند نامور نہیں کھے۔ اہل صفا سے متعلق تذکرہ نگاروں
نے اشارے بھی کئے ہیں کہ اپنے مقامات جذب و سکر پر ایسی کیفیت ان
پر طاری ہو جاتی تھی کہ انہیں دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی تھی۔ اور اسی لئے ایسے
باخدا لوگوں کے لئے شادی بیاہ صرف بے معنی ہو سکتا تھا۔ صاحب ^{سلیم التواریخ} نے
نے سید ابرہست سے متعلق بھی لکھا ہے کہ آپ سار کی عمر مجھ سے ہے (ص ۳۹۸)
شاہ دولہ سے متعلق بھی وہ لکھتے ہیں۔

مشہور ہے کہ شاہ دولہ سار کی عمر مجھ سے شادی

بالکل نہیں کی جو لوگ مجھ اور سجادہ نشین ہیں۔ وہ

ان کے خلیفہ کی اولاد سے ہیں۔ مگر وہ خود شاہ دولہ

کی اولاد بتلاتے ہیں۔ (ص ۴۰۳)

میرزا اعظم رقمطراز ہیں :-

اور گرد و نواح خالقہ خدمت گزارانِ خالقہ

آباد ہیں۔ اس آبادی کا نام گڑھی شاہ دولہ ہے

صاحب تاریخ گجرات نے خدمت گزاروں کا ذکر کیا ہے اولاد کا نہیں۔

شجرہ نسب سال ۱۸۶۸ء موضع نالوال فتح پور مشمولہ گجرات دکھانہ نمبر

۲۰۹-۱۹۶ء عرف مرجان میں گڑھی شاہ دولہ کا ذکر ہے شجرہ نسب حسب

ذیل ہے۔

۱۔ شاہ دولہ قوم فقیر گوت قریشی

۲۔ بہاؤن شاہ

۳۔ قائم شاہ، ایزد بخش، احمد بخش، کرم شاہ، حیات شاہ
لاولد لاولد

شاہ دولہ کی قوم فقیر گوت قریشی لکھی ہے۔ بہاؤن شاہ کو اولاد شاہ دولہ سے دکھلایا ہے۔

غلام سرور لاہوری صاحب خزینۃ الاصفیاء نے بھی بہاؤن شاہ کو اولاد، شاہ دولہ، امام و جانشین لکھا ہے۔ محمد اختر دہلوی، غلام سرور لاہوری کے خوشہ چین ہی نہیں اکثر جگہ وہ خزینۃ الاصفیاء سے لفظ بلفظ ترجمہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ تاہم اولاد شاہ دولہ کے بارے میں وہ غلام سرور لاہوری سے اختلاف کرتے ہیں۔ منشی گنیش داس نے صاحب نامہ میں لکھا ہے۔

من بعد خلف الصدق او معرفت آگاہ بہادن شاہ

مدتے زیب آرائے سادہ و سجادہ بود بتاریخ یک

ہزار یک صد و ہشت (مطابق ۱۶۹۶ء) بقی پوسٹ (ص ۱۷۷)

کہتے ہیں موضع روپو وال بہادن شاہ کی شادی ہوئی۔ جہاں شاہ و کد کشمیر جاتے

ہوئے کھڑے تھے۔ منشی گنیش داس نے دو شادیوں کا ذکر کیا ہے۔

حضرت بہاؤن شاہ پنج پسر از دو زوجہ تولد یافتند

از اہلیہ اول مراد بخش و کام بخش و از زوجہ ثانی سرفروز
 ایزد بخش حیات بخش و کریم بخش این سہمہ پنج تن چوں
 پنج پیر فیض بخش صغیر و کبیر بودند پس نوبت بہ
 نوبت خدا پرستی زدہ از مستی موجود در گزشتند و بہ نسیبتی
 مطلق در شدند از اولاد ایشال میاں منور شاہ و مودی
 مروبالیاتت بودند دریں دلامیاں حسن شاہ فضل شاہ

و چون شاہ وغیرہ از بنا بر حضرت شاہ دولہ موجود اند (ص ۱۷۷/۱۷۸)
 اولاد میں ایک دختر کا بھی ذکر ہے جس کا صاحب نامہ میں مذکور نہیں حضرت شاہ دولہ کی
 اولاد کا مسئلہ بڑا اہم ہے جس پر ہماری تحقیقات جاری ہیں۔ چالیسین نذر نذر اول
 کی آمدنی کی تقسیم کے سلسلے میں ایلٹ نے لکھا ہے۔

گدی نشینی کے باقاعدہ کوئی اصول نہیں شاہ دولہ

کے ہر آدمی کا نذر نذر اول میں حصہ ہوتا ہے ان
 میں سے تین کا خاص اثر و رسوخ ہوتا ہے۔ اور
 انہیں تینوں میں سے ایک سجادہ نشین کہلاتا ہے
 یا دولہ ولی کا وارث ساری آمدنی تین حصوں میں تقسیم
 کر دی جاتی ہے۔ اور ہر حصے کو چھوٹے حصوں میں
 بانٹا جاتا ہے۔ اور حصہ رسدی سب کو مل جاتا ہے
 حصہ دار اپنی یاری پر ایک دن کی آمدنی کے حقدار

بھی ہوتے ہیں (ص ۶۱۳/۶۱۴)

بہاؤن شاہ کی وراثت حضرت آیات کا ایک قطعہ تاریخ حسب ذیل ہے

پسر دولہ دلی آزادہ مشرب زخم ایزد ہمیشہ شاہ بودے
 زجام عشق مست آن شاہ ن کہ رندان در جنابش در سجودے
 بیدیدارم چون گشت مشتاق حق دعاش از حین رنوال و ویدے
 چوں رحلت کرد از دنیا بعقبی نمودم باخرو گفت و شنیدے
 کہ نارنجش بگو گفتا کہ این است دصالش شرحق دل دریدے

حقیقتہ الاولیاء میں مزار حضرت شاہ دولہ دریائی گنج بخش سے متعلق لکھا ہے
 اور مزار گوہر بار شہر گجرات پنجاب میں زیارت
 گاہ خلق ہے۔

تذکرہ اولیائے ہند میں محمد اختر دہلوی نے بھی یہی الفاظ لکھے ہیں۔
 غلام سرور لاہوری نے لکھا ہے۔

مزار گوہر باروے در شہر گجرات پنجاب زیارت
 گاہ خلق است و از اولادے وے پیر بہادن شاہ
 بہ تعمیر مزارے پرداخت و دریں ایام امام، شاہ
 سجادہ نشین مزاروے است (ج ۲ ص ۱۰۴)

ایلیٹ کی اطلاعات اس ضمن میں زیادہ تفصیلی ہیں:-

مقبرہ اور درگاہ شاہ دولہ گجرات شہر کے مشرق
 میں شاہ دولہ دروازے سے سو گز کے فاصلہ پر ہے
 ان کی اولاد درگاہ کے قریب جواریں بستے ہے۔
 اور اس نواحی محلہ کو گروھی شاہ دولہ کہتے ہیں۔

— اور یہ درگاہ سترھویں صدی (عیسوی) کے آخری

حصے میں ایک درویش بہادشہ نے بنوائی درگاہ

پھر دوبارہ کرسی دے کر ۱۸۶۷ء میں بنوائی گئی ۱۸۹۸ء

میں شاہ دولہ کے مریدوں کے اس کی مکمل مرمت کرائی۔ (ص ۶۳۰)

خزینۃ الاصفیا اور ایلینڈ دونوں نے درگاہ کی پہلے پہل تعمیر کروانے

والے کا نام نامی بہادشہ لکھا ہے شاہ دولہ کا انتقال ۱۶۷۵ء میں ہوا اور بہادشہ

آپ کے فرزند نامدار سترھویں صدی کے آدمی تھے۔ ایلینڈ کے مطابق انہوں

نے تعمیر درگاہ کروائی اولاد شاہ دولہ میں ایک اور بہادشہ شاہ ہونے ہیں جو خلیفہ شاہ

کے والد ماجد تھے جنہوں نے ۱۳۰۹ھ میں کرامت نامہ شاہ دولہ کا فارسی سے

ترجمہ کیا۔

ایلینڈ نے ۱۸۶۸ء تقریباً سو سال بعد مزار مبارک کو بلند کرسی دے کر

بنوانے کا ذکر کیا ہے یہیں بتلایا گیا ہے کہ اس وقت مزار ایک بلند چوڑے

کی شکل میں تھا جس کے چاروں طرف چھتیاں تھیں۔ اور اوپر مزاروں کے

تغویز چوڑے کی کل تیرہ سیڑھیاں تھیں جن پر زائر کھڑے ہو کر فاتحہ خوانی کرتے

تھے۔ اور اپنی نذر نیاڑوں میں ڈال دیتے تھے کسی کی مجال نہ تھی کہ اوپر کرسی

یا چوڑے پر قدم رکھے۔ اور نذر نیاڑوں سے بھر جاوے کس جیب آتا

تو جو پیسہ ملتا۔ پیرزادوں کے سپرد کر دیتا۔

مزار اور اصل چناب کے کنارے بنا ہوا تھا۔ جہاں آسپہ سالہ

تھی۔ اور دریا ہر سال سلامی کے لئے حاضر ہوتا تھا۔ مزار کو پانچویں سال سے

نقصان پہنچا یا نقصان پہنچنے کا احتمال ہو گا سن مذکور میں اونچی کڑی دے کر مزار کو اسی لئے بنوایا گیا تھا۔

تیسری بار جن مریدان باصفا کا تذکرہ ایلٹ نے کیا ہے۔ وہ قاضی سلطان محمود آوان شریف والے اور آپ کے ہم کار تھے۔ دریا سے چناب رستہ بدل بدل کر گجرات سے بڑی دور جا چکا تھا۔ اور اس کی یادگاریں صرف دونالیاں رہ گئی تھیں۔ اس لئے قاضی سلطان محمود نے جو پترہ کو شہید کروایا اور کھدائی کے بعد تعویذ لحد کے نیچے دو ان قبروں کے نشانات برآمد کروائے۔ جو آج درگاہ میں موجود ہیں۔ قاضی صاحب نے قریب بسنے والے پیر اول سے درخواست کی کہ صحن درگاہ کو وسیع کرنے کے لئے اپنے رہائشی مکانات کے کچھ حصے چھوڑ دیں۔ جناب قاضی مرحوم نے صرف درگاہ تقریباً ۲۰ فٹ مربعہ جو پترہ پر منہ چھوڑے آٹھ مینار اور دوسرا آٹھ تعمیر کروائے برآمدہ اس کے بعد چاروں طرف کھینچا گیا تھا۔ اس بار تعمیر کی گئی کے خزانچی حکیم محمد سعید تھے۔

پہرہ دیوار شمالی میں ایک دروازہ کھلتا تھا جو صرف مستورات استعمال کر سکتی تھیں۔ اس سے صحن درگاہ میں داخلہ کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا شمالی جانب ہی جس طرف سے مستورات داخل درگاہ ہوتی تھیں چراغ دان طاچہ کی صورت میں بنایا گیا تاکہ مستورات چراغ جلا کر وہاں آسانی رکھ سکیں۔

برآمدہ درگاہ میں خدائے تعالیٰ کے اسمائے حسنہ لکھے گئے ہیں۔ اور مزار شریف کی بیرون دروازہ نشانات حسنہ اللہ علیہ آلہ وسلم کے اسمائے گرامی دروازہ مزار شریف کے دونوں طرف آیات قرآنی مع ترجمہ لکھی گئی ہیں۔

اور مت گمان کرو ان لوگوں کو کہ مارے بیچ راہ
اللہ کے مردہ، بلکہ زندہ ہیں بیچ رب اپنے کے
خوش ہیں ساتھ اس چیز کے کہ دیا ہے۔ ان کو
اللہ نے

اللہ نے فضل اپنے سے اور خوش خبری لیتے ہیں۔
ان لوگوں کے جو نہیں ملے ساتھ ان کے چھپے ان
کے سے یہ کہ نہیں ڈرا و پر ان کے اور نہ ممکن ہوں
گے وہ۔

اے مسلمان وقت پکڑو ثابت رہنے سے اور نماز
سے بیشک اللہ ساتھ ہے ثابت رہنے والوں
کے اور نہ کہو واسطے ان لوگوں کے کہ مارے گئے
بیچ راہ اللہ کے مردے بلکہ زندہ ہیں۔ اور لیکن تم
نہیں سمجھتے ہو

تحقیق پر سیرگاز بیچ بہشتوں اور نعمتوں کے ہیں خوشی
کی باتیں کرتے ساتھ اس چیز کے دی ہے۔ ان کو
ان کے پروردگار نے اور بچا لیا ان کے پروردگار
نے عذاب دوزخ سے کھاؤ پوہتا بدل اس چیز
کے کہ تم کرتے

دروازے کے عین برابر دربا عیات ہیں کہتے ہیں پہلے پہل رباعی

صرف ایک تھی۔

عاجزی د انکسار آورده ام

بار عصیاں بے شمار آورده ام

ہم دو چیز آورده ام در بادگاہ

موسفید و روئے تار آورده ام

اور پھر صاحب رباعی نے حسب ہدایت دوسری جانب بھی رباعی کہہ

کر لکھوادی۔

عفو تقصیر خواہم یا معین

از طفیل رحمت اللعالمین

ہم طفیل انبیاء و اولیاء

وز طفیل ام رب العالمین

دروازے کے عین اوپر سن وفات درج ہے

بتوجید آل عارف حق گزیدہ

بگو شاہ دولہ بخت رسیدہ (۱۰۸۵ء)

برآمدے میں اندر کی طرف مشرقی جانب سے قصیدہ شجرہ عالیہ شروع

ہوتا ہے۔ اس کے کل اشعار ۲۴ ہیں۔ ان میں سے ۱۴ اشعار نقل کئے جا

چکے ہیں۔ باقی شعر حسب ذیل ہیں۔

بحق شاہ منور و سحر عرفاں

بحق شاہ عالم شیرزیداں

بحق شیخ احمد شاہ عالی

بحق اخوند مومن گروالی

سبح شیخ دین صدیق اکبر
مطیعتش شد محرم مشیت بنگر

سبح شاہ شیب پیر نورم
غیاث دین شہ عبد الغفورم

جناب غوث دین قطب اسلام
غیاث المسلمین شرح احکام

غیاث مستغیث شاہ دینا
صدر لامکال بالانشینا

توجہ کن توجہ کن بحالم
کہ در دست مصائب عالم

سبح حضرت سلطان محمود
ترجم کن بروا تمام مقصود

خداوند باین حضرات مغفور
مبارک ذاتا پیر لوزیر نور

بفضل خویش حاجت روا کن
بکرم خویش حساب دین بال کن

ان اشعار کے بعد آٹھ اشعار متفرق مثنوی کے انداز میں مرقوم ہیں۔

آل امانے کہ کروند اجتہاد
رحمت حق بر روان جلم باد

یوحنیفہ بربام باصفنا
آل سراج امنیان مصلفا

خدا یا سبح بنی فاطمہ
کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ

اگر دعوتم رو کنی در قبول
من دوست دامن آل رسول

نخستیں بویکے پیر مرید
عمر پنجہ بر پنج دموہنہ فیہ

خردمند عثمان شب زندہ دار
چارم علی شاہ دلدل سوا

بندہ پروردگارم امت حضرت نبی
دوستدار چارم تارم تارح اولاد علی

مذہب حنیفہ دارم لقت حضرت خلیل
خاک پائے غوث اعظم زیر سایہ ہر لیل

اور پھر یہ اشعار مشہور درج ہیں۔

یا صاحب الجمال دیار سید البشر
من وجہک المنیر لست نور القمر

لا یکن ثنا و کما کان حقیقہ بعد از خدا بزرگ تویی نصتہ مختصر
 ثنا آخر کل اصحابہ اشعار حسب ذیل ہیں -

خلق اطعاند جز مت خدا نیست تابع جز ز سید از ہوا
 از لعب بیرون ترفتی کودکی بے زکوٰۃ روح کے گود کی

آں کس کہ ترا شناخت جاں اچہ کند فرزند و خیال و خائماں را چہ کند
 دیوانہ کنی بہر دو جہب نش بخشی دیوانہ تو بہر دو جہاں اچہ کند

اولیا را در دروں ہم نغمہ است طالبان را از وحیات بے بہا است
 نشنود این نغمہ ہا را گوش حس کز سخن ہا گوش حس باشد سخن

کیف مد نظر نفس اولیا است کو دلیل نور خورشید خدا است
 سایہ یزدان یوسندہ خدا مرده این عالم و زندہ خدا

اولیا اطفال حقند اسے سپر در حضور و غیب آگہ با خیر
 برتر از عرش و کرسی و از حشد سالکان معقد صدق خدا

ہمیں کہ اسرافیل وقتند اولیا مرده از ایشال جہانت و نما
 اولیا اصحاب کہت اندازے غنود در قیام و در قلب و در قعود

گر ترا عقل پاداش ترین باش درویش و بدویشاں نشین
ہم نشینی جز بہ درویشاں کن تا توانی غیبت ایشاں کن

چوں شہوی دور از حضور اولیا در حقیقت گشتہ دور از خدا
اولیا را ہست قدرت ازالہ تیر جبتہ باز گرداند ز راہ

حب درویشاں کلید جنت است دشمن ایشاں منزلت لعنت است
زانکہ درویشاں ذرائع ملک و مال روزیے دارند ز رونا ز دوا بجلال

برآمدے سے باہر شرقی جانب، جناب پیر فضل حسین فضل کے
اشعار پنجابی مرقوم ہیں۔

کامل لوگ کرامت والے صاحب صدق صفایاں
رہڑوے بیڑے تے لگن اوہ جد کرن دُعایاں
خاراں دے وچ پیدا کردے خوشبوئیاں رعنائیاں
کرم کماون قطب بناون چوراں اہل خطبایاں
مٹی نول اکبیر پستاندے تائشیراں بدلائیاں
ٹھیکریاں پر بخشش کیتی لتلاں نال رلائیاں
باتی رہے نہ گھانا کوئی کمیساں گل گوائیاں
میں تائشیر والیاں نظراں جس جس تروت لگائیاں

بدل نت کرم وے دس رحمت جھڑیاں لائیاں
 رسن بھلا کیوں سائیاں والیاں کھیتریاں ترہائیاں
 جو جو منگیاں دیوں مراداں کولوں پائیاں
 واہ خوش جیہڑے در آتے ڈھٹھے وال گدائیاں
 کدے نہ گھٹیا مانگت لوکاں ٹٹاں پیاں چائیاں
 دن دن سگول اصفانہ ہو یا واہ پاک کماٹیاں
 ایہ ہتھ رکھن جس دے سرتے سرتوں ٹلن بھائیاں
 معصیت تھیں قیدی ایساں جادوں پا رہائیاں
 درو مندان دے درو چھانن نلے کرن دوائیاں
 وچ دربار الہی رکھن جیہڑے لوک رسائیاں
 کانیاں نکل کمانوں دگیاں ایہناں پچھاں بھوائیاں
 ایڈے زور خدا نے سختے شانال تے وڈیایاں
 مقتولال تے مولا کولوں گلاں پیاں منائیاں
 جو جو پچھائیاں ولنوں بھائیاں وچ سہیالاں آٹیاں
 فضل ایہاندیاں بگڑن نائیں ہرگز کاروائیاں
 بدھی وانگ جنہاں فریاداں پیراں تیک پہچائیاں
 قطعات تاریخ وفات شاہ دولہ متعدد ہیں خزینتہ الاصفیا میں قطعہ

چو شاہ دولہ با عزت و بیاہ

تاریخ ہے۔

زوتیا رفت در فروں شاداں

بسرور شد ندا تاریخ سالش
که شایند شاه دولا قطب دوران

سرخیل آل عارف حق گزیده

بگو شاه دوله بخت رسیده

خود در گاہ کے دروازے پر پہلا مصرع معمولی تبدیلی کے ساتھ رقم ہے

بہ توحید آل عارف حق گزیده

بگو شاه دوله بخت رسیده

"خدا دوست" سے بھی تاریخ وفات نکلتی ہے۔ رباعی درج دیل ہے

ولی شاه دوله کہ از دوست بود

بذکرش شب و روز ہم دست بود

خرد خواست از وصلش خبر

سروشش بگفتا خدا دوست بود

رباعی قطعہ تاریخ

از میال قائم چہ سراغ افروز

بزرگی شد ازین عالم کہ بود

پسراغ افروز مرقد شاه دوله

بتاریخش خرد گفتہ کہ گشتمہ

زہے قائم ولی مشتاق مولا

ریاضی تاریخ و آئم شاه

بود از یاد ذکر ایزد مست
 بر زمانه نشانده هر دو دست
 رفت بر عرش گشت تاریخش
 شد ز عالم سبک بحق پیوست

ایضاً

شد بر پشته قلندر دولا
 بود درگاه را زمین بوسی
 یافت این مژده از وصالش او
 رفت و آئم گدا بفردوسی

ایضاً

از عالم بے وفایی چون گشت جدا
 مرد از حدائی بود تاریخش
 و آئم دوله ولی مین گفت و کا
 گفتم خوشتر شنو ندانست جدا

قطعه

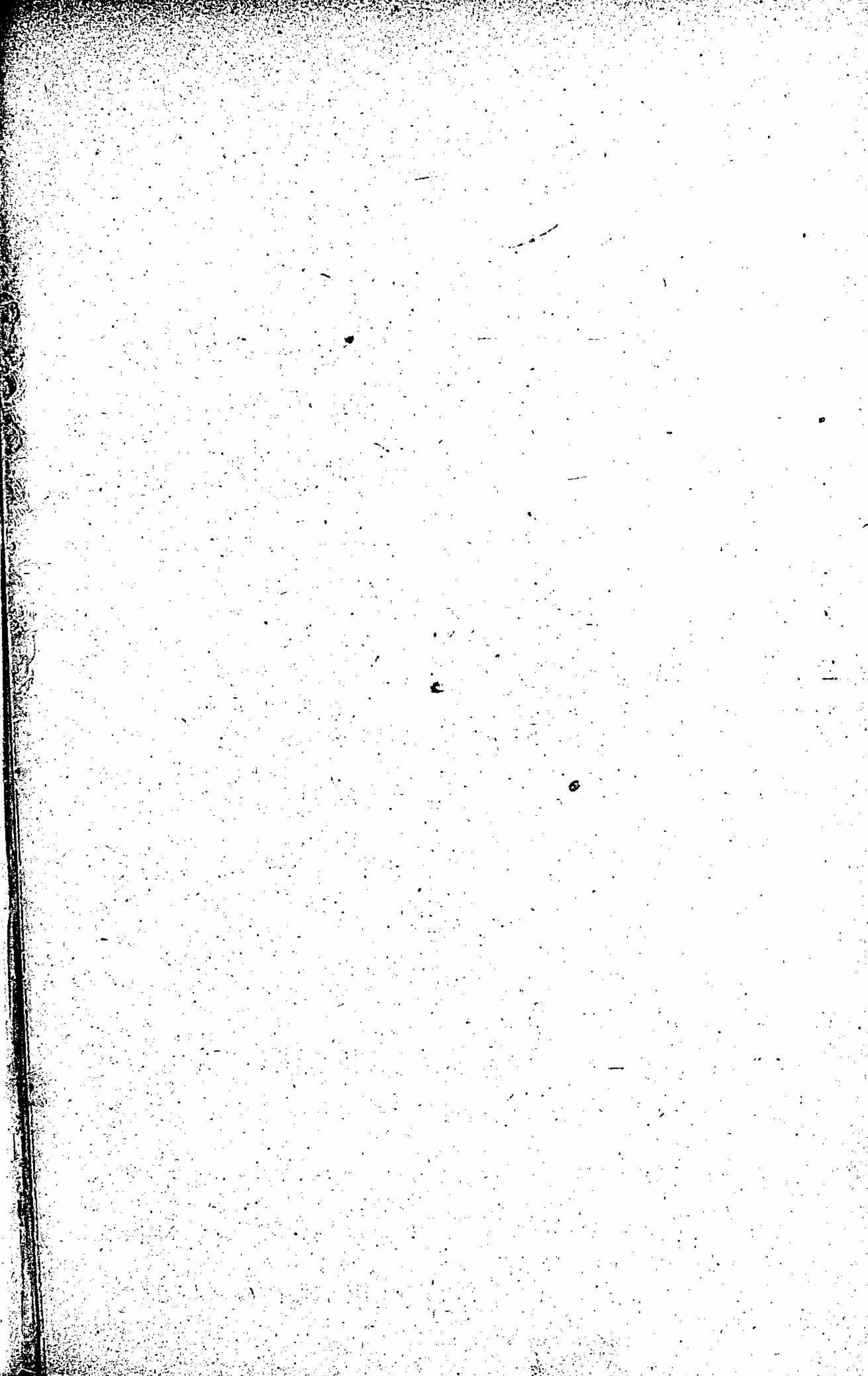
نہنگ بحر دوله پیر و آئم
 قلندر مشرب و زندانہ پوشش
 پلنگ بے ریا واقف ترا پیش

جہاں روشن ز نور خوشش لگا ہمش
چوں رحلت کرد تاریخش خرد گفت
شد از دنیا ہمہ عالم و فاقش

رباعی قطعہ تاریخ میان قائم چراغ افروز و قطعہ و رباعیات تاریخ
پیر و ائم کرامت نامہ شاہ دولہ فارسی کے سرورق سے نقل ہوئی ہیں۔ اور مصنفین
کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی معام ہوتی ہیں۔
ایلیٹ نے لکھا ہے۔

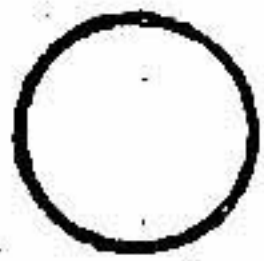
درگاہ شاہ دولہ میں ہر سال تین میلے لگتے ہیں
دو عیدین کے موقعہ پر تیسرا آپ کا عرس دسویں محرم
کو ہوتا ہے جمعہ کے دن ہر ہفتہ بھی رونق میلہ ہوتا ہے
ناچنے والیاں بھی آتی تھیں مگر اب بند کر دی گئی ہیں

عیدین کو میلے لگتے ہیں۔ درگاہ حضرت شاہ دولہ دریائی
گنج بخش پر جمعہ کے دن کے نہیں جمعرات کو تو مردوں کے فاتحہ درود کا دن ہے
ہر ہفتہ حاضرین کا ہجوم اب بھی ہوتا ہے عرس کا اہتمام محکمہ اوقات کی
کی جانب سے مقامی منیجر کرتے ہیں۔ ہزار شریف کو غسل دینے کے بعد ہزار
چادر چڑھائی جاتی ہے۔ اور پھر شاہ دولہ ولی کے مانتے والوں کا تانتا
بندھ جاتا ہے عرس کے موقعہ پر وعظ کا بندوبست بھی کیا جاتا ہے۔
اور محفل سماع بھی ہوتی ہے مجاہد اوقات کی طرف سے کم و بیش دس ہزار
آڈیوں کے لئے لنگر کا خاص بندوبست ہوتا ہے۔



مقدمہ

کرامت نامہ شاہدولہ



کرامت نامہ شاہ دولہ دریائی گنج بخش کی اشاعت کے لئے کسی معذرت کی ضرورت نہیں کرامت کے بیان میں اگر احباب کا ایمان تازہ ہوتا ہے تو امید ہے وہ ہمیں دعاؤں میں یاد رکھیں گے بہار مقصد کرامت نامہ کی اشاعت سے کچھ اور بھی ہے یہ کتاب اطلاعات کا بے بہا خزانہ ہے جس کی تاریخی اہمیت ہے۔ اور جسے پیش کرنے کی ضرورت سے انکار نہیں ہو سکتا۔

یہم کرامت نامہ کے مطالعہ سے جو نتائج اخذ کریں گے تاریخ و تذکرہ سے انہیں ملاتے جائیں گے تاکہ انکی صحیت کا اندازہ ہو سکے۔

کہا جاسکتا ہے کہ فارسی کرامت نامہ شاہ دولہ یا ترجمہ اردو پیر نجف شاہ من و عن چھاپا جاتا تو اور مناسب تھا۔ ہمارے خیال میں ترجمہ اردو یا فارسی کرامت نامہ کے چھاپے جانے سے خاطر خواہ فائدہ مرتب نہ ہوتا۔ فارسی کا ذوق اب نایاب ہے اور نجف شاہ نے ترجمہ ابتدائی اردو میں کیا ہے تاریخ اردو میں اس ترجمہ کی اہمیت ہو سکتی ہے۔ مگر عام لوگوں کو اس کے سمجھنے میں وقت

پیش آئے گی بہم نے اردو ترجمہ کا مقابلہ و موازنہ فارسی میں کسی کرامت ناموں کے نسخوں سے کیا۔ اور پھر کرامت کو جدید سادہ اور موزون زبان میں بیان کر دیا۔ کرامتوں کی تعداد میں کمی زیادتی نہیں کی گئی۔ نہ کسی جگہ کسی کرامت کی روح کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ کام اندازاً ۱۵۰۰ الفاظ میں بخوبی سرانجام پایا ہے۔

مطالعہ کرامت نامہ شاہ دولہ میں مندرجہ ذیل عنوانات کے سلسلے میں معلومات بہم پہنچائی جائیں گی۔

۱۔ مصنف کے حالات

۲۔ مختلف اردو اور فارسی نسخوں کے کوائف

۳۔ حضرت شاہ دولہ کے اسم گرامی کی بحث

۴۔ حضرت شاہ دولہ کا سید ہونا یا نہ ہونا

۵۔ خطاب و ریائی

۶۔ حضرت شاہ دولہ کی تعلیم و تربیت

۷۔ فہرست مشاہیرین کا کرامت نامہ میں ذکر ہے۔ ان سے متعلق کرامت نامہ

سے معلومات اور معلومات کی تاریخ و تذکرہ کے ساتھ موازنہ و مقابلہ سے

تصدیق یا تکذیب

۸۔ حضرت شاہ دولہ کے رفاہ عام کے کام

۹۔ حضرت شاہ دولہ کرامت نامہ کے آئینہ میں

کرامت نامہ کے مصنف کا نام مشتاق رائے ہے۔ وہ ہندو تھا شاہ دولہ

کی کرامت سے مسلمان ہووا۔ اور اس کا نام امان اللہ رکھا گیا کرامت نامہ اردو
ترجمہ پیر نجف شاہ میں اسکا ذکر اس طرح ہے۔

ایک شخص جو خاص طالب اور ہم جلس لیل و نہار
تھا۔ اور جو کہ کچھ خوارق کرامات جناب حضرت
سے سرزد ہوتی تھیں وہ بزبان فارسی تحریر کر لیا کرتا تھا۔
اول نام اس کا مشتاق رائے تھا۔ ایک روز سفید
پیراہن و دستار مبارک پہن کر خدمت اقدس
حضرت شاہ دولہ دریائی صاحب گنج علیہ رحمۃ اللہ
کی حاضر ہووا۔ تو حضرت نے اپنی زبان دراف آن
سے اس کو فرمایا کہ پہاؤ تو آج شیخ سعدی ثانی بن کر
آیا ہے پس اسی روز سے وہ مشرف باسلام ہووا۔
حضرت نے اس کا نام شیخ امان اللہ رکھا۔

کرامت نامہ اردو ترجمہ ورق ۲ ب

شیخ سعدی نے حکایات سے گلستان کو سنوارا تھا۔ اور مشتاق رائے نے خوارق
و کرامات و حکایات کو ملا کر کرامت نامہ شاہ دولہ دریائی کو ترتیب دینا تھا۔
بیان اول ہی میں خلیفہ مال سنگھ عرف کھنہ کا ذکر بھی ہے۔ اس کا نام بھی
حضرت شاہ دولہ نے امان اللہ رکھا تھا۔ وہ بھی آپ کے ہاتھ پر مشرف
باسلام ہوا تھا۔ اور اسے بھی آپ نے شیخ سعدی ثانی کہہ کر پکارا تھا۔
ایک دن خلیفہ مال سنگھ عرف کھنہ واسطے زیارت

حضرت کے خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضرت
 ارشاد فرمایا کہ پہاؤ تو شیخ سعدی ثانی پیدا ہوا حضرت
 کی زبان مبارک کی یہ تاثیر تھی کہ چند روز میں مشرف
 باسلام اور خلیفہ امان اللہ کے نام سے موسوم ہوا۔

(ورق ۳۱ الف اردو ترجمہ کرامت نامہ)

امان اللہ (مشتاق رائے) کا ذکر فارسی کرامت نامہ شاہ دولہ میں نہیں ہے
 خلیفہ مان سنگھ کھنہ کا ذکر موجود ہے۔

خلیفہ مان سنگھ کھنہ مراد رحیم لہاس منور از زبان

دعویٰ ترجمان شیخ سعدی فرمودہ بوند چنانچہ بعد از

انقضائے چند سال خود بخود مشرف باسلام موسوم

بسم خلیفہ امان اللہ گشتہ حیرت افزائی مردم روزگار

گر دید۔ (ورق ۷ ب کرامت نامہ فارسی)

واضح بات یہ ہے کہ ورق ۲ ب پر تعارفی نوٹ مشتاق رائے امان اللہ

سے متعلق پیر شیخ شاہ مترجم کرامت نامہ نے اپنی جانب سے بڑھا دیا ہے

بہر حال کرامت نامہ کا مصنف مشتاق رائے شاہ دولہ دریائی کامرید

باصفا اور انہی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔ اس نے خود اپنی آنکھوں سے خوارق

کرامت حضرت شاہ دولہ دیکھیں۔ اس لئے کرامت نامہ کی حیثیت ہم عصر شہادت

کی ہے۔ کرامت نامہ کے سن تصنیف سے متعلق مثنوی کے مندرجہ ذیل

اشعار کو پیش لفظ میں مصنف نے تحریر فرمایا ہے۔

بتوفیق حاصل اے بے نیاز
 بفضل و کرم خود توشش بساز
 ہزار و صد و سی و دو، بحر کا بود
 کہ بر آستانش سبز خامہ سود
 جماد الاول شہر تاریخ پنج
 شدہ نقد این گنج را طبع سنج
 بریں گنج کس را کہ افتادہ دست
 مئے دو نقش می کتد ز دست
 چنان دو نقش می شود دست گیر
 کہ گاہ خارشش تسازد ز بیمیر
 تولد و نطفت ولی شاہ دولا
 کند فضل بر حال من پاک دولا

ورق ۱۰ کرامت نامہ فارسی

کرامت نامہ ۱۱۳۲ ہجری میں مرتب ہوا یعنی حضرت شاہ دولہ دریائی
 کی وفات ۱۰۸۵ھ کے ۲۵ سال بعد۔ کرامت نامہ کے مختلف اردو اور
 فارسی نسخے ہمارے زیر مطالعہ ہیں۔ ایک کرامت نامہ منظوم فارسی از سنا اللہ
 کشمیری پیر خرابات ہے ان سبھوں کے کوالفت ملاحظہ فرمائیں۔

(ک) کرامت نامہ فارسی

سطرفی صفحہ ۱۲
 لفظ فی سطر ۱۱ اندازاً
 کل الفاظ ۷۰۰۰ اندازاً

کاغذ سیالکوٹی صاف

خط نستعلیق عمودہ

نام کاتب نامعلوم

لمبائی ۹ مِسْطَر ۶ ۱/۲

چوڑائی ۵ ۲

جلد بندی کے وقت مرمت صفحہ آخر سے سن تحریر تک ہو گیا ہے

تعداد کرامات ۱۰۹

نسخہ ملوکہ ایم۔ ایس نسیم چودھری

تقریباً تمام شد کرامت نامہ حضرت شاہ دولہ

گنج بخش دریائی قدس سرہ اللہ العزیز

بتاریخ ہشتم ماہ ذی الحج

(ب) کرامت نامہ فارسی

کل صفحات ۳۳۴

سطرفی صفحہ ۱۶

لفظ فی سطر ۳۳ اندازاً

کل ۶۵۰۰ اندازاً

خط نستعلیق معمولی

نام کاتب نامعلوم نقل جدید از پروفیسر احمد حسین قریشی

سن کتاب نامعلوم سن جدید ۱۹۲۷ء

سائز لمبائی $\frac{1}{4}$

چوڑائی $\frac{5}{4}$ مسطر ندارد x

نقداد کرامات ۱۰۲

۱. ترتیبہ تمام شدہ کرامات حضرت شاہ ولی حضرت

شاہ دولہ گنج بخش دریائی قدس اللہ سرہ العزیز

۲. تمام شدہ کرامت نامہ حضرت شاہ دولہ دریائی گنج گجراتی

بدستخط قریشی احمد حسین احمد قلعہ داری

نسخہ مملوکہ احمد حسین قریشی (پروفیسر)

جناب پروفیسر قریشی احمد حسین نے سرورق نوٹ دیا ہے

کرامت نامہ شاہ دولہ دریائی

مصنفہ مشتاق رام سن تصنیف ۱۱۳۲ھ

یہ کتاب نہایت ہی نادر الوجود اور اہم ہے حضرت شاہ دولہ کے مرید خاص مشتاق رام نے ان کی وفات کے ۲۰ سال بعد لکھی۔ اس میں پیشتر حالات ان کے چشم دید ہیں اس لحاظ سے شاہ دولہ پر اس سے مستند کوئی اور کتاب نہیں ہو سکتی۔ یہ کتاب نہایت دریدہ اوراق پر لکھی ہوئی تھی۔ اس سے نہایت محنت سے یہ نسخہ تیار کر لیا ہے تاکہ یہ کتاب درطہ فنا سے بچ جائے۔ اس کی دوسری

نقل اور کہیں موجود نہیں

دستخط احمد حسین قریشی صاحب

(ج) کرامت نامہ فارسی

۵۲. کل صفحات

۱۲ سطر فی صفحہ

اندازاً ۱۱ لفظ فی سطر

اندازاً ۴۰۰۰ کل الفاظ

سیالکوٹی صاف کاغذ

نستعلیق عمدہ خط

تمام کاتب نقل جدید سید شریف حسین شرافت نوشاہی نام معلوم

سن کتابت نقل جدید ۱۹۲۰ء سن کتابت نام معلوم

۱۰۹ تعداد کرامات

تمام شد کرامت نامہ حضرت شاہد ولہ گنج بخش دیالی قدس سرہ العزیز

تاریخ ہشتم ماہ ذی الحج

سید شریف حسین شرافت نوشاہی سجادہ نشین حضرت نوشہ گنج بخش
سایہ نیال شریف بھارت نسخہ مملوکہ

۱۵۲ کرامت نامہ

۱۵۲ کل صفحات

سطر فی صفحہ ۱۷
 لفظ فی سطر ۱۲ اندازاً
 کل الفاظ ۲۰۰۰ اندازاً
 کاغذ حنائی انگریزی عہد
 خط نستعلیق معمولی - قلم حلی رحمت سے لکھا ہوا ہے

نام کاتب فرزند علی

سن کتابت ۱۹۲۲ء

نام مترجم پیر نجف شاہ

سن ترجمہ ۱۳۰۸ھ

کل تعداد کرامات ۱۰۰

نسخہ ترجمہ اردو معہ شجرہ سہروردیہ کرامت نامہ شجرہ طالبان را خلفائے

جناب شیخ شامدولہ دریائی گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

رنقل از سرورق کتاب ہذا

ابتداء اب میں اس کرامت نامہ کو زبان اردو ترجمہ

کیا ہے۔ اگرچہ اس عاجز کو طاقت اس امر کی نہ

تھی لیکن بضرورت سن ۱۳۰۸ ہجری میں اس

کرامت نامہ کو لکھنا شروع کیا۔

کرامت نامہ ترجمہ اردو

ترجمہ مترجم

الحمد للہ والمننت یہ کرامت نامہ صاحب موصوف
 جناب حضرت شاہ دولہ دریائی صاحب گنج بخش رحمۃ اللہ
 اقدس اللہ سرہ جو کہ اول بزبان فارسی اور الفاظ مشکل
 تھا۔ اس کو فقیر نجف شاہ ولد پیر بہاؤن شاہ اولاد حضرت
 شاہ دریائی صاحب گنج بخش رحمۃ اللہ قدس سرہ
 نے اپنی قلم سے بزبان اردو ترجمہ ۱۳۰۹ ہجری متقد
 میں کیا مجھ کو تمام کلام بزبان اردو سے محاورہ نہیں اس
 واسطے کچھ اردو رقم ہوا ہے۔ جو کہ قاری ہو برائے
 خدائی سبیل اللہ پڑھ کر اس پر پروہ دیوں اور کوئی
 مسخری نہ کریں۔ ورق ۵۷ ب ترجمہ کرامت نامہ (اردو)

ترجمہ ناقل

تمام شد کرامت نامہ صاحب موصوف بدست حقیر
 پرتقصیر مسکین خاک نشین فرزند علی شاہ خلف الرشید
 پیر سردار شاہ خلف الرشید عزت شاہ خلف الرشید
 پیر بہاؤن شاہ خلف الرشید جناب حضرت شاہ دولہ
 دریائی صاحب گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ہجرات پنجاب
 مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۲۲ عیسوی ورق ۷۶ ب
 مملوک
 ایم۔ ایس۔ نسیم چوہدری

(س) کرامت نامہ اردو ترجمہ

کل صفحات

سطر فی صفحہ ۱۸
 لفظ فی سطر ۱۱ اندازاً
 کل الفاظ ۲۰۰۰ اندازاً
 کاغذ سادہ
 خط معمولی نستعلیق

نام کاتب نامعلوم کاتب نقل جدید پروفیسر احمد حسین
 سن کتابت سن کتابت نقل جدید ۱۹۶۷
 ابتداء جناب حضرت شاہ دولہ دریائی گنج بخش
 علیہ الرحمۃ اللہ تمام حمد جولانق جناب قدس
 حضرت پروردگار کا کتب ہوسکتا ہے۔

نام مترجم نجف شاہ

سن ترجمہ ۱۹۲۲ء

کل تعداد کرامات ۱۰۱

ترجمہ یہ کرامت نامہ صاحب موصوف جناب
 حضرت شاہ دولہ دریائی صاحب گنج بخش علیہ رحمۃ
 اللہ قدس اللہ سرہ جو کہ اول زبان فارسی اور الفاظ
 مشکل تھا۔ اس کو فقیر نجف شاہ ولد پیر بہاؤن شاہ
 اولاد حضرت شاہ دولہ دریائی صاحب گنج بخش علیہ
 رحمۃ قدس اللہ سرہ نے اپنی قلم سے زبان اردو

ترجمہ ۱۳۰۹ ہجری مقدس میں کیا۔

حضرت خواجہ سناء اللہ کشمیری پیر خرابات جلال پور جٹال کی عجیب و غریب شخصیت تھی۔ علوم ظاہری سے لے بہرہ ہونے کے باوجود کسی موجِ بحر کے زیر اثر ہر موضوع پر لکھتے جاتے تھے۔

ان کا دعویٰ یہ بھی تھا کہ شاہ دولہ دریائی سے انہیں اویسی فیضان ملا ہے۔ کرامت نامہ ان کے زیر مطالعہ رہا جس میں نثر کے ساتھ خوارق و کرامات کو نظمِ مثنوی کے ٹکڑوں میں بھی بیان کیا ہے۔ شاید حضرت پیر خرابات کو نظم پسند نہ آئی یا انہیں نثر و نظم کا ملانا منظور نہیں تھا۔ یا شاید کوئی اور وجہ ہوگی۔ انہوں نے کرامت نامہ کو نظم کر دیا خواجہ سناء اللہ پیر خرابات نے اپنے منظوم تذکرہ کا نام "تذکرۃ الواصلین" رکھا۔ کتاب نظم تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلی کتاب میں تصوف کے سب سلسلوں کا ذکر ہے۔ دوسرے دفتر کرامات شاہ دولہ کو کرامت نامہ کے حوالے سے نظم کیا ہے۔ تیسرے حصے میں حضرت محمد صادق کشمیری اپنے کمال پیر کے حالات سناء اللہ پیر خرابات نے نظم کئے۔ کوائف ملاحظہ کریں۔

(س) کرامت نامہ فارسی (نظم)

تذکرۃ الواصلین (دفتر دوم)

کل صفحات ۱۳۳

سطر فی صفحہ ۱۸

مثنوی کے انداز میں دو مصرعہ فی سطر

تعداد اشعار ۲۰۰۰ اندازاً

تقدیر کرامات ۱۰۰

سن تصنیف ۱۲۷۹ھ

ناظم حضرت سناء اللہ پیر خرابات مقام جلالپور جٹا

سائز لمبائی ۸

چوڑائی ۵ ۱/۲ مسطر نڈاز

نقل جدید از پروفیسر احمد حسین قریشی صاحب

ترقیمہ دفتر دوم دولائی ذریعائی رحمتہ اللہ علیہ بفضل

پروردگار با تمام رسید احمد شہ رب العالمین

عاقبت محمود باد

بہر کہ خواند عاقبت محمود باد در دعا این بندہ را آرزو باد

نسخہ مملوکہ پروفیسر احمد حسین قریشی

کتاب کے سرورق پر قریشی احمد حسین صاحب نے

نوٹ دیا ہے۔ اس کتاب کی دوسری نقل کہیں موجود

نہیں ہے میں نے مصنف کے ذاتی نسخے سے نقل

کی ہے جو اب ضائع ہو چکا ہے۔

آخر کتاب پر جناب احمد حسین قریشی لکھتے ہیں۔

تمام شد دفتر دوم تذکرۃ الواصلین مصنفہ خواجہ

سناء اللہ عرف پیر خرابات کشمیری ساکن جلالپور جٹا

ضلع گجرات سن تصنیف ۲۷ ماہ شوال ۱۲۷۹ھ

نقل از نسخہ عزیز علی عبداللطیف ساکن گوجرانوالہ

برائے من نقل کر دیا میں دفتر محتوی حالات حضرت

شاہ دولہ دریائی گجراتی است

دستخط معہ تاریخ ۶۶ - ۵ - ۱۳

نسخہ مصنف بسیار بدخط بود و نقل ہم مبتدی ابتدا

دریں نسخہ اغلاط بسیار است اما مقابلہ کرده باشد

کرامت نامہ حضرت شاہ دولہ کے ان نسخوں کے علاوہ کئی دیگر قدیم نسخوں سے

متعلق اطلاعات ملی ہیں مگر اب وہ دستیاب نہیں ناصرتاب دار گجرات کے

پاس خود مصنف مشتاق رائے کے ہاتھ سے لکھا ہوا نسخہ تھا جسے انہوں نے

فروخت کر دیا کرامت نامہ کے سلسلے میں ایک مقالہ بھارت کے ایک رسالہ

ہندوستانی میں شائع ہوا تھا مصنف کے قلمی نسخے کے حوالہ حات اس میں

موجود ہیں شاید یہی نسخہ ناصرتاب دار صاحب مقالہ کے پیش نظر ہو ورنہ گجرات

نواح گجرات کے علاوہ کرامت نامہ کا وجود قریب قیاس نہیں ہے۔

علامہ عبد الکریم مرحوم نے صالح کنجاہی کی قلم سے لکھا ہوا کرامت نامہ دیکھا

شاید یہی نسخہ میاں شریف کنجاہی ڈیپو فیصلہ کے پاس تھا جسے ۱۹۳۱ء میں

انہوں نے ایک کرم فرما کی نذر کیا جناب شریف کنجاہی کو یاد نہیں کہ یہ کتاب

کرامت نامہ شاہ دولہ دریائی کھتی وہ کہتے ہیں کہ شاہ دولہ کے حالات پر مشتمل

ایک مختصر رسالہ کبھی ان کے پاس تھا بہر حال یہ رسالہ شاہ دولہ دریائی کے حالات

پر مشتمل ہو یا کرامت نامہ بخط مولانا صالح کنجاہی اب کوئی امید نہیں ہو سکتی کہ کتاب

لاخذاً سکتی ہے۔ اور کوئی اس سے استفادہ کر سکتا ہے کرامت نامہ کا ایک نسخہ شیخ کرامت اللہ کے پاس گجرات میں کبھی تھا۔ وہ اب ضائع ہو چکا ہے معلوم نہیں کہاں گیا۔ شیخ صاحب کے قبضہ میں اب کرامت نامہ نہیں ہے۔

کرامت نامہ کا انداز منشیانہ ہے۔ عبارت کو مشکل مقفیٰ اور مسح رکھا گیا ہے۔ اسی لئے اس کا پڑھنا اور سمجھنا ذرا مشکل ہے۔ خاص کر اس زمانہ میں جب عربی اور فارسی کا ذوق و اجہا رہ گیا ہے صاحب کرامت نامہ حمد و ثنا کے بعد ابتداء

کرتے ہیں۔ ہر چند کہ ایں کو دن زبان کو وک شعور بیچ گو نہ قدر

وقابلت و طاقت واستعداد و اہلیت آں ندا

کہ در شروع احدی ازاں مقولہ خدا بقولہ حریفی نواندو

ویا از ہم وامید آں مقتدائی اذیاسے مقبول بیہمتا

یک سخن گفت۔ (ورق ۹ الف کرامت نامہ اردو ترجمہ)

پیر نجف شاہ مترجم کرامت نامہ کو مشکلات پیش آئیں۔ تو انہوں نے فارسی سے ٹھیک ٹھیک ترجمہ تحت لفظی نہیں کیا صرف کرامت کا نمبر وار خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھ دیا۔ اسی لئے کرامت نامہ کے اندازاً ستر ہزار الفاظ سے ترجمہ اردو میں تیس ہزار الفاظ کم ہیں۔ ترجمہ کو مفید اور عام فہم بنانے کے لئے ایسا کیا گیا تھا۔ لیکن ایک تو اردو ابتدائی۔ دوسرے مشتق کم۔ اور زبان سے کما حقہ واقفیت نداشت، ترجمہ روال دوال نہیں ہو سکتا تھا۔ اور نہ ہوا۔ بعض اوقات محاورہ کی عدم صحت زبان کی خامی اور بلا کی مشکلات کے سبب ترجمہ پڑھنا اور سمجھنا مشکل ہے۔ (مثلاً) ارادت الہی جب حضرت شیخ شاہ دولہ دریالی صاحب

مہتمم کھیم چند و ڈیرا سے جدا ہو کر مشرف خدمت مرشد

بلند ارشد سو ادست بدست درستی بخش بر شکست

جناب حضرت شاہ سید ناصرست کے ہوئے۔

(ورق ۲۷ الف کرامت نامہ اردو ترجمہ)

اب ہم کرامت نامہ کا ذرا تفصیلی مطالعہ شروع کرتے ہیں۔

کرامت نامہ فارسی کے مختلف نسخوں اور اردو تراجم میں کہیں شاہ دولہ دریائی

کا نام نامی کبیر الدین نہیں لکھا ہے۔ کرامت نامہ مشتاق رائے خلیفہ امان اللہ نے

۱۱۳۲ھ میں لکھا۔ اس کا ترجمہ پیر نجف شاہ نے ۱۳۰۹ھ میں کیا۔ ہمارے پیش

نظر اسی ترجمہ کی نقل ہے جو ۱۹۲۲ عیسوی میں پیر فرزند علی شاہ نے تیار کی۔ اگر

کبیر الدین شاہ دولہ دریائی کا نام نامی تھا تو خلیفہ امان اللہ اور پیر نجف شاہ اور

پیر فرزند علی کو کیوں معلوم نہیں تھا۔ اور اگر یہ بھول چوک ہے تو پیر زادوں سے عجیب

بھول چوک ہوئی ہے۔ اس کے سوا لفظ کبیر کے مفید مطلب قافیے

دست گیر برنا و پیر، صغیر و کبیر، دل پذیر بھی موجود تھے جنہیں پیرائے انشاء

میں مشتاق رائے سجا سنوار کر پیش کر سکتا تھا۔ اس کی عادت بھی تھی، رسم انشا بھی

بلا استثنا ہر کرامت کا بیان تعریفی جملوں کے بعد شاہ دولہ کے نام سے ہوا ہے

کرامتوں کی تعداد مختلف نسخوں میں مختلف ہے۔ مگر کم از کم تعداد ۱۰۰ ہے۔ سو

بار آپ کا نام نامی تکرار کے ساتھ شاہ دولہ آٹھ کبیر الدین ایک بار نہیں

لکھا گیا ہے۔ نہ کرامت نامہ کے فارسی نسخوں میں نہ اردو تراجم میں۔

..... کرامت نامہ کے مختلف نسخوں اور نہ اردو تراجم میں شاہ دولہ دریائی

کو سید لکھا ہے۔ سیادت ایسا شرف تھا جس کا اعلان کیا جاتا تھا۔ اور لفظ
سید نام کا حصہ ہی بن جاتا تھا۔ مثلاً کرامت نامہ میں سید فاضل میراں کا ذکر ہے

بخواہش ازلی حضرت دلی اللہ شاہ دولہ قدس اللہ سرہ

العزيز اسید فاضل گفت، کہ مسجد جامع قہر می شد

خانہ خدائی و جائے ثواب است چتری برائے

خرچ عمارت آل امداد نمائی۔

ورق ۲۲۳ الف کرامت نامہ فارسی و

ورق ۲۲۰ ب کرامت نامہ فارسی

اس کرامت ۱۰۳ کے ضمن میں میراں فاضل کا نام فرمایا ہے۔ اور ہریار

التزام کے ساتھ لفظ سید استعمال ہوا ہے۔

سید فاضل کا ذکر کرامت ۱۰۸ میں بھی ہے۔

وہبت خواندن سبق عربی مہوارہ در محفل سیاوت

پناہ نقابت دستگاہ مجمع فضائل کامل روشناس

خلیفہ الرحمانی ظل سبحانی سید فاضل می رفت۔

۱۰۸ ہریار میراں فاضل کا نام آیا ہے اور سید کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور

کئی جگہ سید۔ اسے سید سیادت پناہ سید عالی نسب کے الفاظ لائے جاتے

ہیں۔ لفظ سید نہیں ملتا تو شاہ دولہ کے نام نامی کے ساتھ نہیں ملتا۔ نہ کسی نسخہ

کرامت نامہ فارسی میں نہ کسی ترجمہ اردو میں۔

کرامت نامہ سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ شاہ دولہ دریائی حضرت سید عبدالقادر
جیلانی محبوب سبحانی کے غم زاد تھے۔ اور آپ ہی کے دست حق پرست پر بیت قرابہ
سے مشرف ہوئے تھے۔

یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے اسی انداز میں پیر بغدادی سے فیض پایا تھا۔
کرامت نامہ شاہ دولہ دریائی کے حوالے سے آپ حضرت سید امیر مست
سیالکوٹی کے مرید اور خلیفہ ہیں۔

اردو ترجمہ کرامت نامہ نخت شاہ شجرہ سہروردیہ (نظم) سے شروع ہوتا ہے
شعر ۸/۷ مندرجہ ذیل ہیں۔

پیر شاہ دولہ خطاب دریائی

باب رحمت زلف بنائی

باب حق برعدو دیں پیوست

پیر کوئین سید نامہ مست

ورق الف کرامت نامہ اردو ترجمہ

شجرہ طالبان زمشر میں بھی یہی اطلاع دی گئی ہے۔

حضرت شاہ دولہ دریائی صاحب طالب پیر

حضرت شاہ سید نامہ مست شاہ صاحب

ورق اب کرامت اردو ترجمہ

اس کے علاوہ مثلاً بیان ہفتہ ہم اس طرح شروع ہوتا ہے۔

حضرت شاہ دولہ دریائی صاحب جب خدمت اقدس

میں اپنے پیر کامل حق پرست درستی بخش بہ شکست
 سو دا دست بدست حضرت سیدنا سر مست ہتے تھے
 ورق ۱۹ الف کرامت نامہ ترجمہ اردو

پیر خرابات نے منظوم کرامت نامہ میں عنوان قائم کیا ہے
 در بیان خدمتگاری شاہ دولہ نژد مرشد پاک
 حضرت سیدنا سر مست سیالکوٹی
 اور لکھتے ہیں۔

از عطاءے مرشد کامل رسید
 بر سر تخت شہی پس آرمید
 بخشش و آثار با در روز و شب
 کار و بارش بود با حق طلب
 حق نہادہ در کفش جملہ کلید
 از عطاءے پیر کامل شد سعید

ورق ۷ اب ۱۸ الف تذکرۃ الاصلین ج ۲

کرامت نامہ کے حوالے سے حضرت شاہ دولہ کے خطاب دریائی پانے
 پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت سیدنا سر مست نے شاہ دولہ سے کہا کہ کنویں کو بخش و خار سے
 خالی کریں۔ آپ نے ایک شخص مانا کھو کھو کو ساتھ لیا اور کنویں میں اترے اور
 اسے بھی بلایا اس نے دیکھا کہ آپ کا قدرہ گز کنویں کی گہرائی کے مطابق ہو گیا

ہے۔ وہ لوگ یہاں بھر بھر کر دیتا رہا اور آپ باہر پھینکتے رہے۔

چنانچہ وقت سحر تک تمام چاہ کو خس و خاشاک
سے پاک صاف کر کے جو آب شور تھا بالکل شیریں

ہو گیا۔ اور ایک کوزہ آب شیریں کا پڑ کر کے اپنے

مرشد کامل کے سامنے رکھا۔ حضرت نے جب وہ

آب شیریں پی کر دیکھا تو فرمایا صد آفرین ہے کیا خوش

مزه پانی ہے کہ کسی دریا کا ایسا پانی نہیں ہے اسکو

آب کوثر یا آب زمزم کہنا چاہیے رحمت اور تیرے

اے سخی شاہ دولہ دریا کی تنگی رفت و فراخی آئی۔ یہ

خطاب تیرے لائق ہے۔

ورق ۲۱۔ الفت کرامت نامہ اردو ترجمہ

پھر حضرت مرشد سید اسمرت نے کہا کہ ایک پیالہ بازید کو بھی دو۔
آپ نے ان کی خدمت میں حسب ارشاد پیالہ پانی پیش کیا جب انہوں نے
پیالہ تو حیران ہو کر کہنے لگے۔

اے شاہ دولہ درمیں ایک شب راہ دریائے

شورازان بند ساختن و جادہ جوی دریائے نوشین

را بردہ گذاشتہ رہی دل رہی حوصلہ تو حیران باشد

کہ خاصہ منظور نظر کرامت اثر کار کار ہائی کشادہ

ولبت مورد الہام غیبی سیدن اسمرت گشتہ فی

واقعہ دولا دریائی است خداوند حقیقی زیاد ازیں
توفیق کہ است کنا و چنانچہ دولا دریائی از ہما نجا
خطاب یافتہ بودند۔

ورق ۳۷۔ ب نسخہ فارسی کرامت نامہ

کرامت نامہ میں گورو بابا نانک سے شاہ دولہ دریائی کی (روحانی) ملاقات کا
ذکر ہے۔ اور پھر لکھا ہے۔

بعد میں بوقت صبح کے حضرت معہ دو چار مرد مال
ایک بھنگی حلوہ اور ایک کوزہ شیر مادہ گاڑ کا لیکر
موضع منگھوہ ال میں واسطے ملاقات ظاہری گورو
بابا نانک صاحب کے پاس تشریف لئے۔ اور
حلوہ اور دودھ پیش مذکر کیا۔ گورو نانک نے نذر
نیاز قبول کر کے تونہ اپنا آگے رکھ دیا۔

ورق ۴۵ الف کرامت نامہ اردو ترجمہ و

(کرامت نامہ فارسی و تذکرہ واصلین)

حضرت شاہ دولہ دودھ ڈالتے جاتے تھے مگر نہ تونہ بھرتا تھا نہ کوزہ خالی

ہوتا تھا۔ گورو نانک نے شاباش دی

اسے دولہ تو راست راست دریائی ہے۔ یہ کوزہ

تہارا مثل دریا ہے کبھی شیر سے خالی نہ ہوگا۔ یہ

تونہ بہارا مثل سمندر ہے کبھی شیر سے پر نہ ہوگا۔

درق ۲۵ الف کرامت نامہ اردو ترجمہ

کرامت نامہ کے غائر مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ دولہ رسمی علوم میں دسترس نہیں رکھتے تھے۔ اہل باطن کے نزدیک علوم ظاہری کی قدر و قیمت نہ سہی علم و فضل طرہ امتیاز ضرور ہے۔ اور دولت باطن کے ساتھ علم و فضل کا جمع ہو جانا مراتب عالیہ عزت و تکریم میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔

کرامت نامہ کی اس سلسلہ میں خاموشی ہمارے دعویٰ کا ثبوت کے لئے عشق و مشک کی طرح علم بھی چھپائے نہیں چھپتا۔ اور شاہ دولہ کے لئے اظہار علم میں کوئی تکلیف دینی بھی آرے نہیں آسکتی تھی۔ قاضی محمد شفیع کی مسجد میں عابد خاں صد الصدور نے آپ کا امتحان لیا تو آپ نے صرف لفظ الف پر انگلی رکھی۔ اور دعویٰ کیا کہ آپ الف کو اچھی طرح جانتے ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں جانتے۔

علموں بس کریں او یار

اکو الف تینوں درکار

” اتفاق سے مسیعی عابد خاں صد الصدور بھی اس

جگہ موجود تھا۔ اور پنج سورہ پڑھ رہا تھا۔ اس نے

آٹھ کر حضرت کو سلام کیا اور بعد میں کہا کہ یا حضرت

شاہ دولہ دریائی صاحب آپ بھی کچھ حرف پہنچاتے

ہو۔ آپ نے فرمایا ہاؤ میں اچھی طرح پہنچاتا ہوں۔

اور پنج سورہ اس کے ہاتھ سے لے کر اور اپنی نگشت

مبارک حروف الفسا پر رکھ کر فرمایا کہ ہاؤ فقیر اس

حرف کو خوب اچھی طرح جانتا ہے باقی حرفوں
 سے بھی منکر نہیں ہے۔ درق ۶۰ ب کرامت اردو ترجمہ
 ظاہر ہے کہ کسی اہل علم سے ایسا سوال نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اور نہ ہی وہ
 ایسا جواب دیتا۔ مولوی محمد زاہد فاضل نے کہا۔

یا حضرت میں نے چودہ علوم کی تعلیم حاصل کی ہے
 اور عالم فاضل ہوں لیکن یہ مرتبہ مجھ کو بھی حاصل نہیں
 اور آپ کشف القلوب کس طرح ہو گئے آپ نے
 تو اتنا بھی نہیں پڑھا۔ حضرت نے کہا۔ اے مولوی صاحب
 آپ تو ایک دن میں ایک ایک جز کتاب کی مطالعہ
 کرتے ہو اور فقیر نے تو اپنی تمام عمر میں سوائے ایک
 حرف کے دوسرا کوئی حرف نہیں دیکھا اور نہ ہی
 کبھی یاد کیا ہے فقیر تو صرف ایک ہی حرف پر اپنا
 اعتقاد رکھتا ہے۔ درق ۶۱ کرامت نامہ اردو ترجمہ

غیر مسلم سادھوں جوگیوں اور مسلمان اولیاء و اصفیاء سے شاہ دولہ کی ملاقات
 کا ذکر کرامت نامہ میں موجود ہے۔ گورو بابا نانک منگھو وال میں بھائی پیاراسکے
 پاس آئے۔ اپنے چیلہ سے اپنے فرمایا کہ حضرت شاہ دولہ کو ملاقات کے لئے بلا
 لائے۔

حضرت دلی الشہزادہ کرامت و کشمش بابا گورو نانک کو
 بوقت نیم شب جا کر ملے اور دیدار جمال کیا اور جواب دے

سوال سر انجام کام کار فرمائش اور بہت سی خاطر

کر کے حسب امر اجازت طلب کی۔

درق ۴۲ ب کرامت نامہ اردو

یہ خاص ملاقات تھی جس کی ہم راز کے سوا کسی کو خبر نہ ہوئی صبح شاہ دولہ

ملاقات ظاہری کے واسطے بھی تشریف لائے۔

پراہت نا تھ جوگی، بھیم چند وڈیرا کا گرد تھا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی

مڑھی بنوانے کے واسطے کارگروں کی ضرورت تھی شاہ دولہ سے درخواست کی

گئی تو آپ نے اپنے معماروں کو بھیجا۔ اور حسب ارشاد انہوں نے مڑھی کو قبلہ

رخ بتایا۔

کئی اور جوگیوں مثلاً سندرتا تھ۔ رشتی جوگی۔ گورکھ ناتھ جوگی۔ جوگی یاد فروش

کا ذکر بھی کرامت نامہ میں ہے۔

مسلمان اولیاء و اصفیاء میں سرفہرست جن کا ذکر کرامت نامہ میں ہے سید

سمرست، حضرت شادولہ دریائی کے پیر کامل ہیں۔ آپ نے شاہ دولہ کی تربیت

فرمائی۔ بازید کی حویلی میں کام پر لگوا یا۔ ساری مسجدوں میں پانی بھرتے کا حکم دیا۔ اور پھر

کہا کہ گھر گھر مشک سے پانی پہنچائیں۔ انہیں کے حکم سے حضرت شاہ دولہ نے

کھاری پانی والے کنوئیں کو حسن و خارش سے خالی کر کے آب شیریں نکالا

حضرت سید سمرست نے آپ کو خطاب دریائی دیا۔

اور وقت اخیر حضرت سید سمرست نے فیض باطن منگھو پیر کو دینا چاہا

مگر وہ حاضر نہ تھا۔ شاہ دولہ کے بلانے پر وہ رات کو اس وقت نہ آیا

حضرت شاہ سید اسرار نے دولت باطن شاہ دولہ کو عنایت فرمائی اور
اپنی گڈری بھی انہیں دے دی۔

اس کے علاوہ کرامت نامہ میں شاہ جمال منگھوپیر کے تذکرے موجود ہیں

پیر دودھ حقانی کا ذکر بار بار آتا ہے کرامت نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ
آپ بڑے با اثر پیر تھے جن کے مریدوں کی ایک بھیر ہمیشہ ہم رکاب چلتی تھی
ایک بار شاہ دولہ کو انہوں نے یونہی بلوایا۔

آپ نے کہا پہاؤ اس وقت، وقت شب کا ہے
اور نماز کا ہے اب علی الصبح آپ کے پیر صاحب
کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جاؤں گا۔ لاکن انہوں
نے ہرگز یہ بات قبول نہ کی اور زبردستی آپ کو لیکر

روانہ ہوئے۔ (ورق ۳۹ ب کرامت نامہ اردو ترجمہ)

پیر دودھ حقانی کے ملنگوں نے پھلوں کا باغ اچاڑ دیا۔ شاہ دولہ نے
آٹکھی شکر، بھنگ تمباکو لکڑی گھاس دانہ کا ان سب کے لئے بندوبست کر کے
ہمان داری کا حق ادا کیا۔

پیر دودھ حقانی کے مریدوں نے آپ کو زہر دیا۔ پیر خرابات لکھتے ہیں۔

یک فقیر دودھ بہرا متحال

در حضور حضرت آمد بخوال

شریت کردہ زہر آردہ پیش

خندہ زوشاہ گفتاوش خویش

زہر کا کوئی اثر حضرت شاہ دولہ پر نہ ہوا۔

پیر دودہ حقانی کا ایک مرید چا ولوں میں کہے گا گوشت پکوا لایا۔ اور
دوسرے نے سیفی کی دعا پڑھ کر گجرات پر پھونکا شاہ دولہ کی برکت سے سب خیر
رہی۔ پھر وہ مسجد میں آکر شاہ دولہ کے پیچھے بیٹھا اور خود آپ پر دم کیا۔
پیر خرابات لکھتے ہیں:-

آمد یک سیف خوال از بہر شاہ

تا کہ سیفی خواندہ او بر باد شاہ

تا در چلہ کردہ او محنت بسے

آں نباشد کار کار بہر کسے

سوئے شہ دو جہاں را سیف، خوال

بیج تاثیر نہ در شاہ جہاں

شاہ فرسوش و گزردہ چلہ خوان

بر فقیراں کے باشد تاثیر آں

ورق ۴۳ ب تذکرۃ الواصلین

ایک بار پھر پیر دودہ حقانی کی آمد آمد ہوئی۔ آپ نے فقیر کو بھیجا تا کہ ان

سب کی ضروریات کو پورا کرے آپس میں مریدوں میں تلخ کلامی ہوئی۔ شاہ دولہ کے

مرید نے تزکی بہ تزکی جواب دیا۔ پیر حقانی نے کہا مجھے شاہ دولہ کا پاس ہے ورنہ

مجھے مراد بتا۔ شاہ دولہ خود کیوں نہیں آئے۔ آپ کو براہ کرامت معلوم ہوا۔ تو خود

عید گاہ میں تشریف لائے۔ اس نے چہرہ مبارک دیکھا تو سر و قد تعظیم کے لئے کھڑا
 ہوا شاہ دولہ نے کہا گھر آیا ہاں جایا آپ نے تین دن سب کی ضیافت کا اہتمام کیا۔
 سیدن سکندر کا تعلق سیالکوٹ سے تھا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ شہر گجرات
 اس کی ولایت میں ہے۔ آپ نے کرامت کے ذریعہ اسے دکھلایا کہ آسمان پر
 شہر گجرات شاہ دولہ کے نام ہے۔ اس نے بڑی معذرت کی۔

پھر آپ نے ہر دو ہاتھ مبارک اٹھا کر اس کے
 سر پر رکھ کر فرمایا پہاؤ اپنے قدر سے زیادہ بکوال
 کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ اگر تم مسافر ہوئے تو تم کو کافی
 سزا دی جاتی۔ (ورق ۶۵ ب کرامت نامہ اردو ترجمہ)

اب ان معلومات کا مقابلہ تاریخی حقائق سے کیجئے۔

شاہ دولہ اور گوردیابانانک کی ملاقات محل نظر ہے۔ گوردیابانک بہلول لودھی
 کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ اور ان کا انتقال سلطان سلیم شاہ سوری کے شروع
 عہد میں ہوا۔ نشی گنیش داس لکھتا ہے۔

یابانانک صاحب در عہد خلافت سلطان بہلول لودھی

در ۸۸۰ھ مطابق ۱۴۶۹ء عیسوی چہارم بیساکہ در

خانہ کالو کھتری عرف بیدی در موضع تلونڈی رائے ہوئے

بہت سی سعادت و ولادت یافت۔ (صاحب نامہ ص ۱۰۵)

گوردیابانانک نے ستر سال کی عمر پائی اس طرح ان کا انتقال ۹۵۰ھ ہجری

میں ہوا۔ گورونانک کا مضرع تاریخ وفات ہے۔

نانک زجہاں رفت گل از باغ بیرون شد

عام تذکروں اور تاریخ والوں نے شاہ دولہ کی عمر ۹۵ سال مانی ہے اس

طرح آپ سن ۹۸۹ھ میں پیدا ہوئے (۲۵ جلوس اکبری) اس لحاظ سے ملاقات
کا امکان نہیں ہو سکتا۔

کرامت نامہ میں ہے۔

پھر حال مذکور نے پوچھا کہ آپ کتنی عمر کے ہیں۔

حضرت نے فرمایا ایک دن اور ایک رات پھر

اس نے پوچھا کہ حضرت حسین وقت جہانگیر بادشاہ

نے تخت پر جلوس کیا تھا تو اس وقت آپ کی کتنی

عمر تھی حضرت نے فرمایا پہاؤ حسین وقت بابا

اس مقدم کا کلاؤز کی چوکی پر بیٹھا تو فقیر اس وقت

اٹھارہ سال کا تھا۔ (ورق ۶ ب ۶ الف کرامت نامہ اردو)

اس صورت میں کرامت نامہ کے مطابق آپ کی عمر ۹۵ سال اور سن پیدائش

۹۳۵ھ ہوتا ہے۔ گورونانک کی وفات کے وقت شاہ دولہ کی کل عمر ۹۵ سال

ہوئی۔ اس عمر میں حضرت شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ کو کسی طرح وہ بلند مقام نہیں

ملا تھا کہ گورویا نانک آپ سے ملاقات کی خواہش کرتے۔

آپ مرید حضرت سید اسرمت تھے اور انہیں سے شاہ دولہ نے باطنی

تعمرت پائی۔ تاریخ و تذکرہ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

سیدن سکندر کا نام ایلٹ نے نہیں لیا۔ البتہ ایک شخص کا ذکر کیا ہے جس نے شاہ دولہ کے سامنے گجرات کا شاہ ولایت ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

شاہانِ وقت میں جہاں گیر شاہ جہان، اورنگ زیب سے شاہ دولہ کی ملاقاتیں کرامت نامہ سے ثابت ہیں۔ جہانگیر نے آپ کے بہن کو جس کے سر پر کلغی پہنائی ہوئی تھی۔ اپنی شکار گاہ سے بکڑ وامنگوایا۔ اسے بتلایا گیا کہ بہن شاہ دولہ کا ہے جنہیں کیسیا گر اکیسر کہتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کے پاس پارس ہے۔ آپ کا آہوبان وہیں موجود تھا۔ اس نے کہا۔

حضرت شاہ دولہ دریائی صاحب ایک فقیر خدا پرست ہیں۔ اگر کوئی شخص کوہستان سے بچہ آہو یا کوئی دوسرا جانور نذر پیش کرتا ہے تو حضرت اسی قسم کی کلغی پہنا کر جنگل بیابان میں چھوڑ دیتے ہیں۔ (ورق ۱۳ الف کرامت نامہ اردو)

جہانگیر نے گرز بردار بھیج کر آپ کو طلب کیا۔ اور شاہ دولہ باچندی ازخادماں روانہ شد شاید رسیدہ میدہ و روغن و شکر تزی طلیمیدہ نان کلاں پنختہ و در و مال بزنک گل سرخ یافتہ خود را بحضور خاقان جہاں رسانیدہ ملازمت کردہ۔ (ورق ۱۳ الف فارسی کرامت نامہ)

بادشاہ اور نور جہاں بیگم جلال و جمال حضرت سے بڑے متاثر ہوئے
مگر جہانگیر کے دل میں ایک خدشہ پیدا ہوا کہ شاہ دولہ ملک میں شورش بھی کروا
سکتے ہیں چنانچہ آپ کو اس کے اشارے پر خلعت زہرا لود پہنایا گیا۔ اور اس کے
بعد دوسرا خلعت بہتر رنگ کا جس میں اور تیز زہر لگا ہوا تھا۔ آپ نے مرشد کو یاد فرمایا
اور سید اسرمت نے (عالم روحانی میں) پہنچ کر آپ پر دم کیا۔ اور آپ کو کوئی
گزند نہ پہنچا۔ اب بادشاہ نے زہر قاتل کا پیالہ تیار کرنے کا حکم دیا۔

کہ شاہی تخت کو سخت زلزلہ آیا اور تمام مکان
جنبتش کھانے لگا۔ اور اندرون خاص شاہی محل
کے، اور باہر تمام صورت فقر اسلحہ پوش نظر آئے

درق ۱۴ کرامت نامہ اردو

بادشاہ نے آپ کو رخصت کیا۔ اور یہی اشرقیال نذر کیں۔ آپ نے وہیں
اشرقیال ملازمین شاہی کو بخش دیں۔ جہانگیر نے ۵ ہزار بیگمہ زمین دینی چاہی۔ مگر
حضرت نے قبول نہ فرمایا۔

کرامت نامہ کے مطابق شاہ جہاں نے موہن داس حضرت شاہ دولہ کے
متعلق سنا۔ رائے موہن داس آپ کا مرید خاص تھا۔ اس نے آپ کی کرامت کا
ذکر کیا۔ تو بادشاہ نے کہا کہ حضرت نے ہمیں یاد نہیں کیا۔ بادشاہ حمام گیا۔ تو
ایک شخص تبرک سرو پا و نبات بادشاہ کے لئے لایا۔ بادشاہ نے کمال ادب سے
قبول فرمایا۔ اب قاصد کی جستجو ہوئی۔ تو وہ نہ مل سکا۔ یہ کوئی موکل تھا۔ جسے شاہ دولہ
نے بھیجا تھا۔

دیکھنا کہ پرنسپل حضرت شاہ دولہ نے شاہ جہاں کے حکم سے تعمیر کروایا۔
بادشاہ نے گجرات کے فوجدار بدیع الزمان کو پل تعمیر کرانے کی ذمہ داری سونپی
تھی گوشتش کے باوجود وہ کامیاب نہ ہوا۔

درہمیں کسے بعض رسائید کہ بستن پل دریں مکان
سوائے ولی اللہ شاہ دولہ کا، سچ کس نیست
میرا سطور ماورشد کہ حضرت شاہ دولہ حکم و دعا
رسائید بگوئید کہ آمدہ اینجا پل را کہ کار خدا اللہ موجب
روحانیت و آسانی خلق خلاصت راست و عمارت
بکنند کہ محض کار ثواب و امر خیر است۔

ورق ۶۳ ب کرامت نامہ فارسی۔

عالمگیر نے شاہزادگی کے زمانے میں ایک مرغ زرین دگر بہ ولایتی اور عصا
مغرب شاہ دولہ کی نذر کئے۔ اور دل میں کہا کہ عصا اگر واپس دے دیں تو شگون
نیک ہوگا۔ اتنے میں ایک شخص روغنی روئی لایا۔

آپ نے وہ نان روغنی اور چھڑی چوبی اورنگ
زیب بادشاہ کو مرحمت کر کے فرمایا کہ پہاڑیہ چھڑی
چوبی حکیم اور ناں روغنی تم کو درگاہ رب العالمین
سے مرحمت ہوا ہے خاطر جمع رکھیں۔

ورق ۴۱ ب کرامت نامہ اردو

تخت نشینی کے بعد اورنگ زیب نے درویشوں کی آزمائش کرنے کے لئے

سبھی کو طلب کیا اور قید کر دیا۔ شقاق راستے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے
 لکھتا ہے۔

جہاں شاہ خسرو منزل سے سکندر شوکت گیتی قانون
 زماں روشن تدبیر اور نگ زیب غازی عالم گیر
 جہت ملاحظہ عجیباناکثر درویشاں صاحب حال
 را از اطراف و جوانب طلب داشتند و شکر شد

(ورق ۱۲، الف)

نواب ابراہیم نے راستے بندرا بن کو لکھا کہ حضرت شاہ دولہ بھیجا جائے۔
 بندرا بن آپ کا مرید خاص تھا۔ وہ بڑا پریشان ہوا۔ تاہم کووال کے ذریعہ پیغام بھیجا
 آپ راضی ہو گئے اور شاہ درہ پہنچے۔ راہ میں ہر منزل پر ہجوم خلائق مزد و نیاز پیش کرتے
 تھے۔ اور آپ وہیں ٹھاڈتے تھے۔

آپ جس مکان میں کل فرقہ فقرا جمع تھے تشریف لے
 گئے کل فرقانے جب آپ کو دیکھا تو نہایت خوش
 ہوئے کہ اب ہم قید غم سے آزاد ہو جائیں گے۔

ورق ۱۲ ب کرامت نامہ اردو

بفیص کرامت آپ بادشاہ کے دسترخوان پر پہنچے اور اس کے ساتھ کھانا
 کھانے لگے۔ آپ کے ہاتھ کو دیکھ کر جس میں درمیانی انگلی غائب تھی اور نگ زیب کے
 غلام بختاور خواجہ اور ماہ بالا کنیز نے اندازہ لگایا کہ آپ شاہ دولہ ہیں۔ اب آپ
 بادشاہ کے سامنے ظاہر ہوئے اور سارے فقروں کی سفارش کر کے انہیں دس

بخیر و عافیت بھجوا یا

راجوری کا حاکم چتر سین آپ کا مرید تھا۔ اور آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا۔
کشف کے ذریعہ آپ کو معلوم ہوا کہ اس کی نو مولود راج کمار کی بادشاہوں کی مال سے
اور اس سے بادشاہ پیدا ہوں گے۔ آپ نے پیغام بھیجا کہ اسے قتل نہ کیا جائے
شاہ جہان نے اسی راجکاری کی خواستگاری اور نگ زیب کے لئے کی اور
اسی کے بطن سے معظّم بہادر شاہ) اور شہزادہ محمود پیدا ہوئے۔

کرامت نامہ میں عالم شہزادگی میں بہادر شاہ کی حضرت شاہ دولہ سے ملاقات
کا ذکر ہے۔ اور نگ زیب حسن ابدال جاتا تھا شہزادے نے آپ کو طلب فرمایا
آپ آئے تو اس نے سر و قد تخت سے اٹھ کر حضور کا استقبال کیا۔ اور الہام بانی
کا منتظر رہا فرمایا۔

پہاؤ سبار اگر جب تم واپس آو گے تو شان شوکت
سے خلافت تاج شاہی تم کو ملے گا۔ خاطر جمع
رکھو۔ بہادر شاہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر آداب
تسلیمات کیا۔ (ورق ۳۲ پ کرامت نامہ اردو)

اسی ان معلومات کا مقابلہ بھی تاریخی حقائق سے کریں۔
توزک جہانگیری میں گجرات کا ذکر ہے۔ مگر کہیں نہ شاہ دولہ کا ذکر ہے۔ نہ
ان سے ملاقات کا۔ یہ کوئی معمولی ملاقات نہیں تھی صاحب کرامت نامہ کے
بیان کے مطابق بادشاہ نے آپ کو زہر دوا کر شورش کے دروازے بند کروانے

چاہے تھے۔ اور آپ کی کرامت سے اس کا تخت و تاج زلزلہ میں آگیا تھا۔
 جہانگیر ضرورت سے زیادہ راست گو ہے۔ اور شاید اسے کوئی بات چھپانے
 کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اس نے اپنی زندگی کے جزئی اور غیر اہم واقعات کا ذکر
 بھی پھیلانے (مثلاً) اس نے ابو الفضل کو نرسنگھ دیو کے ذریعہ قتل کروایا۔
 وہ لکھتا ہے۔

نرسنگھ دیو کا علاقہ شیخ ابو الفضل کے راستے میں
 پڑتا تھا۔ ات دنوں نرسنگھ دیو کا شمار کشوں کے
 گروہ میں ہوتا تھا۔ میں نے اسے پیغام بھیجا کہ وہ
 فتنہ انگیز شیخ کا راستہ روک کر اسے قتل کر دے۔ تو
 مجھ سے پورا پورا صلہ پاسے گا۔

(توزک جہانگیری ص ۵۵ ترجمہ سلیم واحد سلیم)
 اسی طرح جہانگیر نے گروارجن کے قتل کا ذکر کیا ہے۔
 اس نے خسرو کی پیشانی پر انگلی سے زعفران کی لکیر
 لکیر بھی جسے ہندو شقہ کہتے ہیں۔ اور اپنے تئوں
 کے طور پر کھینچتے ہیں۔ جب مجھے اس بات کی خبر
 ہوئی تو میں نے ارجن کی ولایت کے دعویٰ کو جھٹلانا
 نہایت ضروری سمجھتے ہوئے حکم دیا کہ اسے میرے
 سامنے حاضر کیا جائے۔ جب وہ میرے سامنے لایا
 گیا تو اس کا گھبراہ اور آل اولاد مرخصی حال کو نہایت

کر کے اس کے مال و دولت ضبط کرتے ہوئے اسے

مغل قانون کے مطابق قتل کی سزا دی۔ (توزک جہانگیری ص ۹۹)
 خسرو کی بغاوت میں ساتھریئے والوں کو عبرت ناک سزائیں دی گئیں۔
 جہانگیر نے سب کا بیان کیا ہے۔ پھر اس نے توزک میں شاہ دولہ سے ملاقات
 کا ذکر کیوں نہیں کیا۔

بیان ہفتاد و ششم میں صاحب کرامت نامہ لکھتے ہیں۔

ایک روز شاہ جہان بادشاہ باہراہ موہن داس
 کے جو خاص طالب حضرت شاہ دولہ دریائی صاحب کا
 تھا۔ بہت سے کلمات و کرامت آمیز حضرت آپس

میں کر رہے تھے۔ تو بادشاہ نے کہا اے موہن داس

ہم کو حضرت نے یاد نہیں کیا۔ (درق ۶۲ الف کرامت نامہ اردو)
 حضرت شاہ دولہ نے فیض کرامت شاہ جہاں کے پاس ٹوکل کے
 ذریعہ سرویا اور نیات تبرک بھیجی۔ پیر خرابات سناء اللہ کشمیری نے ترجمہ منظوم
 کرامت نامہ میں یہ واقعہ اور رنگ زیب سے متعلق کر دیا ہے۔

کردہ عالم گیر روزی پادشاہ

اندراں دم حاضر آمد مرو راہ

لو یکے ز شیم نیات شاہی او

آمدہ در پیش شہ شد درو برو

ایلی تبرک مست از دولہ فقیر

امین عنایت کردہ شاہ ازودگیر

(ورق ۳۳ ب تذکرۃ الواصلین)

حضرت شاہ دولہ نے ڈیک نالہ پر پل شاہ جہان کے حکم سے تیار کروایا
اسے آج تک پل شاہ دولہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

راجوری کا راجہ چتر سین جس کا اسلامی نام تاج دین تھا۔ آپ کا مرید
خاص تھا۔ آپ کی پیش گوئی راج کمار سے متعلق گجرات و لوہ گجرات میں مشہور
تھی۔ اور اسی سے شاید متاثر ہو کر شاہ جہان نے اورنگ زیب کیلئے راج پانی کی
خواستگاری کی تھی۔ کرامت نامہ کی تائید تاریخ راجگان راجور سے ہوتی ہے۔

اورنگ زیب کے لئے شاہ دولہ کی دعا مشہور و معلوم ہے۔ سدا سنت
داراشکوہ کا مقامی وکیل آپ سے شہزادے کے لئے طالب دعا ہوا مگر آپ خوش
رہے۔ کرامت نامہ کے اس بیان کی تصدیق ہم کسی تاریخی ریکارڈ سے نہیں کر سکے
ہیں۔

اورنگ زیب کے حکم سے فقرا اور درویشوں کو طلب کیا گیا تھا۔ شاید بادشاہ
چاہتا تھا کہ انہیں آزمائے یا شاید شریعت ظاہری کا پابند اورنگ زیب اہل نظر
کے مسلسل احتجاج پر انہیں دیا نا چاہتا تھا۔

صاحب نامہ میں نشئی گنیش داس لکھتا ہے۔

لاکن چوں تاریخ ۱۰۶۴ ہجری مطابق ۱۶۶۵ عیسوی

محمد اورنگ زیب عالمگیر اورنگ آرائے خلافت شد

مقتضای تعصب مذہب بہ احضار اکثر فقرا اور

تکشاف کرامت اولیا حکم فرمود بعضی مثل شاہ دولہ

گجراتی و شاہ صدر الدین قصوری و شاہ حسین در کہ

نزدیک شاہدرہ لاہور تکیہ دارو بہ جذب قلب ارتقا

اور راستہ بطور نوحہ شہادت و جمع چوں سرمد فلندہ وغیرہ

تن بہ تقدیر سپروہ از جوئیاری تیغ آب و از شہادت شہادت

چشمہ ندیم دریں جماعت گویا تیغ بہادر از مقام

عظیم آبا و حسب الامر بادشاہ حاضر و در مقید سلسلہ

گرفتاری شدہ . (ص ۱۱)

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شاہ دولہ کی ملاقات
گردناٹک سے نہیں ہوئی اور نہ ملاقات ممکن تھی شاہ دولہ کے ہم عصر گوردیٹی بہا
تھے اور انہیں سے آپ کی ملاقات اس مصیبت کے وقت ہوئی ہوگی۔

فہرزدہ بہادر شاہ سے ملاقات بھی قرین قیاس نہیں ہے بہادر شاہ
صوبہ دار کابل تھا وہیں سے دلی اور اگرہ کی طرف بڑھا تھا کہ باپ کے بعد
تخت و تاج پر قبضہ کر لے۔ مگر یہ واقعہ ۱۷۰۷ء کا ہے شاہ دولہ کا انتقال
صاحب نامہ کے مطابق ۱۰۶۶ھ میں ہوا اور اوزنگ زیب عالمگیر ۱۰۶۸ھ میں تخت
نشین ہوا۔ کرامت نامہ کا واقعہ اوزنگ زیب کے آخری سالوں کا ہو سکتا تھا۔
اس لئے سن بندی کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ ناممکن ہے۔ اوزنگ زیب زندگی
کے آخری سالوں میں مہمات دکن میں ابھارا۔ اس کے سن ابدال،
آنے کا سوال ہی نہ تھا۔ ان دنوں حضرت شاہ دولہ انتقال فرچکے تھے۔

کرامت نامہ میں ہم عصر علمائے اسلام کا ذکر بھی آیا ہے جن میں سر دفتر
ملاں عبدالحکیم سیالکوٹی ہیں۔ ملا شمس الدین اپنے فرزند نامور کو لائے۔ تو حضرت
شاہ دولہ نے فرمایا۔ مولوی صاحب آپ کا بیٹا میرا مخالف ہوگا۔ مولوی صاحب
نے منت وزاری کی اور طالب دعا ہوئے۔

کہا اچھا پہاؤ بلند مرتبہ ہوگا بعد اس کے مولوی محمد حکیم
بادشاہ کے دربار میں عمرہ عہدہ پر بلازم ہوا رفتہ رفتہ

اس کو عہدہ بلند عطا ہوا۔ (ورق ۳۸ الف کرامت نامہ اردو)

سیالکوٹ میں ملا اپنی مخالفت سے باز نہ آئے۔ اور آپ کے تکیہ کا راستہ
بند کر دیا جب آپ نے پیغام زبانی بھیجا تو پیامی کو سخت ست کہا۔ زیادہ دن نہیں
گزرے تھے کہ حکم بادشاہی دربار سے معزولی و ضبط علی نقد و جنس مولوی صاحب
کا صادر ہوا۔

چند دن گزرے اور انہوں نے آکر محل و آمد کیا۔ اور سب

مال ایک قلم بند کر دیا۔ اور عیال و اطفال اس کے تمام

نان نشینہ کے محتاج ہوئے۔ اور در بدر حیران و پریشان

ہو کر پھرنے لگے۔ آخر نام ہو کر پارہنہ مدعیال اطفال

حضرت کے قدموں میں بیسجود ہوئے۔ (ورق ۳۸ ب)

آپ نے مولوی صاحب کو دربار روانہ فرمایا اور کہا۔ حکم خداوند عالم خیریت

اور فتح ہوگی۔ نواب سعد اللہ خاں وہاں مولانا کے آٹے آئے۔ اور تمام مال بجایزاد

ان کی واکزار ہو گئی۔

ملا صاحب حضرت شاہ دولہ کی زیارت کے لئے آئے۔ آپ نے
کمال مہربانی اس کے حال پر کی اور کہا۔

مولوی صاحب آپ نے بہت ہی اچھا کیا جو کہ
آخری ملاقات خود آکر ہم کو کروائی ہے۔ یہ فرما کر حضرت
نے بہت سا تبرک میوہ جات اور ہر قسم کا پارچہ اس کو
بخشا۔ (دستاویز کرامت نامہ اردو)

گجرات سے مولوی صاحب رخصت ہو کر سوہدرہ آئے تو انتقال فرمایا۔ آپ
کرامت کے ذریعہ جنازے پر پہنچے۔ عبدالرحمان مولوی صاحب کے فرزند نہیں
وفا نے سیالکوٹ لے گئے تھے۔ وہ گجرات آتے ہوئے گھوڑے سے گرے
اور بے ہوش ہو گئے۔ شاہ دولہ نے انہیں سوار کرایا۔ گجرات پہنچ کر شکایت کی کہ آپ
جہان سے میں شریک نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا۔

پہاؤ فقیر تو اس کا جنازہ پڑھ کر اپنے ہاتھ سے اسے
خود دفن کر کے آیا ہے۔ مولوی صاحب سے کہا پہاؤ
میں نے کبھی دروغ نہیں کہا جو وضع سوہدرہ اور شہر
سیالکوٹ میں رہ چکے فقیر حاضر رہا ہے۔ اکثر مسلمان

میرے اس بات کے گواہ ہیں۔ (دستاویز کرامت نامہ اردو)

پھر آپ نے یاد دلایا کہ جب وہ گھوڑے سے گرے تھے تو اسے آپ
نے سوار کرایا تھا۔

میراں فاضل قاضی شہر گجرات کو روش درویشاں پسند نہیں تھی۔ انہوں نے
شاہ دولہ کے دو نائبین ساوات خاں اور سردالہ بنت کی شکایت کی۔ اور انہیں
جواب دہی کے لئے لاہور بلایا گیا۔ شاہ دولہ دریائی نے کرامت سے منزل منزل
ان کے کھانے والے کا بندوبست کیا۔

جس وقت بادشاہ کے دو پیر حاضر ہوئے تو بادشاہ

نے فرمایا کہ شاہ دولہ دریائی نے کس واسطے شہر گجرات

میں شور مچا رکھا ہے۔ اور تمام کام ممتوعات وغیر

مشتروعات شروع کیے ہیں۔ (ورق ۴۶ کرامت نامہ اردو)

ساوات خاں نے کہا بغیر مدعی اور شہادت کوئی حکم شرعی نہیں لگایا جا

سکتا۔ بادشاہ خاموش ہوا۔

تو ایک ساعت سردوزاؤں میں رکھ کر فرمانے لگے

کہ تم ممت شہر گجرات میں قیام رکھو کسی اور جگہ جا کر

عمر گزارا کرینا۔ (ورق ۴۶ الف کرامت نامہ اردو)

ساوات خاں نے انکا کیا۔ گجرات پیر خانہ کی وجہ سے ان کے لئے قبیلہ

کھینے۔ اگر خدمت میں نہ رہے تو قیامت کے دن روسیہ اٹھے بادشاہ نے

انہیں واپسی گجرات کی اجازت دے دی۔

ابھی ساوات خاں خدمت بادشاہ میں تھا۔

ایک فقیر حضرت کا باکتر میں دو کفن اور دو کلاہ اور

دو آزار سفید اور دو تھان بانٹہ سطر اور عنبر سے

آلودہ لے کر آیا۔ اور خاں مذکور کا اسی وقت حال

متبصر ہوا جب یہ سر و پا دیکھا تو فرمایا کہ شمار کہ کے سناؤ

آیا کون کون سی چیز پارچہ ہے۔ (ورق ۲۶ الف کرامت نامہ)

فقیر نے انہیں گنا جب نام تھان بانٹہ سنا تو کہا اسی کا مجھے انتظار تھا۔ مجھے

اسی پارچہ میں گفتا تا یہ خلعت آخری ہے پھر کلمہ شہادت پڑھا۔ اور جانِ جاں آفرین

کے سپرد کی۔

سیلاب کا پانی برسات میں پہاڑ کی طرف سے آتا تو گجرات میں مکانات کو

نقصان پہنچتا تھا۔ آپ نے بند باندھنا شروع کیا۔ میراں فاضل سے کسی نے

شکایت کی پانی کا راستہ حضرت شاہ دولہ کی طرف سے بند کر کے تمہارے مکانات

اور مسجد کی طرف کیا جا رہا ہے۔

سید فاضل نے کہانی واقع شاہ دولہ ہمیشہ ہمارے

ساتھ عدوت کرتا رہتا ہے۔ اور وہ باز نہیں آتا تمام

قوم مسلمانان کو مبتلا آہن گراں اور سقلی گراں اور میان

بندال اور ملاں موزناں کو جمع کر کے لاکھیاں وغیرہ

ہاتھ میں دے کر حکم دیا۔ کہ حضرت شاہ دولہ کو جا کر

موکل ہمارا ہیوں کے خوب مارو۔ (ورق ۲۶ ب کرامت نامہ اردو)

شاہ دولہ کے فقیر پریشاں ہوئے۔ بگ آپ نے کہا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

ہم خیریت سے رہیں گے۔

جس وقت حضرت نے اپنی نرا انگشت اٹھا کر ہاتھ

ہلایا تو فوراً اسی وقت لشکرِ ہجوم میں خود بخود جنگ شروع

ہو گئی۔ (درق ۲۷ الف کرامت نامہ اردو)

ان میں سے کوئی نہ رہا جسے چوٹ نہ آئی ہو۔ انہوں نے بسز سرخ اور

ایک سیاہ فوج دیکھی۔ اگر وہ بھاگ نہ آتے تو سارے مارے جاتے۔

میراں فاضل نے بادشاہ سے شکایت کی اور قصیدہ نپٹانے کے واسطے

قاضی عبدالوہاب کو مامور کیا گیا۔ حضرت شاہ دولہ پر الزامات تھتے۔

تم زٹار داروں کی امداد اور پرستش مقام ہنو وادراہ

رسوم زٹار داروں کی کرتے ہو۔ اہل ہندوان سے

سے دوستی اہل اسلام سے عداوت رکھتے ہو۔

(درق ۲۸ ب کرامت نامہ اردو)

میراں فاضل تو عدالت میں پیش نہیں ہوئے ایک دوسرا شخص ان کی طرف

سے وکیل بن کر آیا۔ اس نے الزام لگایا کہ شاہ دولہ نے پرابت ناٹھ جوگی کی مرہمی

تعمیر کروائی۔ آپ کے فقیر ہندوں کے تالابوں پر جا کر بھنگ وغیرہ پیتے ہیں یہ فقیر

کو آپ ایک روپیہ جمعہ کو دیتے ہیں بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں بیوہ جات شیرینی

تقسیم کرتے ہیں۔ تالاب بلخ جہان سرائے صاف رستے بنواتے ہیں حضرت نے

سب باتوں کے جواب یا صواب دیئے۔ اور قاضی عبدالوہاب نے بادشاہ کو لکھا

کہ سب قصور سید فاضل میراں کا ہے۔

ملا عبد الرحمان حضرت شاہ دولہ کا مرید عقیدت مند تھا۔ اس کی شکایت

بھی سید فاضل میراں کے پاس کی گئی۔ الزام تھا کہ وہ ہندو بچوں کو پڑھاتا ہے اور انہیں کے گھر کا پکا پکایا کھاتا ہے۔ اسے پکڑ لیا گیا۔ آپ نے دیکھا تو کہا فکر نہ کر۔ آپ بھی سید فاضل میراں کی محفل میں آ بیٹھے۔ اسی دم فاضل میراں کی بیوی میں جن گھس گیا۔ اور سب منتر جادو والے عاجز آئے۔

فاضل میراں کے سوالوں کے جواب میں ملانے کہا۔

اے مولوی صاحب میں کوئی اپنے نفس کی واسطے

یہ کام نہیں کرتا لیکن میں اہل ہنور سے روٹی لے کر

جس کسی کو بھوکا پیاسا دیکھتا ہوں اس کو دے دیتا

ہوں۔ اور علم حروف خدا شناسی کے لئے پڑھاتا ہوں۔ (ورق ۲۳ ب)

حضرت شاہ دولہ کی طفیل فاضل میراں سید عالی نسب کی بی بی سے

نسیاہ جن دیری بھی جانا رہا۔

ملا عبد الحکیم اور فاضل میراں کے علاوہ قاضی رسی۔ قاضی شفیق۔ قاضی عبدالوہاب

قطب الدین اور مولوی محمد زاہد فاضل، عابد خاں صدر الصدور کا ذکر بھی کرامت نامہ

میں ہے۔

ان معلومات کا موازنہ اور مفت سالیہ بھی تاریخی حقائق سے

کیجئے۔

فارسی کرامت نامہ اردو ترجمہ نجف شاہ میں مولوی محمد حکیم لکھا ہوا ہے

اور ان کے والد ماجد کا نام مولوی شمس دین۔ ظاہر نظام ہریہ عبد الحکیم سیالکوٹی مولانا

شمس الدین کے فرزند نامور ہیں۔ اردو اور فارسی کرامت نامہ میں صرف نام ہی

نہیں بدل گیا ہے بلکہ ایک کرامت کے بیان میں عبدالرحمان کو ملا عبدالحکیم
(محمد حکیم) کا فرزند بتلایا گیا۔ مگر دوسری کرامت کے بیان عبدالرحمان اور مولوی
محمد حکیم کو ایک ہی آدمی سمجھا گیا ہے۔

تاریخ و تذکرے کے دفاتر سے ناواقف صرف کرامت نامہ شاہ دولہ کے
مطالعہ سے فاضل سیالکوٹی اور فاضل میراں گجراتی سے متعلق غلط تاثر لے
سکتا ہے۔

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی مولانا کمال کشمیری کے شاگرد اور حضرت مجدد الف ثانی
اور قاری وزیر سعد اللہ خاں کے ہم سبق ہیں۔ آپ نے علم حدیث شیخ عبدالحق دہلوی
سے حاصل کیا۔ آپ کی مغل شہزادوں کے اتالیق تھے۔ اور بادشاہ سے ایک
لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ پاتے تھے۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء کہتے ہیں۔

علمائے ہند پر قول و فعل دے جائے اعتراض و

حکام عہدرا از حکم شرع کہ بفتویا دے جاری

شدے جائے انکار و اعتراض بنو دے۔

شاہجہاں، ملا سیالکوٹی کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اس نے دو مرتبہ ملا کو چاند

میں تلوایا۔ اور چھپنہر دو تول بار آپ کے ہونڈن نذر کیا کسی دیہات بطور جاگیر عطا

کئے۔ بادشاہ نامہ عمل صالح مرآة العالم۔ فرحت الناظرین خلاصۃ التواریخ میں

اور تفصیل بھی موجود ہیں۔

وقت کے صوفیا کرام سے ان کے تعلقات اچھے تھے۔ داراشکوہ نے

میاں میر سے ملا فاضل سیالکوٹی کی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ آدم نبودی مجذوب
 شیخ حسین حاجی محمد سعید سے آپ ملے تھے شیخ بلاول سے آپ کے تربی
 تعلقات تھے شیخ احمد سرمنڈی اپنے ہم سبق کو ملا سعید احکیم ہی نے مجدد کا خطاب
 دیا۔ ملا شاید حضرت مجدد الف ثانی سے بیعت بھی تھے۔

یہیں معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی تذکرہ یا تاریخ میں اس کا ذکر ہے کہ شاہ اول
 نے ملا سیالکوٹی سے تعلقات اچھے نہیں تھے۔ اور یہ جو کرامت نامہ میں لکھا ہے
 کہ بادشاہ نے ناراض ہو کر آپ مال اور جائداد ضبط کرنے کا حکم دیا تھا۔ درست
 نہیں ہے۔

فاضل میراں قاضی شہر اور علمائے گجرات میں گل سرسید تھے فہمشی کنیش و اس
 انہیں علم شریعت و فقہ میں کامل مانتا ہے۔ مذہب کے معاملہ میں فاضل میراں سخت
 تھے۔ انہوں نے بلسہدہر جوگی کی زبان نکلوادی کیونکہ اس نے کلمہ پڑھنے سے
 انکار کیا۔ انہوں نے اہل حرفہ اور قانون گویوں میں سے بہت لوگوں کو مسلمان کیا
 فاضل میراں اور ملا سعید احکیم سیالکوٹی کو کسی سے ذاتی عداوت نہیں ہو سکتا تھا۔
 مذہب کے معاملہ میں وہ ذرا پکے تھے۔ میاں میر نے تیب قرب حق کو خلعت
 سے کنارہ کشی کے ساتھ مشروط کیا تو ملا سعید احکیم سیالکوٹی نے کہا۔

حضرت آپ نے جو کچھ بیان فرمایا اگر وہ صحیح ہے

تو یہ عین رہبانیت کی تعلیم ہے اور اسلام اس تعلیم

کا اجازت نہیں دیتا۔

ملا کو معلوم تھا کہ شاہ جہاں حضرت میاں میر کا بڑا مستعد ہے۔ اہل باطن

کی روش کے پیش نظر اہل اسلام کے لئے لازم تھا کہ جہاں ترک اصول اسلام اور سنت نبویؐ دیکھیں اس کے خلاف آواز اٹھائیں خواہ نتائج کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔
 ملا عبدالحکیم اور فاضل میراں کو شاہ دولہ سے کوئی ذاتی عناد یا پر خاش ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور ان سلسلے میں کرامت نامے کے مندرجات قابل قبول نہیں ہو سکتے۔

کرامت نامہ میں نواب یوسف خاں، نواب ابراہیم خاں، پنجا اور خواجہ۔
 محمد اسلم بیچ نزاری بلہی رائے (سدالسننت) سید احمد فوجدار، بدیع الزمان فوجدار،
 نواب مرتضیٰ خاں، سادات خاں، سعید خاں، ناظم کابل، ہدایت خاں، صوبیدار
 کابل (جسے کرامت نامہ میں ہتھاب رائے لکھا گیا ہے) مقیم بیگ احمدی ہمتہ
 کھیما ڈیرا، چوہدری مل ڈیرا، نائک ٹاٹون گورائے موہن داس کے تذکرے
 ملتے ہیں۔

شاہ دولہ کے عام مریدوں میں حاجی نعمت خاں، میرزا برہائی، جانا جٹ،
 بلہ گلہ بان، مانا کھوکھر، شکر، کولا، فقیر مسکین، فقیر مبارک، فقیر معصوم، میر محمود
 ہدایت اللہ، تیشی کسو، جیتا ہندو، بلوک، پیرا نند، اویری، کمریا، وانا، جوا
 جادو رائے۔ ہیں جن کا ذکر کرامت نامہ شاہ دولہ دریائی گنج بخش میں موجود ہے
 بہر حال کرامت نامہ کے مندرجات کا تاریخی حقائق سے موازنہ
 اور مقابلہ اس کی قدر و قیمت متعین کرنے کے لئے کافی ہے۔

کرامت نامہ میں کہیں شاہ دولہ کے چوہوں کا ذکر نہیں ملتا۔ اس سے ہمارے
 دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ کوئی حضرت کی کرامت نہیں تھی، کئی کرامتوں

میں عقیدت مندوں کے لئے حضرت کی دعا کا ذکر ہے۔

اس جگہ مسماۃ جیونی وبقانہ قدر سے سیاقہ قند لے کر
 آپ کی خدمت میں آئی۔ اور نہایت عاجز کا سے عرض
 کرنے لگی کہ یا حضرت مجھ غریب کے گھر دو تین فرزند
 ہو کر مر گئے ہیں۔ لیکن اب میں بہت سال سے خشک
 ہو گئی ہوں۔ اور آپ ایک مرد خدا ولی اللہ ہیں برائے
 عند اللہ میرے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو
 بھی ایک فرزند عطا فرمائے۔ تو اس کا عرض نذر ہوا

حصہ آپ کی نذر کروں گی۔ (ورق ۶۹ الف کرامت نامہ اردو)

شاہ دولہ کی برکت دعا سے اس کے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اور حسب الامر
 اس عورت نے نام اس کا امیر باز رکھا۔ مگر سچے منہ سے بولتا نہیں تھا۔ اور لوگ
 اسے گونگا کہتے تھے عورت نے شاہ دولہ سے عرض کیا۔

یا حضرت آپ کی دعا پاک سے اللہ تعالیٰ نے مجھ
 کو فرزند عطا کیا ہے لیکن وہ بات چیت بالکل نہیں
 کرتا۔ اور تمام لوگ اسے گونگا گونگا کہتے ہیں آپ نے یہ
 بات اس کی رہقانہ سے سنی۔ تو اس کے فرزند کو فرمایا
 کہ اے پہاؤ تم روبرو آدمیوں کے ہم کو شہ منڈہ کرتے
 ہو بیشک زبان سے بات چیت کیا کرو پس وہ لڑکا اسکا

وقت طوطے بنگالی کی طرح باتوں میں شروع ہوا ورق ۶۹ الف
 کرامت نامہ اردو

شاہ دولہ دریائی ان مسلوب الحواس بچوں کے لئے جو ماں باپ کے لئے
 بارین گئے تھے۔ ماں باپ کی شفقت سے محرومی کا ازالہ اپنی انسان دوستی
 اور محبت سے کرتے تھے۔ آپ انہیں اپنے پاس رکھتے تھے۔
 لنگر سے کھانے دانے کا بند رست کرتے تھے۔ انہیں درویشوں کے سپرد نہیں کیا
 جاتا تھا جیسا کہ بعد میں دستور ہوا۔ اور جس کی وجہ سے حسن سلوک کی شاہ دولہ والی روتا
 ٹوٹ گئی۔ اور شاہ دولہ کے چوہے مانگنے کھانے کا ذریعہ بن گئے۔ یہ سماجی برائی ہو
 گئی۔ تو اس کو ختم کرنے کا واحد طریقہ رہی تھا۔ جو محکمہ اوقات نے اختیار کیا ہے۔
 اب ان چوہوں کو درگاہ پر نہیں چڑھایا جاسکتا وہ ماں باپ کی سپرد داری ہی
 میں رہیں گے۔

اب اخیر میں ضروری ہے کہ کرامت نامہ کے حوالے سے ہم معجزہ
 و کرامت کی بحث اٹھائیں۔

قرآن حکیم میں معجزہ کے لئے آیت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

نزلتے کہنا اگر تم سچے ہو۔ اور واقعی کوئی آیت

(معجزہ) لے کر آئے ہو تو اسے دکھاؤ۔ موسیٰ نے اپنا

عصا زمین پر ڈال دیا۔ وہ یکایک صاف صاف

اڑدیا بن گیا۔ اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو کیا دیکھتے ہیں

کہ ہر شخص کی نظر میں جگمگا رہا ہے۔ اس اعراف

قرآن حکیم میں معجزہ کے لئے دوسرا لفظ برہان ہے۔

محدثین نے علامت اور دلیل کے الفاظ بھی اسی معنی میں استعمال کئے ہیں۔

— بہر حال آیات الہی برہین۔ دلائل اور علامات یا معجزے۔ دوسرے مترادفات کے ساتھ نبیوں کے خاص ہیں۔ اور اولیاء سے کرامات۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا معجزے در کرامت ممکن بھی ہیں۔ ان پر ایمان رکھنے کے باوجود اس ہمارے دور میں شک اور گامے انکار کا کانسٹا بھی چھبھ جائے تو ایسی حیرانی کی بات نہیں۔ اہل یونان میں افلاطون شاعری سے بحث کرتا ہوا کرامت و معجزہ کو قدسی معاملہ سے تعبیر کرتا ہے۔ اہل اسلام میں کنذی فارابی اور ابن سینا نے معجزوں اور کرامتوں سے متعلق بحثیں کی ہیں۔ ابن رشد اور ابن تیمیہ نے انہیں کے خیالات کی تائید و تنقید کی۔ غزالی اور رازی کی تصانیف میں بھی انہیں سلسلہ کو پھیلا کر بیان کیا گیا ہے۔ اطلاع غیب۔ رویت الہی و ملائکہ قبولیت و عجاائب کا نظوریہ کو شرائط نبوت و ولایت میں شامل کیا گیا ہے۔

تاہم ہمیں کوئی تاریخی شہادت نہیں ملے گی کہ عیسیٰ ابن مریم کے خلیفہ اول یا حضور صلعم نے نزدیکیوں نے آپ سے معجزہ طلب کیا ہو۔ وہ سبھی ایمان لائے اور ان کے ایمان کی کیفیت بھی یہ تھی کہ اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو ان کے ایمان پر شہدہ بھرتی و زیادتی کی گنجائش نہیں تھی۔ ... تو یہ کہنا مناسب ہوگا کہ معجزے اور کرامات صرف انہیں کے لئے ہیں جن کا آئینہ قلبی قہتی طور پر رنگہ آلود ہو جاتا ہے معجزوں اور کرامتوں سے رنگ صاف ہوتا ہے۔ اور ایمان کو تقویت ملتی ہے مگر رنگ آلود ہی سہی بہر حال آئینہ کا وجود ضروری ہے۔

جاوگر بولے ہم سارے جہاں کے پروردگار پر

ایمان لائے جو موسیٰ اور ہارون کا پروردگار ہے

یہ آئینہ تھا۔ لیکن فرعون اس سے محروم تھا۔

تم میری اجازت کے بغیر اس پر ایمان لے آئے یہ

ضرور تم لوگوں کی مکاری ہے جو تم لوگوں نے اس

شہر میں پھیلا رکھی ہے تاکہ اس کے باشندوں کو

یہاں سے نکال کر باہر کر دیں جلدی ہی تم کو اس

شرارت کی سزا ملے گی۔

اعراف

۱۲۳

حضرت عیسیٰ کو بھی شکایت تھی کہ وہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے

آپ نے ان کے شہروں پر ملازمت کی بکار قریش حضور کو چادو گرتے تھے اور

اپنے احباب کو منع کرتے تھے کہ حضور کے پاس نہ اٹھیں بیٹھیں۔ انہوں نے آپ

کو کاہن کہا اور محبتوں کے نام سے پکارا۔ ان کے مقابلہ میں نجاشی پر حضرت جعفر طیارؓ

کی تقریر کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ نجران کے عیسائیوں نے مباہلہ سے انکار کیا۔ انہوں

نے سچے نبی کو جانا اور پہچانا۔ اگر وہ آپ کے مقابل آئے تو تباہ ہو جاتے۔ آپ نے

جناب خدیجہ الکبریٰؓ سے روحانی واردات کا تذکرہ فرمایا۔ وہ ذرا متروک نہ ہوئیں۔

انہوں نے کہا۔ خدا آپ کو رسوا نہیں کریگا (بخاری) حضرت ابوذر کے بھائی

نے انہیں اطلاع دی۔

وہ تو مکرم اخلاق کا حکم دیتا ہے۔ اور ایک کلام

پیش کرتا ہے جو شتر نہیں۔

معجزوں اور کرامتوں کے سلسلے میں علمائے اسلام صرف شہادت کا درجہ

ملاحظہ فرماتے تھے۔ اور راوی کی دیانت و امانت کے نظر معجزہ اور کرامت سے متعلق فیصلہ صادر کر دیتے تھے۔ یہی یوحنا مرس نے جن معجزوں کا ذکر کیا ہے انہیں کون اہل ایمان جھٹلائے گا۔ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے جواریوں کا نام اس بات کی ضمانت ہے کہ معجزے ہوئے ہیں۔ اور ہو سکتے ہیں۔ بعد القاسرہ بغدادی نے کہا۔

اسی خبر مشہور کے ذریعہ ہم نے آنحضرت صلعم کے معجزات کو جانا۔ مثلاً شفق القمر۔ دست مبارک میں کنکریوں کا تسبیح کرنا۔ شاخ خرما کا رونا۔

مگر حکمائے اسلام و فلاسفہ کے لئے یہ کافی نہیں ہے۔ ان کا انداز مغربی فلسفیوں اور منطقیوں کا ہے۔ مثلاً انجیل میں سینٹ جان کے حوالے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا ذکر ہے جس میں آپ نے صرف جو کی ۵ روٹیوں اور ۲ چھوٹی مچھلیوں سے بڑے گروہ کا پیٹ بھر دیا۔ اور بارہ ٹوکریں ٹوکریں کے اٹھائے گئے۔

بکسلے اسے ناممکن کہتا ہے۔ آخر ان روٹیوں کا وزن کیا تھا۔ اور مچھلیاں کتنی تھیں۔

۵ ہزار آدمیوں نے سیر ہو کر کھلایا تو ایک آدمی نے اندازاً گتنا کھلایا ہوگا۔

۱۲ ٹوکروں کا جو ٹوکروں کے اکٹھے ہوئے۔ وزن گتنا ہوگا۔

۱۲ ٹوکروں اور کھانا جو کھلایا گیا۔ دونوں کو ملائیں تو کیا ان کا وزن ۵ روٹیوں

اور دو مچھلیوں کے برابر ہوگا۔ یہ سب سوال بکسلے اٹھاتا ہے۔ اور لکھتا ہے

مجھے ان سے متعلق تسلی بخش شہادت مل جائے
تو میں اس معجزے کو ممکنات کی نئی اور خلافتِ توقع
مثال کہوں گا۔

ہکسلے کے مقابلہ میں ولیم جیمز نے اس نے اپنے مقالات میں جو ایک
یورپی یونیورسٹی کے لئے تیار کئے گئے تھے، وارداتِ روحانی کی تحقیق و تفتیش میں
مثالوں کے ڈھیر لگا دیئے۔

معجزہ اور کرامت ممکن ہے۔ اس کا جواب ہم قاری کی صواب دید
پر چھوڑتے ہیں۔ ہمیں اپنے بزرگوں سے حسن ظن ہے۔ اور اس لئے ہم
کرامت نامہ شاہِ دولہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کو پیش خدمت کرنے کی اجازت
چاہتے ہیں۔

کرامت نامہ

شاہ دولہ دریائی گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

جسے

متعدد اصل فارسی اور اردو تراجم

سے

مقابلہ و موازنہ کرنے کے بعد

جدید

سیلس

اردو میں مرتب کیا گیا ہے





①

مشتاق رام کو حضرت شاہ دولہ نے سفید لباس میں، دستار پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ تو آج شیخ سعدی ثانی بن کر آیا ہے۔ آپ کے ان کلمات کے اثر سے وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کا نام شیخ امان اللہ رکھا گیا۔ مشتاق رام طالب خاص اور شاہ دولہ دریائی کا ہم نشین تھا۔ اور کرامات حضرت کو فارسی میں لکھا جاتا تھا۔ خلیفہ بان سنگھ کھٹہ زیارت حضرت کے لئے آیا۔ ارشاد فرمایا کہ تو شیخ سعدی ثانی بن کر آیا ہے۔ تاثر کلام حضرت سے وہ مسلمان ہوا اور خلیفہ امان اللہ نام پایا۔

ایک سال بارش نہ ہوئی خشک سالی سے سب ہر سال بٹھے سجھی مل کر حضرت شاہ دولہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور طالب دعا ہوئے کہ حضرت کے طفیل سختی دور ہو۔ سب مسلمانوں کو نماز کے لئے حضرت نے جمع فرمایا۔ نماز تمام کر کے دعا کو پکھا کھائے اور بارش برسنے لگی۔

۱۔ کسی نسخہ فارسی میں یہ عبارت نہیں ہے۔ مترجم نجات شاہ نے کرامت نامہ میں بطور تفاوت خود بڑھا دی ہے۔ ۱۲

نشیم

۲

ایک دن سناپنوں والا حضرت کا امتحان لینے کے لئے سانپ کا گوشت
پکالایا۔ آپ نے بذریعہ کشف معلوم کر لیا۔ اور کہا اسے ڈھک کر رکھ دو۔ جب
اس نے اصرار کیا کہ آپ اسے کھالیں۔ تو فرمایا اسے تم ہی کھا سکتے ہو۔ وہ
تائب ہو کر خادم درگاہ بن گیا۔

۳

فتح محمد سوواگر سیالکوٹی نے طبق میں نجاست بھیج دی۔ نوکر کو اس کی خبر
نہ تھی۔ حضرت نے فرمایا جاؤ اسے پھینک دو۔ نوکر نے کہا حضرت اسے
قبول فرمائیں۔ کہا اچھا سر لوٹ اٹھاؤ۔ طبق پھولوں سے بھرا ہوا تھا۔ پھر آپ نے
کہا اسے پھینک دو۔ خواجہ کو خبر ہوئی تو وہ حیران ہوا۔ وہ دیوانہ ہو گیا۔ نجاست
کھاتا رہا اور اسی حالت میں مرا۔

۴

ہبتہ کھیم کرن کی ملازمت سے الگ ہو کر آپ سید اسمرست کی خدمت
میں آئے تھے۔ آپ نے اجازت چاہی کہ لب دریا ایک عبادت گاہ بنو الیں
جلال اور ابراہیم دو ملا حوں نے اس سلسلہ میں ندو کی حامی بھری۔ پھر اجازت مل
جانے کے بعد حضرت نے ایک تکیہ بنا کر اس کے چاروں طرف خندق کھدائی
اور پھیل دار درخت لگوا دیئے۔

صبح سے شام تک کام کر کے جلال اور ابراہیم تھک گئے۔ کہا حضرت
باقی کام پھر کریں گے۔ فرمایا میں ابھی نہیں تھکا۔ یقیناً کام اور کر لوں۔ ایک ساعت

کے بعد آپ کا کڈال دیگ کے منہ پر لگا کہا دیکھو یہ کیا ہے وہ بھاگے آئے
دیگ زلیورات اور نقدی سے پر تھا۔

انہوں نے پوچھا یہ مال کہاں رکھیں۔ آپ نے ملازگر کا پتہ دیا۔ کہا اس
کے پاس امانت رکھو۔ جتنا خرچ کرنا ہو لیتے رہتا۔

اسی دن ایک مستانہ جوگی بھبھوت رما سے آیا وہ بھی صاحب کرامت
تھا۔ اس نے دولت میں سے حصہ مانگا۔ جلال چاہتا تھا۔ کہ اسے نکال دے۔
مگر حضرت نے روک دیا۔ اور کہا گورجی جس قدر ضرورت ہو لے لیں۔ آپ نے
کچھ تبرک اس کے سامنے رکھا۔ اس نے انگلی کے سر سے اسے چکھا
اور کہا اسے شاہ دولہ یہ وہی تبرک ہے۔

جوگی نے اٹھ کر دریا میں غوطہ لگایا۔ اور ایک چراغ اور دو روپیہ نکال لایا
پوچھا یہ کیا ہیں۔ کہا گورجی ایک چراغ اور دو روپیہ کس لئے، اس نے پوچھا
فرمایا اللہ ایک اور محمد برحق۔

جوگی نے دوسرا غوطہ مارا۔ کچھ دیر بعد ایک روشن چراغ اور ایک روپیہ نکال
لایا۔ کہا یہ کیا ہیں۔ فرمایا ایک چراغ اور ایک روپیہ کس لئے، اس نے پوچھا
کہا۔ اللہ ایک جس کا ثانی نہیں۔

جوگی نے خوش ہو کر دعا دی۔ اور دیگ پر لکھ دیا۔ ایک بار تم سے ملاقات
کرنے سے۔ اکیس بار پھر ملاقات ہوگی۔ یہ کہہ کر جوگی غائب ہو گیا۔

زرگر کی عورت نے امانت مال کا سارا مال اپنے داماد سے بیان کیا۔ وہ
چوروں کو لے کر آیا جو زرگر کے سارے خاندان کو قتل کر کے مال لے اڑے۔

لے بخت شاہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ زرگر کی ہڈیاں آپ نے گنگا جی بھوا دیں۔ جانا زرگر مسلمان تھا۔

حضرت نے فرمایا کہ چلو دیکھیں آپ آئے اور کہا یہ مال قارونی ہے۔ اس کے بعد شاہ دولہ جہاں خزانہ نکلتا وہیں دشن کر اویٹتے تھے۔

۵

قوم گو جیر سے ایک آپ کا مرید اور طالب، ملازم شاہ ہوا۔ بادشاہ نے اسے شیر سے لڑوایا۔ اس نے دل میں حضرت کو یاد کیا۔ کرامت سے آپ شریف لائے۔ اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ اور کہا ڈرمت ایک کیا سو شیر تیرے ہاتھ سے مارے جائیں گے۔ اس نے شیر کو مار لیا۔

۶

حضرت کے خاص مریدوں اور درزیوں سے کچھ شادی فرزند کیلئے سیالکوٹ گئے۔ مقدم موضع کیلو کی نے جو آپ کا ارادت مند تھا۔ ان کی خوب آؤ بھکت کی۔ شادی کے بعد واپسی پر اسی کے پاس ٹھہرے۔ اس نے حق خدمت داکیا۔ اور حضرت کے وقت سلام نیاز بھیجا۔ انہوں نے حضرت کی خدمت میں ہنچ کر حالات بیان کئے اور سلام دیا۔ آپ کے پاس اس وقت گریہ بھیجی تھی۔ اس سے حضرت نے پوچھا مقدم کا توفیق خدمت کیا ہے۔ وہ مانند طوطی بنگال بولی جو خدمت مرشد کرے جو مانگے سولے۔

۷

ساجی نعمت اللہ سوزاگر لاہور سے تھا۔ وہ شوق سے دیوانہ ہو کر حضرت کی زیارت کے لئے آیا شہریت انار اور ماہی پولا اور ماہی روٹن پختہ وہ کھانا پیتا تھا۔ قصبہ وزیر آباد میں تلاش کے باوجود مچھلی دستیاب نہ ہوئی۔ دل میں کہا مرشد کامل مچھلی

کھلا اور شربت پلا دے گا۔

وہ گجرات آیا تو حضرت نے کہا میاں فقیروں کی آزمائش کی نیت اچھی بات نہیں اس نے معذرت کی۔ اتنے میں ایک شخص نے ماہی روغن پختہ اور ماہی پولانڈر پیش کی۔ آپ نے گھر سے شربت دانا منگوائے اور کہا لو کھاؤ پیو۔

حاجی نے دو سالہ چاک کر کے کفنی گلے میں ڈال لی۔ اور حضرت کی خدمت اقدس میں رہنے لگا۔ گھر والوں نے ابتری حال و احوال اور کاروبار آپ سے بیان کی آپ نے حاجی صاحب کو بھیج دیا۔ اور وعدہ فرمایا۔ کہ توفیق خدا کے ساتھ ہر کڑے وقت میں مدد کو آؤنگا۔

حاجی بوجہ فرمان حضرت کاروبار سوداگراں میں لگا رہا ایک کاروباری سفر میں اس کی کشتی میں بحری لیٹرے چڑھ آئے۔ اس نے آپ کو یاد کیا۔ وقت چاشت آپ لیٹے ہوئے تھے جلدی میں اٹھے اور زور زور سے ادھر ادھر وار کرنے لگے ایک دو ساعت کے بعد جوش و خروش کم ہوا۔ سب حیران تھے۔ امان اللہ خلیفہ نے یہ سب حال لکھ لیا۔

حاجی بخیر سفر سے لوٹا اور تحفہ تحائف لے کر حاضر ہوا۔ جب اس سے پوچھا تو اس نے غارت گری فرنگ اور امداد و مرشد کا حال سنایا اور سب کا ایمان تازہ ہوا۔

۸

نعمت اللہ حسام حال کا ملازم تھا۔ وہ زیارت بیت اللہ سے مشرف ہوا وہاں اس کی ملاقات حضرت شاہ دولہ سے ہوئی۔ حج اکبر کے روز دربار ملاقات پوچھا تو حضرت نے بتلایا کہ آپ گجرات سے ہیں۔ حج و طواف کے بعد آپ نے

اسے ایک کلاہ اور ایک چادر عطا فرمائی۔

گجرات میں آکر اس نے حضرت سے متعلق پوچھا معلوم ہوا یہیں ہیں۔ وہ صاحب خدمت ہوا اور پوچھا حضرت کب واپس آئے۔ آپ نے اس کے منہ میں شیرینی ڈال کر کہا راز فقاظا بہر نہیں کیا کرتے۔

اس نے درویشوں سے پوچھا۔ انہوں نے بتلایا حضرت تو برابر گجرات میں تشریف فرما رہے ہیں۔ آپ حج پر تو نہیں گئے ہیں۔ صرف عید کے روز سیالکوٹ امام صاحب کی فاتحہ میں تشریف لے گئے تھے۔ اس نے دستار آٹا کفنی پہنی اور کلاہ درویشی لگالی حضرت نے اسے میاں عمری کا خطاب دیا۔ وہی چراغ جلاتے تھے۔ اور آج تک اولاد ان کی مزار تشریف پر چراغ جلاتی ہے جھاڑو دیتی ہے اور چادر چڑھاتی ہے۔

۹

آپ نواب ایرا سیم خاں کی ملاقات کے لئے سوہدرہ تشریف لائے مومن داس ایک ہندو ساتھ تھا۔ نواب نے کہا اے حضرت پیر مسلمان، اور طالب اس کا ہندو۔ آپ نے کہا عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود۔ نواب صاحب نہ مانے۔ انہوں نے کہا۔ اے مومن داس جو پیر صاحب کہیں گے۔ تو مانے گا۔ اس نے کہا ضرور۔ نواب اے مسلمان کرنے کے لئے کہتے مگر آپ کی کرامت سے اس کی زبان گنگ ہو گئی حضرت نے مومن داس کو رخصت کیا تو اس کی زبان کھلی۔ نواب صاحب نے معذرت فرمائی۔ اور نذر نذرانہ پیش کیا۔ حضرت نے اسے دعائے خیر دی۔ اور سب کچھ وہیں ٹٹا دیا۔

(۱۰)

خاناجٹ موضع گلکھڑ چیمہ سے بہر زیارت آیا۔ مچھلی پلاؤ کو دل چاہا۔ دوست کو آگے بھیجا کہ وزیر آباد سے سامان خرید کر تیار کروائے۔ مچھلی دستیاب نہ ہوئی۔ وہ کلیاں آباد ہاں بھی کچھ نہ ملا۔ اس نے سوچا اب شاہ دولہ ہی میری خوشہ پوری کرینگے۔ وہ گجرات آیا۔ تو آپ نے کھانے دانے کے لئے پوچھا۔ اس نے کہا حضرت پر سب کچھ رشن ہے۔ آپ نے فقیر مسکین سے کھانا لانے کے لئے کہا وہ مچھلی پلاؤ لایا۔ حضرت نے فرمایا۔ اور بس چیز کو دل چاہے مانگ لو۔ اس نے تازہ خوشہ انگوٹھ کا سوال کیا۔ آپ نے گڈری اٹھائی اور تازہ خوشہ ڈال سے ٹوٹا ہوا عتایت کیا۔

(۱۱)

میرزا برہانی آپ کا ارادت مند چاندنی چوک دہلی میں سیر تماشا کر رہا تھا کہ ایک پہوان مست ہاتھی پر آیا سب لوگ دیکھ کر بھاگ گئے۔ مگر وہ ڈٹا رہا سوچا مجھے کیا خوف، بندہ مرید شاہ دولہ ہے۔ فیلبان نے ہاتھی بڑھایا اور ہاتھی نے چاہا کہ اسے پیروے مگر حضرت کرامت سے وہاں پہنچے اور ہاتھی کی سوندھ کاٹ کر مرید کو رہائی دلوائی۔

میرزا برہانی متعل جب خدمت اقدس میں آیا تو کہا تو بھی ایک سچے شیر ہے اور ہمیں شیر بانی کے لئے آدمی چاہیے۔ پھر اسے بے ہوش فرمایا۔

(۱۲)

شاہ جمال مجذوب کسی کو قریب نہ آنے دیتا۔ دور دور بھاگ جاتا تھا فرمایا اسے پوست کا پانی دو آرام ہو جائے گا۔ خاناجٹ نے پیالہ تیار کر دیا اور مجذوب

کے پیچھے پیچھے ہر جگہ گیا۔ آخر وہ ٹھہر گیا۔ کہا کیا ہے۔ کہا آپ پست، اس نے
پی لیا پھر اس کا سودا اور تنہائی ختم ہوئی۔ اور وہ کھانے پینے لگا۔

(۱۳)

حضرت شاہ دولہ اپنے جانوروں کو کاعنی زریں اور پنکھ بانڈھ کر چھوڑ دیتے
تھے۔ ایک بچہ ہرن جہانگیر کی شکار میں جا نکلا اسے بتلایا گیا۔ یہ شاہ دولہ کا
ہرن ہے جنہیں بعض کیمیا گر کہتے ہیں، اور بعض کہتے ہیں ان کے پاس پارس ہے
اسی لئے حضرت عمارت بختہ و عالی شان بنواتے ہیں۔ پل مساجد چاہ جہان
خانے، باغ گنبد اور کنوئیں، مزید استفسار پر بادشاہ سلامت کو یہ بھی بتلایا۔
کہا کہ حضرت وحش و طیور جلاؤں دریاں و صحرائی کی پرورش بھی کرتے ہیں آپ
کے آہوبان خانوں نے کہا حضرت ایک خدا پرست فقیر ہیں۔ اور بس۔
جہانگیر نے حضرت کو بلانے کے واسطے گزیر دار بھیجے۔ آپ نے فرمان شاہی
کو سر پر رکھا۔ اور مہمانوں کے کھانے دلنے کا بندوبست کر کے ساری رات عبادت
میں بسر کی صبح کو معہ خادمان شاہی کے روانہ ہوئے۔
شاہدہ میں آپ نے گھی میدہ اور شکر لے کر روٹی تیار کروائی اور سرخ روٹوں
میں بانڈھ کر تبرک جہانگیر کے آگے رکھا۔
نور جہاں اور جہانگیر بادشاہ حضرت شاہ دولہ سے بڑے متاثر ہوئے۔ آپ
نے کہا کہ نہ کیمیا کی خبر رکھتا ہوں۔ نہ میرے پاس پارس ہے۔
جہانگیر کے دل میں وسوسا تھا کہ شاہ دولہ کی طرح کے صاحب اثر و نفوذ
شورش برپا کروا سکتے ہیں۔ اس نے زہر آلود خلعت لانے کا حکم دیا۔ آپ نے

خلعت پہنا۔ مگر زہر کا کوئی اثر نہ ہوا۔ دوسرا خلعت بس زنگ تیز زہر والا لایا گیا
 آپ نے مرشد سید اسمرست کا خیال دل میں کیا۔ وہ تشریف لائے اور تسلی دی۔
 ایک ساعت بعد جب زہر کا اثر نہ ہوا۔ بادشاہ نے اشارہ کیا کہ زہر ہلاہل کا پیالہ
 تیار کریں۔ اسی دم تخت شاہی زلزلہ میں آیا اور محل ہلنے لگا۔ اور ہر طرف فقیر سلاح
 پوش نظر آنے لگے۔ بادشاہ بہت ڈرا نور جہاں نے کہا فقیر بڑا قوت والا ہے اس
 سے چھپرا چھی نہیں۔ بادشاہ نے اور خلعت برنگ سرخ لانے کا حکم دیا۔ آپ نے
 فرمایا پرانے فقیر سرخ رنگ پہنتے تھے مجھے جوڑا بسز ملا ہے۔ اور ہمیں یہی رنگ
 پسند ہے۔ بادشاہ چپڑ رہا۔ زر نقد اس نے نذر کیا۔ آپ نے سب وہیں ملازما
 شاہی میں لٹایا۔ بادشاہ نے پانچ ہزار سیکھ زمین وعدہ معافی دینی چاہی۔ آپ نے
 کہا تمہارا نذرانہ مجھے مل گیا۔ جب ضرورت ہوگی مانگ لوں گا۔ اور بادشاہ رخصت ہوئے

(۱۲)

اور ننگ زیب نے تخت پر چلوں فرمایا۔ اور سارے درویشوں کو بلایا۔ کہ ان
 کے درجات آزمائش میں ڈال کر معلوم کرے۔ نواب ابراہیم نے رائے بدرابن
 کو لکھا کہ شاہ دولہ کو روانہ کرے۔ وہ حضرت کا ارادت مند تھا۔ آپ سے کیسے
 کہتا دوسری طرف شاہی عتاب کا ڈر تھا۔ ہر کرن کو قوال خدمت میں آیا۔ آپ نے
 عندیہ معلوم کر کے کہا جو کہتا ہے بے خوف ہو۔ میں خدا و رسول کے سوا کسی سے
 نہیں ڈرتا۔

آپ آماؤہ سفر ہوئے موضع کلیال میں مقام تھا کہ آدھی رات شور اٹھا
 جب حضرت سے پوچھا تو کہا بابا امام صاحب نے فوج مدد کے لئے بھیجی ہے چناب پار

کر کے آپ منزل منزل شاہد رہ آئے راہ میں بہتر مقام پر بحوم خلائق نذر و نیاز
پیش خدمت کرتا تھا۔ آپ سب بابت دیتے تھے۔
فقر آپ کو دیکھ کر خوش ہونے سمجھے کہ اب ساری بلا طلی۔

بادشاہ دسترخوان پر کھانا کھاتا تھا۔ آپ کرامت کے ذریعہ وہیں پہنچے۔ اور سا
شربیک ہو گئے بختا در خواجہ اور ماہ بانو کنیز نے کہا یہ سب مبارک شاہ دولہ کا
ہے صرف ہاتھ جو نظر آ رہا تھا۔ مرد ضعیف کا تھا جس کی بڑی انگلی غائب تھی۔
بادشاہ نے درخواست کی۔ آپ جمال ظاہری سے مسرور کریں۔ آپ سامنے آگے۔
نواب صاحب کو حکم ملا کہ فقرا کا سب کام حضرت کی مرضی کے مطابق نپٹایا
جائے۔ آپ نے سب فیقروں کو چھٹکارا دلویا۔ اور گھروں کو پہنچایا۔ اور پھر گجرات
تشریف لائے۔

۱۵

چوہدری ہندو سرسند والا خادم حضرت کا تھا۔ ایران میں مسلمان ہوا اور
درجہ وزارت تک پہنچا اس نے حضرت کی نذر و نیاز ایک جلو دار کے ہاتھ بھیجی۔
اس وقت ایک شخص محمد سلم جو حضور کی دعا سے پنج ہزاری کے مرتبہ تک
پہنچا تھا۔ طالب دعا تھا کہ وہ چار پائی پرائیڈیاں رگڑ کر نہ مرے۔ بلکہ میدان
جنگ مثل بہادران۔ آپ نے دعا دی۔

جلو دار جہلم پر تھا۔ آپ نے کرامت سے اسے گجرات بلوایا۔ اس نے
سنا کہ وہ گجرات میں سے تو اس کی حیرت کا ٹھکانا نہ رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں
آتا تھا کہ آخر یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ اس نے نذر پیش خدمت رکھی۔ اور دریا

کیا یا حضرت ابھی میں جہلم تھا۔ ابھی گجرات کیسے آیا۔ آپ نے شیرینی سے اس کا منہ بند کر دیا۔ اور کہا راز درویش فاش نہیں کرتے ہیں۔

(۱۶)

ہمتہ چوہدری و ڈیرا کے گھڑ لڑکا ہوا۔ بگڑاں کا دو دو خشک ہو گیا۔ ہمتہ تلاش شیردار کا وعدہ کر کے حضرت کی خدمت میں آیا۔ اسی وقت خدمت اقدس میں ایک شخص کابل سے آیا ناشپاتی۔ انار جلال آبادی اور سفید زیرہ اس نے نذر کیا۔ آپ نے ہمتہ کو یہ سب بخش دیا۔ کہا فقیروں کی آزمائش اچھی نہیں بیوی کو جا کر یہ کھلاؤ شیر زیادہ ہوگا۔

(۱۷)

حضرت سید امیرت کی حضوری کے زمانہ میں آپ حسب حکم مسجدوں میں پانی بھرتے تھے۔ مرشد نے فرمایا بازید کی حویلی شروع ہوئی ہے۔ وہاں جا کر مزدوری کر دیجئے۔ ہر مزدور کو جدا جدا کام پر لگایا۔ اور شام کو پیمائش کام کر کے مزدوری دینے لگا۔ حضرت کے کام کی پیمائش ۲۱ عصا لمبائی اور ایک اونچائی ہوئی۔ وہ سمجھا یہ کام موکلوں کا ہے۔ کہنے لگا۔ حضرت آپ کی دعا سے عمارت بن جاتی ہے۔ آپ مزدوری کے لئے اگر گناہ گار نہ کریں۔ پھر اس نے ٹنڈہ صرخ کی کھتیلی نذر کی جسے آپ نے لا کر مرشد کی خدمت میں پیش کیا۔

مرشد نے فرمایا اب مشک اور ڈول لے کر شہر میں آب رسانی کا کام کرو۔ آپ مسجدوں اور سارے گھروں میں پانی بھرتے تھے۔ آپ کی کرامت سے رات کو دروازے کھل جاتے اور رتن بھر جاتے۔ لوگوں کو خبر ہوئی تو نذریں آنے لگیں۔

یہاں تک کہ رستے بند ہوئے۔

حضرت سید امیرت نے پھر حضرت کو خدمت میں بلا لیا۔ ہر وقت دو
زانوسا منے بیٹھے رہتے تھے۔

۱۸

ایک شخص نے آپ سے کہا آج شبیرات جوگیاں ہے۔ آپ سجادہ پر
بیٹھے تھے۔ اسی طرح مراقبہ میں کرامت سے ٹلہ جوگیاں جا پہنچے اور سبز رنگ کا
دھاگا باندھا۔ اہل محفل آپ کو وہیں دیکھ رہے تھے۔ جب ایک جوگی آیا تو کہنے
لگا حضرت آپ ٹلہ سے کب آئے۔ سبھوں نے کہا حضرت یہیں تھے۔ اس نے
کہا کہ انہیں ساری دنیا نے وہیں دیکھا ہے۔

۱۹

ملا کی مسجد خام تھی۔ اس نے سوچا شاہ دولہ پل چاہ تالاب مسجد میں بنواتے
ہیں ولی اللہ کامل ہیں۔ تو بلا کر مسجد چلی کر وائیں گے۔ دو تین روز اسی خیال میں رہا۔
اور خدا سے دعائیں کرتا رہا۔ آپ مسجد میں تشریف لائے۔ اور کہا اتنا متفکر کیوں
ہے کسی آدمی کے زبانی پیغام بھیج دیا ہوتا۔ وہ حیران رہ گیا۔

۲۰

حضرت سید امیرت کے مکان میں کنواں خش و خار سے پڑھا۔ آپ نے
شاہ دولہ سے کہا کہ اسے صاف کرو۔ آپ نے مانا کھوکھر کو سا کھڑ لیا۔ اسے کہا
اندرا تڑنگر وہ ڈر کے مارے راضی نہ ہوا۔ آپ کنویں میں اترے اور اسے بلایا۔
اس نے دیکھا کہ کنویں کی گہرائی کے مطابق آپ کا قد چھپا سکتا ہو گیا ہے۔ فرمایا مجھے

لوگرا بھر بھر کر دے۔ باہر ڈالتا جاؤں گا۔ پوچھا کیا آپ دیو پری ہیں کہا میں ہی
مسکین فقیر ہوں۔

صبح تک کنواں صاف کر دیا۔ اور کھاری پانی کی بجائے میٹھا پانی آنے
لگا۔ آپ نے ایک کوزہ آب حضرت مرشد کی خدمت میں پیش کیا۔ فرمایا واہ واہ
کیا خوش مزہ پانی ہے کسی دریا کا پانی ایسا نہ ہوگا۔ اس کو آب کوثر یا زمزم کہنا چاہیے۔
رحمت ہو تجھ پر اے سخی شاہ دولہ دریا ہی یہ خطاب تیرے لائق ہے۔
حسب حکم مرشد، شاہ دولہ نے ایک کوزہ آب بازید کو پیش کیا۔ کہا واہ
تیری مردانگی صرف راتوں رات آب شور کو بند کر کے آب شیریں جاری کر دیا۔
”تحقیق تو شاہ دولہ دریا ہی ہے۔“

— (۲۱) —

سید احمد فوجدار معتقد آپ کا تھا۔ اس کی تنزلی ہمدہ ہوا۔ آپ کے طالب
دعا ہوا۔ آپ نے فرمایا خوف نہ کرو بحکم خدا اور برکت امام صاحب سے بحال ہو
جاؤ گے۔ فوجدار کا پروانہ تعزیری جب بھی سعید خاں ناظم کابل کے روپر رکھا
جاتا۔ پروانہ بحالی بن جاتا۔ پروانہ کی نقل میں بھی مضمون بدل جاتا تھا کسی نے
بتلایا کہ سید احمد معتقد شاہ دولہ ہے۔ نواب صاحب نے پروانہ بحالی لکھوایا
اور فوجدار کے پاس بھجوا دیا۔

— (۲۲) —

مہابت خاں صوبیدار کابل گجرات سے گزرتے ہوئے زیارت حضرت

۱۲۔ نواب مہتاب خاں ترجمہ پیر نجف شاہ میں ہے۔ نسیم

کے واسطے حاضر ہوا۔ اور خواہش کی کہ انکو تازہ ملیں تو معتقد کرامت ہو۔ وہ
آپ کی محفل میں در آیا۔ آپ تواضع سے پیش آئے۔ اس نے دیکھا وہیں دوشیر
بغل سے حضرت کے نکل کر غرائے لگے۔ آپ نے انہیں اشارہ کیا۔ آپ نے پھر
فقیر تو شگی سے کہا میوہ حیات شہر کابل لاکر سامنے نواب صاحب کے رکھو۔
ہابیت خان نے بڑی معافی مانگی اور بھاری نذر دی۔

۲۳

ہابیت خان صوبہ کابل سے تبدیل ہو کر بھاری نذرانہ لے کر حاضر خدمت
ہوا۔ آپ نے وقت رخصت دو تھان سوئی دھاگہ، دو مشک نانہ و عنبر دو رضایا
عطا کیں۔ رخصت ہو کر ہابیت خان پہلی منزل پر آیا۔ وہیں حضرت تشریف لائے
فرمایا میرا دل چاہتا تھا کہ تمہیں ایک بار پھر دیکھ لوں۔ ہابیت خان سمجھ گیا کہ میرا
وقت قریب ہے۔ آپ امین آباد تک اسے کھانا اور تبرک بھیجتے رہے۔ پھر
ہابیت خان امین آباد ہی میں مر گیا۔

حضرت نے اس کی فاتحہ دلوائی۔ اس کے مرنے کی خبر بعد میں آئی تھی۔

۲۴

قاضی رضی الدین نے خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک گھوڑا اترا اور شاہ
دولہ کو سوار کر کے جانب عرش اڑ گیا۔ قاضی صاحب حیران ہوئے۔ درگاہ میں
حاضر ہوئے شاہ دولہ نے فرمایا تم ایک سوکھے گھوڑے کو دیکھ کر حیران ہو۔ مجھے
تو خدا نے بہت گھوڑے دیئے ہیں۔ ساتھ ہوتے تو معلوم ہوتا فقیر کہاں سے کہا
پہنچا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا راز درویش قاش نہ کرنا۔

قاضی صاحب جانے کے لئے اٹھے تو کہا ابھی ٹھہر جاؤ معلوم نہیں۔ آج
کی رات جاؤروں پرندوں کا کیا حال ہوگا۔ اسی دم تیز ہوا چلی آئی خوب
پانی برسنا اور اولے بھی پڑے جب باد بلی پھٹ گئے مطلع صاحب ہوا۔ تو
قاضی صاحب کو رخصت کیا۔

(۲۵)

قاضی رضی نے تالشی عرضی محمد شفیع کے خداداد تہ پہ میں گزارا وہ سنکر
پریشان حضرت کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا۔ گھر جاؤ اور بچوں کو یومی میں بلھو
خدا سب ٹھیک کر دیگا۔ لوگ اسے ڈراتے رہے کہ روپوش ہو جائے مگر اسے
کرامت حضرت پر پورا بھروسہ تھا۔ پھر پانچ چھ روز کے بعد حکم بحالی اسے مل گیا۔

(۲۶)

امام محمد حکیم نے خواب دیکھا کہ دروازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
حاضر ہے۔ وہاں ایک جوگی داخلہ روک رہا تھا۔ اس نے تنگ کیا تو ملا نے
اسے ایک طمانچہ دے مارا۔ اور اندر تشریف لائے۔ دیکھا کہ شاہ دولہ سرکار
رسالت کو رومال ہلا رہے ہیں۔ آپ نے ملا کی سفارش فرمائی اور حضرت نے
نگاہ کرم سے سر فراز فرمایا۔ صبح خیال میں بڑا تعجب کرتے ہوئے درگاہ میں آئے
تو سندرنا تھ جوگی بھی آیا جس کا منہ دم کر گیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے بیگناہ
اسے طمانچہ مارا۔ فقرا سے یہ سلوک مت کرو۔ اور نہ ان کا راز فاش کرو۔

۱۰۰ یہ عید احکیم سیالکوٹی۔ مجدد الف ثانی اور سعد اللہ نواب وزیر کے ہم سبق

نسیم

۱۲۰

آپ ڈیک کا پل بنوارے تھے شیر گڑھ کا نمبر دار روغنی روٹی کا نذرانہ لایا اور عرض کی حضرت سرکار سے صنطی زمین و جائیداد کا حکم ہے اور حکم بردار سختی کرتا ہے۔ آپ نے کہا روٹی طبق میں رکھو اور تمہارا مدعا خدا اور برکت امام سے حاصل ہوگا۔

صنطی جائیداد کے بعد وہ شخص چلا گیا مگر شخص کے وقت چار گاؤں جمع میں نہیں آتے تھے۔ بار بار میزان میں چار گاؤں شامل نہیں ہوتے تھے۔ ان کی حیرانی پر کہا حضرت شاہ دولہ نے فرمایا تھا۔ کہ تیری جائیداد شمار میں نہیں آئے گی۔ آخر اس کی زمین واگزار کر دی گئی۔

حضرت سید اسر مست کا وقت اخیر تھا۔ کہا کوئی حاضر ہے۔ فرمایا حضرت دولہ حاضر ہے۔ حضرت نے شاہ دولہ کو منگھو پیر کے پاس بھیجا کہ پیغام دو ہم یاد کرتے ہیں کئی باری اسے یاد کیا مگر اس نے کہارات کا وقت تا وقت ہے صبح کو آؤں گا۔

سید اسر مست نے آخری بار پکارا۔ حضرت نے پھر کہا دولہ حاضر ہے فرمایا پیر کرا خواہد بد مولا۔ آپ نے گڈری حضرت شاہ دولہ کو بخشا اور فرمایا اس میں دنیا اور عقبی ہے۔

کہا حضرت یہ گڈری مجھ سے منگھو پیر چھین لے گا۔ کہا جب وہ آکر طلب کرے تو اسے زمین پر پھینک دینا اور جو اس گڈری کو اٹھائے گا۔ یہ اسی کی ہے۔

صبح کو وفات مرشد کی خبر ہوئی۔ پیسنگو اور دوسرے آدمی جمع ہوئے۔ اور گڈری
 کا جھگڑا کھڑا ہو گیا حضرت شاہ دولہ نے گڈری زمین پر رکھ دی۔ اور کہا جس میں
 زور ہے اسے اٹھالے گا سب نے زور لگایا۔ مگر کوئی گڈری نہ اٹھا سکا۔ پھر
 حضرت نے اسے ایک ہاتھ میں اٹھالیا۔ اور چھارٹ کر روشن مبارک پر رکھا۔
 آپ شہر سے باہر ایک غار میں آ بیٹھے اور یاد الہی میں مصروف ہو گئے۔
 ایک ماہ تک آپ بے خورد خواب رہے۔

شکر چنے والا ادھر سے گزرا آپ نے اسے آواز دی۔ اور گڈری تلے سے
 دو ہاتھ تول میں روپے بھر کر اسے دیئے کہا آج سے تم ہمارے مودی راز ہمارا فاش
 نہ کرنا۔ بستر ساگ اور تان فی الحال پکالو۔ اور آپ نے افطار کیا۔

اور پھر لوں ہوا کہ ایک سوداگر کا بہماز طوفان میں آیا۔ اس نے ۵ ہزار سو
 روپیہ منت سید اسر مست کی مانی نام سے بشارت ہوئی وہ روپیہ شاہ دولہ کو دے
 وہ حضرت کی تلاش میں نکلا۔ شکر آپ کی اجازت سے خدمت میں لایا
 اس نے دیکھا کہ حضرت خواب میں ہیں۔ لہذا آپ کے چہرے سے مثل آفتاب
 پھوٹ رہا ہے۔ اور ایک سیاہ سانپ نے آپ کے منہ پر سایہ کر رکھا ہے۔
 دونوں نے انتظار کیا۔ آپ بیدار ہوئے تو اجازت دی۔ نذر قبول کی اور
 اسے تیسرک دے کر رخصت فرمایا۔ پھر آپ نے وہ سارا نقد و جنس منگو پیر کے
 قدموں میں ڈال دیا۔ اور وہ راضی ہو گیا۔

پھر خزانہ غیب سے دولت لے کر آپ نے مرشد کے مرقد گنبد و چاہ
 قبور امام صاحبان اور شہداء پر صرف کی۔

ایک شخص شمشیر بکف ارادہ قتل سے آیا۔ ہاتھ اٹھایا تو اٹھارہ گیا۔ لوگ خوف زدہ ہو گئے دو تین راجپوت مریدوں نے کہا اجازت ہو تو اسے قتل کر دیں۔ فرمایا نہیں جیسا جو کرے گا ویسا ہی پاوے گا۔ ایک ساعت بعد اس نے تلوار اپنے شانہ پر ماری اور یاز و کاٹ لیا۔ لوگ اسے سنگسار کرنے کے درپے ہوئے مگر آپ نے منع فرمایا۔ وہ تکیہ سے نکلا تو اسے لوگوں نے مار ڈالا اور لاش اس کی گڑھے میں ڈال کر خش و خاشاک سے ڈھانپ دی۔

ایک شخص قبلاؤ ڈیر اسیا لکھنؤ دو سو روپیہ نذر خدمت اقدس میں لایا۔ آپ اس وقت تعمیر چاہ میں مصروف تھے۔ آپ نے اسے فرزند ثرینہ کی بشارت دی اس کے گھر بیٹا پیدا ہوا۔

مقیم خاں احدی شادی فرزند کے لئے لاہور جانا تھا۔ آپ اس وقت پل ڈیک نالہ کی تعمیر میں مصروف تھے ہمراہیوں نے کہا۔ آپ کی زیارت بھی کرتے چلیں۔ اس نے بچے ہرنیوں کے بڑے خوبصورت چرتے دیکھے۔ اور ان کے پیچھے اس نے گھوڑا ڈالا۔ اچانک وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اور اس کا سر بھٹ گیا۔ اس نے تلوار نکالی اور کہا مجھے نوراً حضرت شاہ دولہ کے پاس لے چلو۔ میں تندرست ہو گیا۔ تو بہتر در نہ آپ کو ماروں گا اور خود بھی مر جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا تو نے ہرنیوں کے مارنے کا ارادہ کیا۔ اور گھچا اندیشہ نہ کر۔ آپ نے اس کے منہ

میں شکر ڈال دی اور کہا گھر لوٹ جا سب ٹھیک ہو جائیگا۔ منہ میں شیرینی ڈالی تو فوراً درو میں کمی ہوئی۔ سو یا تو خواب دیکھا کہ ایک فقیر ایک لکڑی لئے آیا ہے اور کہتا ہے اسے رگڑ کر زخم پر لگاؤ۔ خواب میں اس نے ایسا ہی کیا۔ اور تمام زخم بھر گئے بیدار ہوا تو لوگوں نے حیرانی سے پوچھا اس نے کہا "فضل مولا کرم شاہ دولا"

— (۳۲) —

حضرت سید اسمرت فرماتے تھے کہ شاہ دولہ ساری دنیا میں مشہور ہوگا۔ ساری عمر خزانہ غیب سے خرچ کرے گا۔ اس کے در پر گھوڑے پالکی گھر میں غلام باندیاں رہیں گی۔ لنگر جاری رہے گا۔ اور غریب غریب پکا میں گئے جس طرح مرشد نے فرمایا ظہور میں آیا۔

— (۳۳) —

شاہ چہان نے کشمیر جاتے ہوئے نالہ ڈیک کے کنارے قیام فرمایا۔ پانی گہرا تھا۔ پار کرتے ہوئے اسباب اور بار برداری کے جانور عطر خانہ خوری بیگم اور کچھ اسباب دارا شکوہ بہہ گیا۔ بادشاہ نے بدیع الزمان فوجدار کو طلب کیا۔ اور حکم دیا۔ اس کی واپسی تک نالہ پر پکا پل بن جائے تاکہ سب کو آرام رہے۔ اس نے کاریگروں کو حکم دیا۔ بڑا روپیہ خرچ کیا۔ مگر ایک ایٹھ بھی پکی نہ نکلی کہی یار پڑا وہ چالو کیا مگر بے کار۔ اس نے کہاروں کو قید کر دیا۔ بادشاہ نے پل بنانے کا دوبارہ حکم دیا۔ اسی دوران میں کسی آدمی نے کہا کہ سوائے حضرت شاہ دولہ کے کوئی پل اس جگہ نہیں بنا سکتا۔ بادشاہ نے سلام بھیجا اور پالکی معہ آٹھ کہاروں کے بھیجی تاکہ آپ کو بادشاہ کے پاس لائیں۔ انہوں نے کہا حضرت پالکی کس قدر خوب صورت ہے پھر آپ کو

بٹھا کر جلدی جلدی لے چلے پوچھا کہاں جاتے ہو کہا بادشاہ نے ڈیک پل بنوانے
 کے لئے آپ کو بلوایا ہے فرمایا۔ درویشوں سے دعا بازی اچھی نہیں ہمیں حکم دین
 پہنچا دیتے۔ پھر آپ نے ہزاروں کہا رقید و بند میں دیکھے اور حاکم سے ان کی
 سفارش کی میرزا رضا مند ہو گیا۔ آپ نے ان سے فرمایا تم ساری صاف کر کے
 چلے جاؤ پھر آپ نے حکم دیا ہمسالہ چونا وغیرہ تیار کریں۔ اور پرانی عمارتوں سے اینٹیں
 کر پل کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوئے اس جگہ دیورہ تھے جو پل ٹھہرنے نہیں دیتے تھے
 شاہ دولہ نے انہیں بلوایا اور فرمایا یہ جگہ چھوڑ جاؤ۔ انہوں نے کہا ایک پہلو ٹھی کا لڑکا
 دس بکرے۔ دس من کھانا ہم روز کھاتے ہیں۔ آپ نے انہیں پکڑ کر بنیا دولہ کے
 نیچے رکھ دیا۔ اور مٹی میں دبا دیا۔ ایک شخص علوڑا خدمت اقدس میں آیا جواب سلام
 بعد آپ نے فرمایا کہ نیچے جا کر جو مسالہ پونہ تجھ پر نیچے اسے لگا کر دیواروں کو مضبوط
 کر۔ اس طرح پانی میں دیواریں اٹھیں۔ اور تعمیر شروع ہوئی۔ زیر زمین ایک چوہترہ آپ
 نے دریافت فرمایا جس میں دس دس بیس بیس سیر کی اینٹیں تھیں انہیں کھدوا کر آپ
 نے اس کا رخسہ لگوا دیا۔

بہتا زمیندار نے آپ کو پیغام زبانی بھیجا کہ تعمیر پل بند کر دیں جو لوگ گزرتے
 تھے۔ وہ ان سے محصول وصول کرتا تھا۔ پل سے اسے آمدنی بند ہو جانے کا خطرہ
 آپ نے بند لگا کر پانی روکا تھا۔ اس نے سوچا رات کو پانی توڑ دیا جائے جس سے
 فقیر اور مزدور ڈوب مرے گے۔ آپ نے کرامت سے اس کی فاسدیت کو پالیا۔ اور
 اپنے ایک ہندو مرید کو پہرہ پر مقرر کیا فرمایا آج رات حضرت خضر علیہ السلام اطلاع
 پہنچائینگے اسی وقت سب فقیروں کو خبردار کر دیتا۔ آپ نے زمیندار کو کہا بھیجا کہ یہ کار خیر

نہے اس سے منع کرنا اچھا نہیں ہے۔ رات کو اس بد بخت نے پانی توڑ دیا۔ اور پھر دار
 نے عین وقت پر سب کو خبردار کر دیا۔ چنانچہ سبھی سلامت رہے صبح کو وہ بہت خستہ
 ہوا۔ پھر ایک درویش نے شکار میں جا کر بادشاہ سے شکایت کی۔ بادشاہ نے فقیر کی
 شکر سے تواضع کی۔ اور سات گاؤں اس پل کے آس پاس وقف و معافی عطا کئے۔
 بادشاہ نے گزیر بڑا بھیجے اور حوری بیگم نے چودہ ہزار روپیہ شاہ دولہ نے رقم واپس کی
 فرمایا۔ بیٹوں کا مال حرام ہوتا ہے۔ خدا کا سزا ہے سب سامان سنوار دے گا۔
 بدیخ الزمان نے سنا آپ نے رقم واپس کر دی ہے وہ ایسا خیال بھی نہ کر سکتا
 تھا۔ اسے ناگوار ہوا۔ اس نے کہا تم مل کیسے بنو اؤ گے۔ خواہ مخواہ کاشور مچا رکھا ہے
 آپ نے فرمایا اے بے انصافی نے خواب و خور حرام کر دیا ہے۔ اس پل کو سوائے
 تیرے سب دکھیں گے۔ اسی روز وزیر آباد کے مقام پر شیخ عارف نے اسے ہلاک
 کر دیا۔ اور خود بھی مارا گیا۔ حضرت نے فرمایا کنس کر گنیش کو مارا۔ اور خود بھی مر گیا۔

(۳۲)

جیونی میر پور والی کا بیٹا پردیس چلا گیا۔ اور اس کی خبر نہ آئی۔ وہ حاضر خدمت
 ہو کر طالب دعا ہوئی۔ اگر بچہ زندہ ہو تو واپس آجائے۔ آپ نے فرمایا۔ بچہ تیرا زندہ ہے
 ایک سال اسی طرح روتے دھوتے گزرا۔ بچہ نے شادی کر لی۔ تو آپ نے اسے خبر دی
 اس نے کہا حضور اس سے میری ملاقات کروائیں حضرت نے موکلوں کو حکم دیا۔
 اور وہ اسے لے آئے۔ لباس زعفرانی پہنے ہوئے۔ اور مہراباندھے ہوئے ہتھیار
 لگائے ہوئے۔ وہ اسے پہچان کر خوش ہوئی۔ اور اسے گھر لے آئی۔ وہ خود سیران تھا
 ایک پل میں کہاں سے کہاں آیا۔

مسماۃ اردوڑی حضرت کی مرید تھی۔ اس نے بیٹے کا ناٹھ ایک جگہ طے کر دیا۔ مگر وہ بتان چلا گیا۔ لڑکی والوں نے چاہا کہ رشتہ کسی اور جگہ کر دیں۔ اس نے حضرت سے درخواست کی کہ برائے کرم اس کی مدد کریں۔ آپ نے فرمایا تم جا کر شادی کی تاریخ مقرر کرو۔ چنانچہ اسی تاریخ پر اس کا بیٹا گھڑ بٹھک گیا۔

بہت راتے کو آپ سدا لبنت کہتے تھے۔ وہ شہزادہ دارا شکوہ کا وکیل تھا۔ وہ نذر و نیاز لے کر حاضر خدمت ہوا اور طالب دعا کہہ ولی کا تخت و تاج اسے عطا فرمائیں۔ آپ نے ایک ساعت توقف فرمایا۔ اور کہا تخت و تاج جس کا حق ہے اسی کو ملے گا۔ اس نے یہ تکرار کہا جسور وہ آپ کا مرید خاص ہے۔ مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ نہ اس کے لئے دعا فرمائی۔ آخر کار تخت و تاج اور تک زیب عالمگیر گویا

بادشاہ اورنگ زیب حسن ابدال جاتے ہوئے گجرات اترا شہزادہ عالی قد بہادر شاہ ساتھ تھا۔ وہ زیارت شاہ دولہ کا طالب ہوا۔ میرزا قاضی نذر و نیاز لیکر حاضر ہوا۔ اور شہزادہ کا پیغام پیر بہاؤن شاہ کے ذریعے دیا۔ آپ نے منظور فرمایا۔ بہاؤن شاہ کو آپ نے باہر بھٹلایا اور خود اندرون خانہ تشریف لائے۔ شہزادہ تعظیم تکریم بجالایا۔ آپ نے کہا تم تخت پر قائم رہو۔ شہزادہ قد میوس ہوا کہا حضور آرزو تھی کہ زبان مبارک سے الہام ہو۔ آپ نے فرمایا۔ بارِ درگاہ واپس آؤ گے۔ تو تاج و تخت تمہیں ملے گا۔ شہزادے نے نذر گزرائی اور رخصت کیا۔

وہ حضرت کا ہاتھ پکڑے یا ہیر آیا۔ تو بہاؤن شاہ نے ہاتھ حضرت کا چھڑا دیا
 کہا یہ خوشامد ہے بہادر شاہ کو غصہ آیا۔ میرزا قاضی نے سمجھایا۔ تو دونوں حیران ہوئے
 کہ ایک دوسرے کو نہ پہچانا۔ بہاؤن شاہ نے بھی شہزادے کو دعا دی۔ کہ یہ تخت
 تیرے نصیب رہے۔ بہادر شاہ در ملک کا بل فتح کر کے لوٹا تو اورنگ زیب کا
 انتقال ہوا اور تخت اسے ملا۔

۳۸

موضع کلاچور میں کام شروع ہوا تھا۔ اور ایک پرانی عمارت سے شاہ دولہ
 اینٹیں نکلوا رہے تھے۔ اتنے میں ایک دروازہ نکلا۔ بیدار آگے بڑھا تو اندر بیٹھے
 ہوئے خضر صورت بزرگ نے اسے طمانچہ مارا جس سے وہیں مر گیا۔ فرمایا اے دولہ
 یہ کیا ہنگامہ ہے کہ ہمیں آرام سے بیٹھتے نہیں دیتا۔ آپ نے مٹی ڈلو کر دروازہ بند کر
 دیا۔ اور زمین ہموار کر دی۔ دوسری جگہ کھودا تو دیگر اشرفیوں سے پرنکلی آپ نے
 اسے بھی دلوادیا۔ آپ موضع نوگراں والے میں اینٹیں نکلوانے لگے ہر جگہ دیکھیں
 اشرفیوں سے پرنکلیں بگر آپ نے سب کو دفن کرادیا۔ مزدوروں نے جب یہ غیب
 کے خزانے آنکھوں سے دیکھے تو وہ رات کے وقت دیکھیں نکلوانے آئے بگر کوئی
 نشان نہ ملا۔ مٹی ڈال کر واپس آئے۔ اگلے دن مزدوری دیتے وقت حضرت
 شاہ دولہ نے انہیں دوسری مزدوری دی۔ پوچھا تو کہا۔ یہ ساری رات کبھی محنت
 مزدوری کرتے رہے ہیں۔

۳۹

بلہب راتے حضور کا خاص مرید تھا۔ اور ایک بالک قانول گو سے محبت

کرتا تھا۔ باپ کی وفات پر نانا بڑیاں اس کی لیکر گنگا جی گیا۔ اور بہت دن
 بھر میں بیچ و تاب کھانے لگا۔ اس وقت آپ ڈیک نالے پر پل بنانے میں مصروف
 تھے۔ پوچھا پریشانی کیوں ہے اس نے کہا مرشد آج بیسا کھی ہے۔ اور کل کے دن
 اس وقت گنگا جی میں اشنان ہوں گے۔ آپ نے کہا تیرا جی چاہے تو گنگا جی میں سے
 نماشا کر لے۔ اس نے غوطہ لگایا۔ تو بگنگا نکلا سیر و تماشا کیا۔ دوستوں سے ملا مجھو
 کو دیکھا۔ ظہر کے وقت اس نے پھر غوطہ لگایا۔ تو ڈیک نالہ میں تھا۔ پوچھا کہو اشنان
 ہوئے بکر ارشاد کیا راز و روش فاش نہ کرنا۔

(۲۰)

شاہ دولہ سہ پہر کو سردانی پیتے تھے۔ لوگ سمجھتے تھے بوٹی میراں محمد قاضی
 اور دوسرے علما میراں فاضل کے پاس آئے کہ جمع ہو کر جائیں اور آپ کو منع کریں
 آپ کو ان کے رشک حسد کی خبر تھی۔ تاہم آپ نے فقیر مسکین شاہ کو فرمایا صراحی
 ہماری لاؤ۔ ہم نوش کریں۔ سید قاضی امام فاضل جمع ہوں گے۔ اور سہارا وقت ضائع
 ہوگا۔ بہر حال تیسرک تیار رکھو۔ آپ نے نصف صراحی نوش فرمائی تھی۔ کہ وہ آن پہنچے
 آپ نے صراحی فقیر کو تھما دی۔ قاضی میراں نے صراحی اسکے ہاتھ سے لے لی۔ انہوں نے
 پیالہ میں انڈیلا تو دو دو حصہ خالص گائے کا تھا۔ سب شرمندہ ہوئے۔

(۲۱)

سیالکوٹ میں مولوی شمس الدین مود فرزند مولوی محمد حکیم زیارت کے واسطے
 آئے فرمایا۔ اے مولوی صاحب یہ فرزند آپ کا مقرب بادشاہ ہوگا۔ درجہ بلند پائے
 گا۔ مگر ہمارے ساتھ حسد رکھے گا۔ مولوی شمس الدین نے معذرت کی۔ اور اصرار کے

ساتھ طالب دعا ہوئے۔ اور آپ نے اسے دعا دی۔

مولوی محمد حکیم بادشاہ کی ملازمت میں بلند درجہ پر پہنچا حضرت اس وقت
 گجرات میں تھے۔ اس نے پختہ دیوار سے تکیہ حضرت کارنتہ روک دیا۔ آپ نے
 پیغام دیا کہ حسد و عداوت واجب نہیں۔ دل میں سوچ لو۔ اور ہوشیار رہو۔ مولوی صاحب
 نہ مانے تشہ دولت میں فرمایا شاہ دولہ دیوانہ ہے اور دوسرے الفاظ نامناسب کے
 آپ نے فرمایا۔ اس نے حد کر دی ہے۔ تھوڑے دن گزرے تھے کہ حکم بادشاہی
 معزولی اور غنیمتی جائیداد کا پہنچا گزر بر وار آئے۔ اور سب مال و اسباب یک قلم لے لیا۔
 اہل و عیال نان شبینہ کو محتاج ہوئے۔ آخر کار مولوی صاحب حاضر خدمت ہوا۔
 آپ نے معذرت قبول فرمائی۔ اور اسے دربار روانہ کیا۔ وہاں نواب سعد اللہ خاں
 نے مولوی صاحب کی دستگیری کی۔ بادشاہ نے سب مال و اسباب و گزار کر دیا۔ یہ
 کرامت دیکھ کر مولوی شمس دین اور مولوی محمد حکیم معتقد ہوئے

(۲۲)

دیو ابطالہ کی ایک قوم گجرات کے باشندوں کو بہت ستاتی تھی۔ اہالیان شہر اور
 رائے بندار بن نے حضور کے پاس شکایت کی۔ آپ نے سر جھکا لیا پھر فرمایا فکر
 نہ کرو۔ سب خیریت ہے۔ اب کسی کو ادھر آنے کی جرات نہ ہوگی۔ آپ نے ہاتھ
 کی لکڑی لے کر شہر کے گرد اگرد حلقہ کھینچ دیا۔ رائے بندار بن نے مطمئن ہو کر،
 قطب الدین سے کہا کہ اگر وہ ادھر آئیں تو انہیں قرار واقعی سزا دیں۔ وہ لشکر لیکر
 ان پر چڑھ دڑا۔ جنگ میں دشمن نے دیکھا ایک شخص بزرگ راہن بستر ٹوٹی پئے عیسا
 ہاتھ میں لئے آگے آگے آتا ہے۔ دشمن کی فوج پریشان ہو گئی۔ سردار نے سمجھا کہ

یہ شخص شاہ دولہ گجرات شہر کا شاہ ولایت ہے پس اس کی توج بھی گجرات پر چڑھائی
سے باز رہی۔

(۲۳)

شاہ دولہ سیالکوٹ میں پیر وودہ حقانی جنہیں پیر مروان کہتے تھے چار ہزار
لنگوں سمیت موضع روڑس میں شب باس ہوا۔ اس نے مریدوں سے کہا شاہ دولہ
کو بلاؤ۔ وہ آئے۔ اور آپ کو پکڑ کر لے چلے۔ آپ نے کہا رات کا نا وقت ہے
صبح میں خود تمہارے پیر کی خدمت میں چلوں گا۔ وہ نہ مانے۔

آفاقا زمیندار قید حاکم سے فرار ہوا تھا۔ اور بادشاہ کے بلازم اسے ڈھونڈ
رہے تھے۔ انہوں نے فقیروں کو زمیندار کے آدمی جان کر گرفتار کر لیا اور شاہ دولہ
کو بعد سلام رخصت کیا۔ صبح کو آپ نے انہیں نجات دلائی پیر حقانی نے سنا تو
انہیں سخت غصہ آیا مریدوں سے کہا خاص شاہ دولہ کے ڈیرے چلو۔ وہ حضرت
کے باغ میں آئے۔ انہوں نے میوہ جات کو خراب کر دیا۔ ہر جگہ دھواں لگا کر خوب
شور و غل مچایا۔ آپ نے شکر مودی کو بلایا۔ اور کہا میدہ روغن بھنگ تمباکو اینون پوت
گھاس دانہ لکڑھی پارچہ اور میوے باغ میں ڈھیر کرو۔ تاکہ وہ استعمال کریں۔ ایک
ہفتہ آپ نے انہیں یہاں رکھا۔

رخصت ہوئے تو آپ نے سب کو لنگوٹ بندھوائے اور ان کے پرانے
لنگر لے کر آگ میں ڈال دیئے۔ صرف دو لنگر محفوظ رہے آپ نے پیر حقانی سے کہا
یہ دو لنگر صرف کام کے ہیں۔ باقی سب ناکارہ۔ صرف دو آدمیوں کو لیکر دنیا کی پیر
ضروری نہیں مناسب ہے اپنے تکیہ میں چلے جاؤ۔

پیر حقانی رضامند ہوئے مگر انہوں نے شاہ دولہ سے وعدہ لیا کہ آپ ان کے جنازے پر ضرور آئیں گے آپ نے کہا بھائی ربان سیف الرحمان ہے۔ اور آپ کی عمر کا پیالہ لیریز ہے۔ سیالکوٹ سے پیر حقانی رخصت ہو کر آئے۔ تو اسی دن جان بحق ہوئے حضرت از روئے کرامت اسباب کفن و دفن لے کر پہنچے اور بعد ازاں اس کی قبر پر مقبرہ بنوایا۔

(۲۲)

راجہ چتر اشیر و راجوری کا راجہ دل سے عقیدت مند تھا۔ یہ خاندان لاکھنؤ کو زندہ درگدہ کر دیتے تھے۔ راجہ ماری بنام بانی پیدا ہوئی تو آپ نے براہ کشف معلوم کر لیا کہ اس دختر طالع مندی جان صنایع نہ کریں۔ اس نے دوبار ارادہ قتل کیا۔ آپ نے پھر منع کیا۔ اور فرمایا اسی کی بدولت مرتبہ عالیہ ملے گا۔ راجہ معبہ اہل و عیال نذر و نذرانہ لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے کہا اسے ہمارے قدموں میں مٹا ڈالنا۔ اس طالع مندی سے بادشاہ پیدا ہوں گے۔ راجہ نے اسے خوب پرورش کیا۔ اس کی بلوغت کے زمانہ میں شاہ جہان کشمیر جاتا تھا۔ راجہ نے بانی حلی کو نذر کیا۔ بادشاہ نے اورنگ زیب سے اس کا عقد چھاپا۔ بعد میں اورنگ زیب حضرت کی زیارت کے واسطے آیا۔ اس نے ایک مرغ۔ دو بلیاں دلائی اور ایک چابی نذر کر ڈالی۔ اس نے خیال کیا کہ اگر حضرت وسب مبارک سے چابی عنایت کریں تو سمجھوں گا۔ کہ تخت و سلطنت مجھے ملتا ہے اسی وقت ایک شخص نے روغنی روٹی لا کر حضرت کے سامنے رکھی۔ آپ نے روٹی اور

۱۔ نام چتر سنگھ کرامت نامہ فارسی میں مذکور ہے۔ اور تذکرہ راجگان راجوری میں

نسیم

پیر حسین ہے ۱۲

چاپی اور نگ زیب کو دے دی۔ فرمایا یہ روٹی اور چاپی درگاہ رب العالمین سے تم کو ملتی ہے۔ خاطر جمع رکھیں۔ بانی نے بھی تائید کی۔ کہا میرے والدین کو بھی اسی مرد کا مل اور باخدا نے فرمایا تھا۔ کہ بانی بگیم بادشاہ بنے گی۔ اور اس سے بادشاہ پیدا ہوں گے۔ اور نگ زیب کے دو فرزند بہادر شاہ اور محمود بگیم بانی سے تولد ہوئے۔

(۲۵)

شاہ دولہ تعمیر پیل ڈیک تالہ میں مصروف تھے۔ ایک رنہن و اشرفیاں تذر لے کر آیا۔ آپ نے قبول نہ فرمایا۔ بلکہ منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر پیش کیں۔ آپ نے کہا ٹف ٹف، دور دور فرمایا۔ انہیں دن کروا ہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور دوسرے کاروبار میں مصروف ہو گئے۔ جن مزدوروں کو معلوم تھا۔ وہ رات کے وقت اشرفیاں نکالنے آئے۔ دیکھا تو اشرفیوں کی بجائے ۹ سرورن ہیں۔ وہ بہت ڈرے اور ان پر پھر مٹی دے دی۔ آپ نے فرمایا۔ اس نے ۹ آدمیوں کا خون کر کے ۹ اشرفیاں صل کی تھیں۔

(۲۶)

حضرت شاہ دولہ خزانہ عیب سے نعت اور پرانی عمارتوں سے اینٹیں نکال کر عمارت میں لگوا رہے تھے۔ ایک دیگ پر زرنگی آپ نے فرمایا۔ اسے دن کروا ہوں نے اس پر مٹی ڈال دی۔ رات کے وقت انہوں نے پھر دیگ نکالنے کی کوشش کی۔ مگر کچھ معلوم نہ ہوا۔ ان مزدوروں کو اگلی شام آپ نے دوسری مزدوری دی۔ کہا یہ بچا ساری رات کام کرتے رہے ہیں۔

(۲۷)

عورتیں آپ کے کسرال سے آئی تھیں۔ بی بی حنیفہ نے انہیں چار پانی پر بھلایا

اور نیچے اتر کر دروازہ پر بیٹھ گئیں۔ اور سب کی خیریت نام پیام پوچھنے لگیں۔ شاہ دولہ اندر آئے تو غیرت میں آکر کہا کف کف تو دیوانی ہے۔ آپ کا کہنا تھا کہ بی بی صاحبہ دیوانی ہو گئیں۔

(۲۸)

بی بی صاحبہ جوش جنون میں واویلا کرتی تھیں۔ لوگ معترض ہوتے۔ آپ کو ناگوار گزارا تو انہیں لکڑی مارنے لگے۔ بہاؤن شاہ اور کئی دوسرے خادم حاضر تھے۔ انہوں نے معافی چاہی۔ کہا بی بی صاحبہ اختیار میں نہیں مرض دیوانگی ہے۔ بہاؤن شاہ کو معلوم تھا۔ کہ لکڑی اگر بی بی صاحبہ کو لگی تو خیریت نہیں۔ انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔ آپ چارپائی پر بیٹھ گئے۔ اس کمرے میں سوائے تاباں جس میں نہ مشکل چڑیا نکل سکے اور رستہ بھی نہ تھا۔ ایک ساعت بعد ایک فقیر آیا۔ کہا یا انا دروں محل صراحی مانگ رہے ہیں سب نے کہا کہ فقیر جھوٹ بول رہا ہے۔ دروازہ کھولا تو آپ اندر نہیں تھے۔ اندر جا کر دیکھا تو آپ چارپائی پر بیٹھے تھے۔ آپ نے بہاؤن شاہ پر مہربانی فرمائی کہ انہوں نے غصہ ٹال دیا۔ اور پھر روپیہ نقد دیتے کہ شیرینی بی بی صاحبہ کے پاس لے جائیں۔

(۲۹)

پیر حقانی تین چار ہزار مریدوں کے ساتھ عید گاہ میں مقیم ہوئے شاہ دولہ نے فقیر مبارک نامی سے کہا کہ آٹا شکر گھی بیباہ بھنگ۔ اینون تمباکو۔ پوست بکڑی۔ گھاس دانہ جو وہ مانگیں بہیا کر دو۔ وہ حاضر خدمت ہوا۔ مگر ان کے ایک درویش نے سختی سے بات کی غصہ میں فقیر مبارک نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ حقانی پیر نے فرمایا مجھے حضرت شاہ دولہ کا پاس نہ سوتا تو مجھے مروا دیتا۔

کرامت شاہ دولہ سے پیر صاحب کا غصہ فرو ہوا۔ بعد ازاں آپ خود عید گاہ کی

طرف تشریف لائے معصوم فقیر آگے آگے گردش کرتا آتا تھا جقانی نے جب آپ کا پرزور
چہرہ دیکھا تو سر و قد تعظیم کی واسطے کھڑا ہوا۔ حضرت اس سے بغل گیر ہوئے اور فرمایا گھڑیا ماں
جایا۔ آپ نے ۳ دن تک انہیں یہاں رکھا۔ پیر جقانی نے فرمایا شاہ دولہ کو جیسا ستا تھا
ویسا پایا۔

(۵۰)

منگروال میں بھائی پیارا کے پاس گورو نانک تشریف لائے۔ اور آپ کا پتہ
پوچھا۔ بتلایا چھ سات کوس پر ہیں۔ پوچھا ملاقات ہوتی ہے بھائی پیارا نے عرض کی۔
ہر ہفتہ گورو جی نے کہا صبح ہی جا کر انہیں لے آنا۔ آپ کو کرامت کے ذریعے معلوم ہوا اور
اُدھی رات کو گورو جی سے آن ملے۔ بات چیت۔ خاطر تواضع کے بعد گورو جی سے رخصت
ہوئے۔ گورو جی نے بھائی پیارا سے کہا اب گجرات نہ جانا۔

صبح کو حضرت معہ دو چار خادم ایک بھنگلی حلوہ ایک کوزہ شیر مادہ گاؤ لائے اور
گورو جی سے ملاقات ظاہر فرمائی۔ اور حلوہ اور دودھ نذر کیا قبول کرنے کے بعد گورو جی
نے تونہ آگے رکھ دیا۔ حضرت نے کوزہ سے دودھ ڈالنا شروع کیا۔ نہ ان کا تونہ
بھرتا تھا نہ کوزہ خالی ہوتا تھا۔ گورو نانک نے فرمایا صد آفرین شاہ دولہ تو راست راست
دریائی ہے۔ یہ کوزہ مثل دریا ہے جو خالی نہیں ہوتا۔ اور تونہ مثل ہنڈی جو کبھی نہیں بھرتا

(۵۱)

قاضی میرال محمد فضل بادشاہ کی طرف سے قاضی شہر گجرات تھے۔ انہوں نے
دو تالیفیں شاہ دولہ، سادات خصال، بلہب رائے کی خشکائیت کی کہ وہ کام ممنوعات
اور غیر مشروعات کرتے ہیں۔ دو تین سو آدمی جو دکاؤں پر دیکھتے ہیں لوٹ لیتے ہیں۔

شال دو شانے لے لیتے ہیں بٹنہ وغیرہ کرتے ہیں۔ سدا بست مسائل تصوت
آپ کو بتلاتا رہتا ہے۔

بادشاہ نے دونوں کو بلایا۔ انہوں نے حضرت سے مدد چاہی فرمایا ہم منزل
منزل ساتھ جائیں گے۔ کوئی وسیع اس نہ کرو۔ دونوں لاہور روانہ ہوئے جس مقام پر پھرتے
نان حلوہ اور گوشت پاتے تھے۔ بادشاہ نے ان سے پوچھا کہ شاہ دولہ نے یہ کیا
شور مچا رکھا ہے۔ امام نے جواب دیا۔ آپ سنی سنائی بات پر کس طرح اعتبار کر سکتے
ہیں۔ اگر کسی شخص کو ایذا پہنچی ہے تو شکایت کرے اور پروئے گواہان فیصلہ ہو جائے
بادشاہ نے کہا اچھا تم گجرات مت جانا۔ کہا گجرات مرشد خانہ ہے نہ جاؤں تو روز قیامت
روسیاہ اٹھوں گا۔ بادشاہ نے اسے رخصت کیا۔ اتنے میں ایک فقیر دو کھنی دو دکلاہ
دو سفید آزار بند اور دو تھان بانٹہ عطر وغیرہ میں لیسے ہوئے لایا۔ سادات خاں کا حال
غیر ہوا۔ کہا بتلاؤ کیا کیا لائے ہو فقیر نے تفصیل سنائی جب نام بانٹہ سنا۔ کہا اسی کا
انتظار تھا بوائے اس کے دوسرا کھن مجھے نہ دینا۔ اس نے کلمہ شہادت پڑھا۔
اور جان جان آفرین کے سپرد کی۔

پہاڑ کی طرف سے سیلاب کا پانی بہہ کر مکانوں کو نقصان پہنچاتا تھا۔ اس لئے
شاہ دولہ نے تعمیر بند کا منصوبہ بنایا۔ سید فاضل میراں سے کہا گیا کہ شاہ دولہ پانی
کارخ اس کے مکان و مسجد کی طرف کر دیں گے۔ سید صاحب نے ایک ہجوم جس میں
آہن گرستی گری میان بند ملا و موزن شامل تھے جمع کر کے شاہ دولہ اور آپ کو
مریدوں کو مارنے پینے کے لئے بھیجا۔ بہت لوگوں نے افسوس کیا کہ بے قصور فقیر کو

نار تے چار سے ہیں۔ ایک فقیر نے شاہ دولہ سے کہا حضرت تکیہ ٹوٹ چلیں مگر
 آپ نے قبول نہ فرمایا۔ تاہم شہناہ اور قریب آئے۔ اس نے دوبارہ عرض کیا۔
 آپ نے تراگشت اٹھا کر کہا۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آپ نے انگلی ہلائی وہ لوگ
 آپس ہی میں لڑنے لگے۔ اور پھر بھاگ کھڑے ہوئے لوگوں نے فاضل میراں کو
 بتلایا کہ انہوں نے سیاہ و سرخ و بستر پوش فوج دکھی جن کے پاس تلواریں نیزے
 تیز و کمان تھے۔

بادشاہ عازم گلگت تھا۔ سید فاضل بھمبر آیا اور شکایت پیش کی۔ بادشاہ کو
 یقین نہیں آتا تھا کہ فقیر ایسا کر سکتا ہے۔ نواب یوسف حال اور مرضی حال نے
 تصدیق کی کہ شاہ دولہ بزرگ بلند مرتبہ بہانہ نواز، مردوروش ہیں۔ بادشاہ نے
 قاضی عبدالوہاب کو حکم دیا کہ گجرات جا کر فیصلہ کریں۔ اور بادشاہ کو اطلاع بھیجیں
 قاضی شفیع کی حویلی میں انہوں نے پیام فرمایا۔ شاہ دولہ کا بلی دروازے کے باہر مل کا
 تعمیر میں مصروف تھے۔ مدعی معر رائے بندرا بن اور دوسرے معززین شہر بھی آ
 گئے۔ الزام یہ تھا کہ شاہ دولہ تزار داروں کی امداد پرستش مقام منور۔ اسلام
 دشمنوں سے دوستی رکھتے ہیں۔ طریقہ کے اظہار
 شرعی کے لئے میراں فاضل کو بھی بلایا گیا۔ اس نے انکار کیا۔ قاضی نے میراں سید
 فاضل کے حالات رکھ بھیجا۔

ایک شخص نے فاضل میراں سے کہا کہ آپ کی طرف سے سوال جواب
 میں کروں گا۔ اس نے کہا پراپت جوگی کا مڑھ آپ نے بنوایا ہے حضرت نے
 فرمایا کھیم کرن و ڈیرا اس کا چیلہ ہے۔ اسے گرد کا مڑھ بنانے کے لئے معمار نہ

ملنے لگتے۔ اس نے مجھ سے درخواست کی میں نے معیار بھیج دیئے۔ اور ان سے کہا کہ مقبرہ قبیلہ رو بنائیں۔

دکیل نے کہا تالاب جہاں ہندو نہاتے ہیں۔ اور پیشانی پر تشقہ کھینچتے ہیں۔ آپ کے فقیر جا کر وہاں بھنگ گھومتے ہیں فرمایا قاضی صاحب جہاں پانی ہوتا ہے ہندو مسلمان سب نہاتے ہیں۔ انہیں جب چیز کی طلب ہوتی ہے عمل کرتے ہیں فقیر انہیں کیسے منع کرے فقیر حاکم یا کو تو ال نہیں ہے۔

ایک اور شخص نے کہا کہ حضرت بعد نماز جمعہ ایک ایک روپیہ مسکین کو دیتے ہیں۔ دیکھیں پکواتے ہیں۔ میوہ جات شہر میں تقسیم کرواتے ہیں برمت چاہ۔ باغ سڑک وغیرہ پر خصوصی نظر رکھتے ہیں۔ مسافروں کو کفن دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کوئی کام ستر کے خلاف ان میں نہیں ہے۔ کوئی حاجتمند ہندو یا مسلمان آئے فقیر مقدر بھیر جلوت روائی کرتا ہے۔ قاضی صاحب دکیل پر سخت ناراض ہوئے۔ کہ ایسے خدا پرست کے خلاف بادشاہ کے پاس شکایتیں کیوں کی جاتی ہیں۔ اس نے آپ کو تکریم و تعظیم کے ساتھ رخصت کیا قاضی کے لڑکے پر چوہدت العمر سے دروچشم میں مبتلا تھا۔ آپ نے دم کیا اور وہ بھلا ہو گیا۔ گر و نواح کے لوگ میوہ شیریں بھیل پھول نذر نیا لائے تھے۔ آپ نے قاضی صاحب کی خدمت میں بھیجے اور نقد و جنس تکیہ میں موجود لوگوں میں لٹادی۔

میر محمود مرید شاہ دولہ دن رات خدمت حضرت میں رہتا تھا۔ اس نے اکثر دیکھا کہ حضرت روز مضے کے نیچے سے نکال کر مزدوری ادا کرتے ہیں۔ یہ عجیب اسرار تھا۔ پھر وہ زمین بھی نہایت سخت تھی۔ اور کبھی کبھی آپ کا ہل لڑتا تھا۔ اس نے حاکم کو اطلاع

دی کہ شاید یہ زیادہ کا کرشمہ ہے یا کار عظمت۔ حاکم اسے لیکر تکیہ پر آیا۔ آپ نے مجال
 میں آکر فرمایا فقیر سے پیسہ مانگتا ہے۔ پھر گھڑا پیا کہ کوزہ رکابی سارے برتن ایک
 ایک کر کے اس کے آگے پھینک دیئے کہ یہ یوپی ہمارے پاس آیا دولت ہے۔ حاکم
 کانپ گیا اور واپس ہو لیا۔ میر محمد بھی کمال شرمندگی سے حاضر دربار نہ ہوا اور راہ میں
 بھونپڑی بنا کر رہنے لگا۔ شاید حضرت ادھر سے گزریں تو زیارت نصیب ہو۔ اس کے
 مرنے پر حضرت تشریف لائے۔ اسے الوداع کہا۔ نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا۔

(۵۶)

آپ مرشد حضرت سید امیرت کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ کے ہاتھ میں
 ایک پیسہ تھا۔ پوچھا ہاتھ میں کیا ہے کہا پیسہ ہے تو یہاں تیرے ہاتھ میں سوراخ
 ہے۔ یہ پیسہ کس طرح تیرے ہاتھ میں رہا۔ حضرت نے پیسہ پھینک دیا۔ مگر کف دست
 ورم کر گیا۔ اور ہاتھ میں سوراخ ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت شاہ دولہ جو پیسہ آخروج
 کر دیتے تھے۔

(۵۷)

آپ حضرت سید امیرت کی خدمت میں حاضر تھے کہا یا مرشد سخت
 بھوک لگی ہے۔ کہا بھوک کھا لو۔ دس بارہ دن خاکستر کھاتے رہے اور کمال ناتوانی
 ہوئی۔ لوگوں نے مرشد سے کہا۔ انہوں نے فرمایا۔ ایک ایک چمچ اوغزہ دو روزہ زنتہ آپ
 کی طبیعت بحال ہوگئی بعد ازاں مدت العمر جب بھوک لگتی تو پرندے کے رگڑ کر پاس آجاتے
 مگر آپ انہیں کھانا پانی دے کر اڑا دیتے تھے۔ آپ نے ساری سوائے اوغزہ
 کے کچھ نہ کھایا نہ پیا۔

۵۶

فقیر پیر حقانی نے ایک بار شربت میں زہر ملا کر آپ کو پلا دیا۔ آپ نے
 پی کر کہا یہ تم نے کیا کیا ہے۔ وہ منکر ہو گیا۔ فقیر اور خادم حضرت کے اسے مارنے
 لگے۔ آپ نے منع فرمایا کہ مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ آپ کے فقیر حقانی کی معذرت
 قبول کر کے ایک لٹکی اور چادر عطا کی۔

۵۷

ایک نائب پیر حقانی کا معہ سچا س فقرا کے آزمائش حضرت کی واسطے آیا۔
 اور چاول کتے کے گوشت کے ساتھ تیار کر دیا کے سامنے دھرے۔ آپ جلال میں
 آکر کہنے لگے دور دور۔ اور کتا دیک سے زندہ بھونکتا ہوا اکل بھاگا۔ نائب نے
 معافی مانگی اور بعد ازاں ویر حضرت اختیار کر لیا۔

۵۸

حضرت شاہ دولہ ڈیک تالمہ پر پل رکھنے جا رہے تھے موقع کو ٹلی پتھے
 اور پیل کا درخت دیکھا۔ چونکہ ہوتی خشک ہو گیا تھا۔ فرمایا یہ سہرا ہو جاتا تو
 مسافروں کو بڑا آرام ملتا۔ آپ نے وہاں تھوڑے عا کے لئے اٹھائے تھے۔ کہ
 وہ درخت شاخیں نکال کر سایہ دار ہو گیا۔ اسے آج تک شاہ دولہ کا پیل کہتے
 ہیں۔ اور ویسا گہرا سایہ کسی پیل کا نہیں دیکھا۔

۵۹

پیر حقانی کا ایک مرید سبستی کی دعا پڑھنے والا گجرات آیا۔ وہ چک سارہ
 میں ٹھہرا۔ اور گجرات کی طرف منہ کر کے بیٹھنے لگا۔ چالیس دن ہو گئے مگر گجرات

پراس کی سبب کا اثر نہیں ہوا۔ پھر وہ گجرات آیا حضرت مسجد شاہ دولہ میں یاد الہی
 میں مصروف تھے وہ آپ کی پشت پر بیٹھا اور یہاں پر کھپوٹے لگا۔ ایک شخص نے کہا
 حضرت یہ شخص کچھ پڑھ کر پھونک رہا ہے۔ اتنی دیر میں ایک شخص لوٹا دی کا لے آیا آپ نے
 فرمایا یہ لوٹا سے دے دو فقیروں نے اسے کہا کہ حضرت نے یہ بطور تبرک بھیجا ہے ایک
 شخص تھا بلیدہ کا لے کر آیا۔ آپ نے وہ بھی اسے بھجوا یا اس نے تبرک قبول نہ
 کئے اور زور زور سے پڑھ کر پھونکے لگا۔ آپ نے جلال میں فرمایا فقیروں پر سبھی کا اثر
 نہیں ہوتا۔ ایک حضرت کے مرید نے پھر اسے محفل سے نکال دیا۔ اور وہ سب لوہانہ
 کی طرح پھونکتا چلا گیا۔

۶۰

کشمیر جاتے ہوئے حضرت روپو وال ٹھہرے بلیدہ تیار کر دیا اور سب کو برابر
 بانٹ دیا۔ لوگوں نے مقدم کو جاسایا کہ شاید ایک چوروں کا گروہ سے اور لوٹ کا بہت
 مال و اسباب ساتھ ہے اور بلیدہ تو ایسا کھلا ہے کہ کہیں نہیں کھایا ہوگا۔ اسی رات
 کو لوگ روپو وال کے جمع ہو گئے اور معز فقیروں کے حضرت کو بلیدہ لیا اور لوٹ مار کا
 سامان طلب کیا۔ آپ نے فرمایا ہمارے بدن پر صرف کپڑے ہیں انہوں نے سب کو
 ایک مکان میں بند کر دیا۔ حاکم آیا تو شاہ دولہ کو دیکھ کر قدم بوس ہوا۔ اور سرداروں سے کہا
 کہ یہ تم نے کیا کیا۔ انہوں نے معافی مانگی۔ آپ نے پانی لے کر اپنے ہاتھ سے ان کے
 منہ پر چھینٹے دیئے۔ اور ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔

حضرت نے پوچھا اس گاؤں کا نام کیا ہے۔ کہا روپو وال۔ فرمایا اس کا نام
 روپو وال غلط ہے۔ اجڑواں ہونا چاہیے۔ لوگوں نے بڑی سماجت کی فرمایا اچھا کبھی

آباد کبھی ویران ان کی سیف زبان سے نکلی ہوئی بات آج بھی پوری ہوتی ہے کبھی
یہ گاؤں اجڑتے کبھی بستے یہیں کے سردار کی بیٹی سے بہاؤن شاہ کی شادی ہوئی

(۶۱)

نواب ہتھاب خاں کا ملازم جانو بانو کو کابل کے چار ہاتھ تھا۔ ان کا مال چوروں
نے لوٹ لیا۔ رائے بندرا بن کو قید کر دیا گیا۔ وہ شاہ دولہ کا مرید تھا۔ اس
نے نیم شب کے وقت اپنے مرشد کو یاد کیا۔ اسی وقت وہ موکل حاضر ہوئے انہوں
نے زنجیر و طوق اس کے کاٹ دیئے اور اسے اٹھا کر پورے کے میدان میں چھوڑ
گئے۔ اور وہاں سے وہ آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے کہا تم کہیں جا بیٹھو کو تو ال
کو ہر چند ڈھونڈا پتہ نہ چلا۔ تب معلوم ہوا کہ وہ موکل حضرت شاہ دولہ کے تھے۔

(۶۲)

مولوی محمد حکیم حضرت کی زیارت کے واسطے سیالکوٹ سے آیا حضرت بڑے
پیار اور خلوص کے ساتھ ملے۔ اور کہا بڑا اچھا کیا کہ آخری ملاقات کروائی۔ آپ نے
اسے بہت میوہ تیسرک پارچہ جات اس کو دیئے۔ شہر گجرات سے جب مولوی صاحب
سو پدرہ پہنچے تو انتقال فرمایا۔ آپ اس کے جنازے پر پذیر لیمہ کرامت پہنچے۔ اور
اسے سیالکوٹ میں دفن کر دیا۔ کفن و دفن کے بعد مولوی صاحب کا بیٹا عازم گجرات
ہوا راہ میں گھوڑے سے گر کر بے ہوش ہو گیا حضرت نے اسے سوار کرایا۔ اور بارہ
کے حضور میں بھجوا یا۔ شاہ نے دیکھتے ہی خلعت و خطاب دیا۔ گجرات میں مولوی
صاحب کے فرزند نے افسوس کیا کہ حضرت جنازے میں شریک نہ ہوئے۔ آپ نے
فرمایا میں سو پدرہ سے پھر سیالکوٹ جنازے میں شریک تھا۔ اکثر مسلمان میرے گواہ

ہیں۔ دوسرے لوگوں نے بھی گواہی دی مگر اسے یقین نہ آتا تھا۔ آخر آپ نے کہا جب تم گھوڑے سے گڑے تھے تو نہیں سوار کس نے کیا تھا۔ اب اسے یقین آیا۔ اور دل سے حضرت کا معتقد ہوا۔

۶۳۳

شاہجہان کشمیر جاتا تھا۔ سیر سادات خاں ساتھ تھا۔ وہ گجرات میں حضرت کی زیارت کے لئے آیا۔ اس وقت آپ شیرینی بانٹ رہے تھے۔ اس نے زندان کہا اس میں کچھ یاروں کا حصہ بھی ہے حضرت نے ایک خشک روٹی اس کے ہاتھ میں دیا۔ اس نے کہا اور روٹی کو شیرینی مجھے روٹی حضرت نے فرمایا اسی خشک روٹی پر آئیگا۔ سادات خاں گستاخانہ بادشاہ سے وجہ کفالت کی زیادتی چاہی، اسے شاہ دولہ پراعتراض کرنے کی وجہ سے سزا ہو گیا۔ سب کچھ ضبطی کے بعد وہ کپڑے پہاڑ کر حضرت کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اسے خشک روٹی دی جسے اس نے قبول کیا۔ اسے ایک پیرا بن اور ایک کلاہ بھی دیا۔ دل و جان سے وہ طالب آپ کا ہوا۔ آپ نے پچھوڑے روزینہ اس کا لگایا مگر وہ روپیہ شہر آپ دیکھتا تھا۔ وہ کا نڈاروں کو ستانا تھا۔ آپ نے اس کا روزینہ بند کر دیا۔ اور زرد نیاز روک دی۔

آخر سادات خاں نے لکڑھی اور گھاس جمع کر کے کٹیا بنائی۔ اور ارادہ کیا کہ حضرت خود آکر کھانا کھلائیں گے تو کھاؤں گا۔ اس نے بارہ دن دھوئی رہا مگر زارا کیا اور فاقہ کے ہاتھوں سخت لاغر ہو گیا۔ کریم بخش ایک برید گوشت نان پکا لایا۔ آپ خود لے کر سادات خاں کے پاس آئے۔ اور رقمہ اپنے ہاتھ سے اس کے منہ میں دیا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا چلو سایہ میں بیٹھو۔ سادات خاں کا دل دنیا سے مٹ گیا تھا۔ یہاں

اپنے بیگانے اڑے وقت میں ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کا دل یاد الہی میں محو ہو گیا۔

۶۲

حضرت شاہ دولہ بہاؤن شاہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ کالا بادل برسنے لگا۔ فرمایا اسے بادل کیوں داخل ڈال رہا ہے کھانا کھا لیں تو یہاں برسنا تمام شہر و صحرا میں بارش ہوئی سیلاب آیا۔ مگر جہاں آپ تشریف فرما تھے۔ ایک بوند پانی نہ پڑا لوگ کرامت دیکھ کر حیران رہ گئے۔

۶۵

ایک منصب دار کا ملازم بکری لایا۔ اور اپنے سامنے ذبح کر ڈالی حضرت نے ایک رات اسے دسے دی۔ اور باقی فقیروں کو دسے کر فرمایا اسے پکا کر کھا لو۔ کھانی چکے۔ تو وہ آیا اور بکری مانگی آپ نے کہا وہ فقرا نے کھالی۔ اس نے کہا میں حضرت کو مار کر خود مر جاؤں گا میری بکری پیدا کریں۔ آپ نے فقیروں سے کہا کہ اس کی کھان پڑیاں وغیرہ لے آئیں۔ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور ان پر دم کیا۔ وہ بکری تین پاؤں پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپ نے فرمایا اتنی بکری ہمارے فقیروں کے کھانی تھی وہ موجود ہے۔ ایک رات تیرا ملازم لے گیا تھا۔ اس سے لے لو۔

۶۶

آپ نماز عید سے واپس آ رہے تھے۔ رشتہ بارش کے سبب خراب تھا۔ آپ نے مردیوں سے کہا کہ مٹی ڈال کر اسے برابر کرویں جب بلیڈار ٹوکرو ڈالنا۔ تو حضرت بان سے فرماتے۔ یہ گندم کا ڈھیر ہے۔ یہ چاول کا اسی طرح پر ایک ٹوکرو سے پر ایک عینس کا کا نام لیتے تھے۔ دریافت کرنے پر حضرت سے فرمایا کہ لاہور کی طرح یہ بھی غلہ منڈی

بنے گی۔ یہ بازار غلہ فروشاں میر گنج کے نام سے مشہور ہوا۔

امیر خاں نے کٹڑہ بنا کر شروع کیا تو پیل چسے حضرت نے پالا تھا۔ کا دیا
محبوب نامی فقیر نے فریاد کی کہ ہمارا پیل کاٹ دیا گیا ہے۔ آپ غصہ میں آئے۔ کہا
جس نے ہمارا پیل کاٹا ہے۔ اللہ بھی اس کی اولاد کو قتل کرے گا۔ اس کی بیخ و بنیا
اکھڑ جائیگی یہ کٹڑہ بھی نہیں رہے گا انہیں دونوں اس کا بھائی امیر خاں فوجدار گجرات
آیا۔ دونوں میں عداوت تھی۔ باہم لڑنے لگے۔ اور وہ معہ اہل عیال کے مارا گیا۔ اور
گھر بار ویران ہو گئے۔

۶۷

حضرت شاہ دولہ حجرے کے دروازے پر بیٹھے تھے۔ پیر بہاؤن شاہ محمد شہ
مولوی محمد حکیم کے ہمیشہ زاوے کے ساتھ تشریف لائے۔ گرمی نہوت تھی۔ اس نے ابستہ
سے بہاؤن شاہ سے کہا کوئی سرد لاتی چیز ملے تو گرمی کم ہو حضرت نے براہ کشف معلوم
کیا۔۔۔ اسی وقت ایک سوواگر آیا۔ شربت صندل اور حلوانان اور لاتی تر پوزاب
کے سامنے رکھا۔ آپ نے ان کے سامنے رکھ کر کہا۔ گرم سرد دونوں چیزیں موجود ہیں
جیسا چاہیے کھاؤ پیو۔

۶۸

ایک منصبدار معہ عیال و اطفال کابل سے آ رہا تھا خواص پور میں اس کی
زنانہ سواری کے بیل کی ٹانگ خراب ہوئی۔ وہ بڑا پریشان ہوا حضرت کو یاد کیا تو
آپ نے براہ کشف و کرامت بیل بھیج دیا۔ پھر وہ معہ اہل عیال حضرت کی خدمت
میں حاضر ہوا۔

حضرت کا دوستدار ایک میز تھا۔ آپ نے اس کی قبر کی مرمت کرائی شروع کی۔ امام سادات خان نے پوچھا کہ اس کے مزار پر کتنا خرچ ہوگا۔ فرمایا فقیروں سے جسے پوچھنا مناسب نہیں مگر اس نے اصرار کیا تو کہا۔ دو تین سو روپیہ خرچ ہوگا کہتے لگا مرشد میری قبر پر کیا خرچ ہوگا۔ کہا پانچ سو روپیہ کے قریب اس نے عرض کیا آپ وہ رقم مجھے دے دیں جب مر جاؤں تو رسی پاؤں میں باندھ کر کسی غار میں پھینک دیں آپ نے پانچ سو روپیہ دے دیا جسے اس نے دو تین روز کے نقل و نشہ میں خرچ کر دیا۔ یہ تھی آپ کی نازداری فقیرانہ۔

حضرت شاہ دولہ تعمیر چاہ میں مصروف تھے آپ کا دھیان کنویں میں تھا۔ امام سادات خاں خدمت میں حاضر ہوا سوچا اگر میں نے سلام کیا تو آپ کو تکلیف ہوگی مناسب ہے خود سامنے جا کر سلام کہوں۔ یہ سوچ کر وہ کنویں میں کود پڑا۔ اس کے پیچھے نور خاں اور ظہور خاں بھی کود پڑے حضرت نے ہائے کر کے کہا کوئی جلدی رسی لانا۔ امام نے کہا۔ یا مرشد مجھے اپنے دست مبارک سے خود توجہ فرما کر نکالیں گے تو نکلوں گا۔ آپ نے دست مبارک بڑھا کر اسے نکالا۔ کہا اے مرشد یقین ہو گیا جس طرح آپ نے اس وقت دستگیری کی۔ اور چاہ سے نکالا عاقبت میں بھی رستہ گیری کریں گے۔

ایک شخص کشمیر سے ڈال پٹیاں آپ کے لئے لایا۔ اس کا بچہ ساتھ تھا۔ وہ

روک کر ناشیاتی مانگتا رہا۔ مگر اس نے نہ دی، کہا یہ حضرت کی نذر ہے، حضرت کے دوبرہ
 آیا تو فرمایا کہ تیرا بیٹا رو رو کر مانگ رہا تھا تو نے کیوں نہ دی۔

(۴۲)

ایک مرتبہ واسطے روزگار ظرف کابل روانہ ہوا اور آپ کی نذر دو پیسہ فی روز
 دل میں مان لی۔ کابل سے وہ بہت سا روپیہ کما لایا۔ مگر اس کی نیت بدل گئی۔ اور
 پانچ روپیہ نذر پیش کی۔ آپ نے فرمایا تم اپنے قول و قرار پر قائم رہو، فقرا سے منکر کیوں
 ہو۔ اس نے فرمایا حضرت وہ مال زیادہ نہیں تھا جتنا ہاتھ آیا اسی کے مطابق نذر
 نیاز سامنے رکھ دی، حضرت نے فرمایا ایک صد اشرفی اور بیاسی روپیہ نقد اس وقت
 ہاتھ میں ہے۔ ان کا حساب کرو کہ ہمارے حصہ کا روپیہ کتنا ہے خوف سے اسکے
 میں لرز اٹھ گیا۔ اس نے کل روپیہ اور اشرفیاں سامنے رکھ دیں، کہا حضور میرا زنا
 نہ کریں۔ دعا فرمائیں صحیح سالم گھر جاؤں آپ نے روپیہ اور اشرفیاں اسے بخش دیں
 اور کہا اللہ تجھے خیریت سے گھر پہنچائے۔

(۴۳)

شاہد ولہ مع حضرت بہاول شاہ نماز ادا کرنے کا صنی محمد شفیع کی مسجد میں تشریف
 لائے۔ وہاں عابد خاں صدر الصدوق سورہ پٹھورہا تھا۔ اس نے سلام کیا اور پوچھا
 حضرت آپ کچھ لفظ بھی پچانتے ہیں۔ آپ نے سورہ آپ کے ہاتھ سے لے لیا
 اور انگشت مبارک الف پر رکھی فرمایا۔ فقیر اس حرف کو اچھی طرح جانتا ہے اور با
 حروف سے بھی منکر نہیں ہوا
 صدر الصدوق سے پوچھا آپ کی عمر کتنی ہوگی۔ فرمایا دن اور ایک رات پوچھا

جہاں گیرنے تخت پر چلوں کیا۔ اس وقت آپ کی عمر کیا تھی۔ کہا جب باپ اس مقدم کا کلا نور کی چوکی پر بیٹھا تھا۔ فقیر اس وقت (۱۸) اٹھارہ سال کا تھا۔ انہوں نے حساب کیا ۵۰ سال عمر حضرت کی اس وقت ہوگی۔ اسے حضرت نے دعا دی۔

(۴۷)

خواجہ بابا نے شفقتا لور کی ڈالی ارسال کی۔ یاغبان نے کہا رقعہ لکھ دیں میں جو آپ لیتا آوں گا۔ کہا رقعہ کی ضرورت نہیں۔ آپ پر ظاہر و باطن واضح ہے اس لئے وہ ڈالی تھوڑا سی خود کھالی کچھ لوگوں میں بانٹ دی ہے۔ باقی لاکر خدمت میں رکھی۔ اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا لقمہ رستے میں خود کھاتا اور لوگوں کو بانٹتا آیا۔ وہ سن کر حیران رہ گیا۔ اس نے مسافری مانگی اور حضرت نے تبرک دے کر رخصت فرمایا۔

(۴۸)

خواجہ بابا نے غلام کی معرفت لے موسم انار حیدر آباد کی طلب کئے۔ فرمایا موسم سرب سے مگر انار ملنا مشکل ہے۔ غلام نے کہا خواجہ بابا کو بڑی ضرورت ہے آپ نے کہا مکان میں ڈھونڈو۔ اسے دو عدد انار تازہ طاقتی میں رکھے ہوئے ملے۔ آپ نے ایک کو توڑ کر حاضرین میں تقسیم کر دیا۔ اور دوسرا غلام کو دے دیا۔ اس موسم میں تازہ انار باغ بہشت سے آیا تھا۔

(۴۹)

موسم اس طالب شاہ دولہ حضرت کی کرامات کا ذکر شاہ جہان سے کرتا تھا۔ بادشاہ نے سن کر کہا۔ مگر شاہ دولہ نے ہمیں یاد نہیں کیا بادشاہ حمام چلا گیا۔ ایسی پر ایک شخص سروپا اور نبات لئے آیا۔ زبان نے حضرت کی طرف سے تبرک پیش کیا۔ شاہ نے

مصری منہ میں ڈالی۔ اور سو روپا سر پر اٹھایا۔ اب قاصد کی جستجو ہوئی۔ مگر وہ نہ مل سکا معلوم
ہوا موکل شاہ دولہ تبرک لے کر آیا تھا۔

(۷۷)

آپ گھر میں اللہ اللہ کر رہے تھے۔ خواجہ ہدایت اللہ صاحب اہل و عیال کشتی میں
سوار ہوا اور میان دریا تختہ ٹوٹ گیا۔ اور پانی اندر تیری سے آنے لگا سب بدحواس ہو
گئے۔ اس کی والدہ صاحبہ نے دو روپیہ بلوچ سے باندھ لئے اور دل میں شاہ دولہ کو یاد کر
کے کہا یہ وقت دستگیری کا ہے۔ خدارا قعر دریا سے نکالو۔ آپ نے بذریعہ کرامت
تختہ کشتی کامرت کیا اور کشتی کو روشن مبارک کا سہارا سے کرنا لے لائے

جب والدہ صاحبہ نذر لائیں تو نہیں کفرمایا۔ اتنی مشقت کی مزدوری صرف دو
روپیہ آپ نے نہیں لکر کے زخم دکھائے۔ اس نے کہا آپ نے بہر حال میں دوبارہ زندہ
فرمایا۔ آپ نے ایک روپیہ تبرک کے طور پر انہیں واپس کر دیا اور رُعا دیکر رخصت کیا۔

(۷۸)

آپ گھر میں یا والہی میں مصروف تھے۔ درویش درشتی صاحب حالی و قال بزرگ
سیرت نیک صورت گجرات آیا اور دو رستہ پر بازارہ اقبال میں جا بیٹھا۔ انہوں نے
دکانیں کھولیں۔ تو کہا ہمارا ج بھون بھنڈا سے کا بندوبست کریں۔ کہا میں بھون
شاہ دولہ بھیجاں گے۔ ہم ان کے مہمان ہیں۔ اور دل میں کہا۔ اگر شاہ دولہ صاحب کرامت
ہوتے تو کھانا مانا بھجوت و پیرہ بھیجاں گے۔

حضرت نے سدا بسنتہ مودی کو طلب کیا۔ کہ دو رستہ پر جوگی بیٹھا ہے اسے
بھون بھجوت اور مرگ چھاوے دو۔ اور ہمارا اسلام بھی کہدو۔ جوگی نذر و نیاز وصول

کر کے غائب ہو گیا۔

(۷۹)

ایک شخص بکری لارہا تھا۔ گجرات کے نزدیک اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی اور وہ چلنے سے لاچار ہوئی۔ وہ اپنے حال پر روتے لگا۔ اگر بکری مالک تک نہ گئی تو اجرت بھی نہ ملے گی اٹھے بکری کی قیمت دینی ہوگی۔ اسے روتا دیکھ کر کسی نے کہا حضرت شاہ دولہ کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کرو تو اس وقت سراسر شہر کی امت کرارے ہیں۔ وہ بکری اٹھا لایا۔ اور احوال سنایا آپ نے دست مبارک اس پر رکھ کر کہا اے بکری بحکم خدا دست ہو جا اور بکری اٹھ کر کوہ سے لگی۔

(۸۰)

بد البنت مودی سے آپ قرض اٹھاتے تھے۔ ایک بار قرضہ ۵۰۰ روپیہ جمع ہوا۔ اس کی عورت نے اسے بڑا بھلا کہا اتنا روپیہ اب حضرت سے کس طرح وصول ہوگا جو روپیہ نذر دنیا کا اتنا حضرت اسی دم خرچ کر ڈالتے ہیں۔ اس نے کچھ نہ کہا آپ نے بذریعہ کشف و کرامت معلوم کر لیا۔ آپ اسے بارش میں لائے اور ایک گڑھا دکھایا اور اس میں سے جتنا روپیہ اہل و سواد ہوتا ہے لے لو باقی وقت کرو۔ اس نے زمین کھودی تو روپیہ اور اشرفیال ملیں حساب کر کے اس نے روپیہ لے لیا۔ اور باقی وقت کر دیا۔ اور ازاں اسے نیال آیا کہ اور دولت لے لوں۔ اب کھو واڑو سا سپہ بخت پورا آمد ہوسکتے۔

(۸۱)

ایک شخص جیتا مند و مرید خاص تھا سفر پر چار ہاتھا وہ بھارتیوں میں بیٹھا تو اس کا گھوڑا چور سے لے گئے۔ وہ پریشان ہوا کہ ہاں شدید وقت دستگیری سے جہاں

گھوڑا ہولا کر دو گھوڑا نہ ملا تو پیری مریدی بس ہوئی۔ آپ نے ازراہ کرامت چور کو
 چالیا۔ اور ایک چابک اس کی کمر پر مارا۔ اور اسی وقت گھوڑا مالک کو دے کر آ۔ وہ
 گھوڑا لے کر آیا۔ اس نے کہا ایک سفید ریش بزرگ نے چابک میری کمر پر مارا اور
 کہا لے چل ورنہ مار دوں گا۔

۸۲

ایک مغل کابل سے سوا شرفی اور پشتہ یاوام لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے نذر
 قبول فرمائی اور کھٹنشتی کستو سے کہا یہ سب پاس رکھ لو۔ آپ نے مغل کو تبرک دیکر
 رخصت کیا۔ دوسرے روز سدا بسنت سے کہا منشتی کستو سے گل کی نذر لے آؤ کستو
 نے اشرفیوں کی بجائے سو روپیہ بھیج دیا خیالی کیا۔ آپ کو کیا معلوم۔ میں قرزند کی شادی
 میں یہ دولت خرچ کر دوں گا۔ آپ نے روپیہ دیکھ کر کہا پہاؤ وہ شرح رنگ کا پیسہ تھا کہا
 حضرت مجھے تو معلوم نہیں جو اس نے دیا میں لے آیا حضرت نے منشتی کو بلایا وہ منکر
 ہو گیا فرمایا جس کام کے لئے روپیہ رکھا ہے تا مراد ہو گے جس دن منشتی کستو پیسے
 کی شادی کر کے لایا اسی دن وہ پیار ہو کر مر گیا وہ گریہ و زاری کرتا ہوا آیا۔ فرمایا جو
 جیسا کرے گا۔ بھرے گا فقرا کے ساتھ دعا بازی کی یہی سزا ہے۔

۸۳

ایک فقیر نے سیالکوٹ سے آکر دعویٰ کیا کہ شہر گجرات ہمارے نام پر ہے
 اور بنے ہوگی کرنے لگا۔ آپ کے معتقدوں نے اسے ملامت کی کہ حق اولیا لینا اچھا
 نہیں۔ آپ نے سنا تو نیم شب کو اسے بکڑ کر آسمان پر لے گئے۔ اور کہا گجرات کس کے
 نام پر بنے خوب دیکھ لے۔ اس نے یہ درجہ دیکھا تو یاریکت حضور کو جان کر معافی مانگی۔

پاؤں پر گرا حضرت نے اسے اٹھایا اور ہاتھ اس کے سر پر رکھا۔ اور کہا قدر سے زیادہ
یکساں اچھا نہیں تم مسافر نہ ہوتے تو مزار اہلقتی۔ اس نے عمر ایسوں سے واقعہ بیان کیا۔ اس میں
کا نام سیدن سکندر تھا۔

۸۴

بحالت پریشانی آپ ایک جگہ مرثیٰ کی نگرانی کر رہے تھے۔ گورو گورکھ ناتھ
مخدوم جہانیاں، خواجہ خضر بہار الحق ذکر یا ملتانی چہار پارہ سیر کرتے ہوئے آئے کہا پریشانی
کیوں ہو۔ فرمایا یہ مکان عیسیٰ اور خراب ہے۔ آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہے
آپ سب دعا کریں یہ ساری زمین سوکھی ریت سے ڈھنک جائے۔ گورکھ ناتھ نے ایک
مٹھی ریت زمیں سے نکال کر پھیلا دی۔ دوسرے سال سیلاب آیا تو ریت کے انبار لگ
گئے میدان سے دل صاف ہو گئی گڑھے غائب ہو گئے اور خلق خدا آرام سے آمدور
کرنے لگی۔

۸۵

چودھری نے زاری کی کہ حضرت میری زمین میں حاکم کے کہاروں نے پڑا وہ
بنایا ہے اور زمین چھین لی ہے۔ دعا کریں آنت مجھ غریب کے سر سے ٹل جائے۔
حضرت نے کہا فکر نہ کرو۔ ایک اینٹ بھی اچھی نہیں نکلے گی جب دو تین پڑا وہ خام
رہے تو انہوں نے خود جگہ چھوڑ دی۔

۸۶

موضع عید النخال پور کا زاہد فاضل حضرت کامرید تھا۔ وہ حاضر ہوا۔ اور کہا میرے
کا دل کی تشخیص زیادہ ہو گئی ہے۔ آپ نے کہا بادشاہ کے حضور میں جاؤ انشا اللہ

مقصد پورا ہو جائیگا۔ بادشاہ اس کی عرض سن کر خاموش رہا۔ اور پھر اس کا مقصد پورا کر دیا۔ مولوی صاحب نے سوچا نذر حضرت سواروپ پیروں کا۔ اگر حضرت نے طلب فرمایا مولوی صاحب حاضر خدمت تھے۔ ایک ساعت بعد حضرت نے کہا۔ لاؤ وہ ہمارا سواروپہ زیادہ فاضل نے کہا حضرت میں نے چودہ علم حاصل کئے ہیں۔ مگر یہ مرتبہ نہیں ملائے۔ آپ کو کشف القلوب کیسے ملا کہا حضرت آپ ایک کتاب ایک دن میں پڑھ لیتے ہیں۔ اور فقیر نے اپنی تمام عمر میں سوائے ایک حرف کے دوسرا نہ پڑھا نہ یاد کیا۔ فقیر تو اسی پر اعتقاد رکھتا ہے۔

۸۷

جادورائے ہندو مرد حضرت کا تھا۔ ایک رات اس کے گھر کو آگ لگ گئی اور گھروالے دھوئیں میں بیہوش ہو گئے۔ آپ نے براہ کشف و کرامت معلوم کیا۔ اور پلک میں اس کے گھر پہنچے۔ سب کو جگایا اور مرید کو چار پائی پر سوتے ہوئے ہمسائیوں کے مکان میں پہنچا دیا۔ پاس ہی ایک منصب دار کا لشکر اتر اٹھا تھا۔ آپ نے انہیں کہا جلد آگ کو بجھاؤ۔ سب نے مل کر جلدی آگ پر قابو پا لیا۔ کسی مولوی فاضل سے کہا کہ شاہ دولہ نے جادورائے کی مدد کی۔ اس نے بلا کر پوچھا تو جادورائے نے تصدیق کی۔

۸۸

ہندوں میں سے ۵ آدمیوں کی دربار میں طلبی ہوئی۔ جادورائے خدمت حضرت میں آیا اور مستی کی کہ حضرت مجھے نہ جانا پڑے آپ نے فرمایا خاطر جمع رکھو جب وہ سامنے بادشاہ کے آئے تو اس نے دستک (دستخط) ملاحظہ کر کے کہا۔ اس میں جادورام کا نام نہیں اسے کیوں پکڑ لائے۔ اسے واپس بھیجا انہوں نے اسے چھوڑ

دیا۔ وہ واپس آکر قد مبوس ہوا۔

(۸۹)

شاہ دولہ گھر میں تھے کہ چارتن اولیاء اللہ باغ میں وارد ہوئے آپ نے معلوم کر کے جا دورائے کو بلا یا اور فرمایا مرشد ال بابا گورونانک، سخی سردر سید ابرہہ مست اور اہام غازی مکہ معظمہ سے آئے ہیں چار حصہ شیرینی رکھی ہوئی ان کی خدمت میں پیس کرو۔ وہ باغ میں آیا تو وہ چاروں علیسی نفس موجود تھے۔ اس نے شیرینی سخی سردر کے سامنے رکھی اور سبہوں کے رعب و داب سے کانپتے لگا پھر خود حضرت اس کی پشت پر آکر کھڑے ہوئے۔ کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔ اب اسے معلوم ہوا حضرت اس کی پشت و پناہ ہیں حضرت سخی سردر نے فرمایا کہ اس شیرینی کے ۵ حصے کرو چاروں نے اپنا اپنا حصہ لے لیا۔ کہا یہ پانچواں حصہ شاہ دولہ کا ہے۔ انہیں دے دینا۔ اس نے حصہ اٹھا لیا اور حضرت کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا۔ ان کا حال بتلاؤ کہا۔ آپ خود ہمارے ساتھ تھے۔

(۹۰)

ملوک نامی فقیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا دیکھو یا کچھ دکھلاؤ۔ اس نے کاغذ کا پرہ منہ میں ڈالا اور وہ روپیہ ہو گیا۔ پھر اس نے زرین پاوی ہاتھ سے نکالی آپ نے پر شعبہ بازی دیکھی تو جلال میں آئے اور اپنے ہاتھ کو اس کے ہاتھوں سمیت گرم دوڑھ میں رکھ دیا۔ اس کے دونوں ہاتھ جل کر کوئلہ ہو گئے حضرت کے ہاتھ پر اثر نہیں ہوا۔ لیکن جوگی نے پھر اس کی کمر پر ایک چھڑی ماری اور اسے محفل سے اٹھا دیا۔

شاہ دولہ سیالکوٹ سے ڈیک نالہ کاپل دیکھنے آئے۔ ایک عورت بیوی نے سیاہ قندندر کی اور عرض کیا میرے دو تین بچے ہو کر مر گئے ہیں۔ اب میں کئی سال سے خشک ہوں۔ آپ مرو خدا ہیں میرے لئے دعا فرمائیں۔ خدا نے مجھے فرزند عطا کرے میں پھر بھی نذر دوں گی۔ آپ نے منظور فرمایا۔ اور کہا بی بی تجھے خدا نے از سر نو سربز کیا ہے۔ پیرے گھر لڑکا ہوگا۔ اس کا نام میرا باز رکھنا۔ خدا کی قدرت اسی سال بچہ ہوا۔ پھر چار سال کی عمر تک بولتا نہ تھا۔ لوگ اسے گونگا کہتے تھے۔ آپ اوھر سے گزرے تو اس نے فرزند عزیز پیش خدمت کیا اور کہا حضرت فرزند تو مجھے عطا ہوا ہے۔ مگر یہ بولتا کیوں نہیں۔ فرمایا۔ بیٹا تم ہمیں دوسروں کے سامنے شرمندہ کرتے ہو۔ اور لڑکا اسی دم بنگالی طوطے کی طرح بولنے لگا۔

سیداد خان جن کا لقب امام تھا۔ خدمت میں حاضر نہ ہو سکے معلوم ہوا۔ کہ چند روز سے سخت بیمار ہے۔ آپ نے بہاؤن شاہ کو ساتھ لیا۔ اور کچھ تبرک لے کر عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ دو دست بستہ اٹھا۔ آپ نے حال غیر دیکھ کر افسوس فرمایا کہا میری خواہش تھی کہ سجاوہ نشین تمہیں کروں۔ کہا میں لائق سجاوہ نہیں جس کا حق ہے اسے خدا نصیب کرے۔ یہ حق بہاؤن شاہ کا ہے اور بندہ آپ سے پہلے دنیا سے جاتا ہے۔ آپ اس کی نیت پر خوش ہوئے تبرک اپنے

ہاتھ سے کھلا کر اس سے رخصت ہوئے اور اس نے چند روز بعد دار فانی سے کوچ کیا۔

(۹۳)

بچھو نے حضرت کا نذرانہ پیسے دینا تھا۔ وہ ایک اینٹ پھر دز پڑا وہ سے چرا کر لاتا رہا اور پھر انہیں وہ پیسے میں فروخت کر دیا۔ اور نذر حضرت کی خدمت میں لایا۔ آپ نے پیسے رکھ لئے۔ پاس فقیر نظر تھے کہ حضرت پیسے انہیں دے دیں گے آپ نے فرمایا ایک ایک اینٹ پڑا وہ سے چرا کر ہی مشکل سے وہ پیسے جمع کئے ہیں۔ پھر کسی کو یہ پیسے کیسے دے دوں۔ وہ بڑا شرمندہ ہوا کہا حضرت آپ کا ظاہر و باطن جانتے ہیں۔ مہر عام رسوا نہ کریں آپ نے کہا آفرین ہے تیری نیت پر خدا سے نذر کا وعدہ تو نے پورا کیا۔ اللہ تجھے اجر دے گا۔ تھوڑے دنوں بعد وہ آدمی امیر ہو گیا۔

(۹۴)

میراں محمدنا فضل قاضی شہر نے کہا آپ عمارت میں روپیہ صرف کر سکتے ہیں اس وقت مسجد زیر تعمیر ہے اس میں امدادیں۔ آپ نے فرمایا بیچ شنبہ کو جو کچھ پائیا ہوگا۔ حاضر کرونگا۔ بیچ شنبہ کو قاضی کے آدمی آئے آپ نے فرمایا اگلے بیچ شنبہ کو آنا۔ بیسویں شنبہ کو قاضی میراں فضل نے اپنے آدمی کو بھیجا۔ اور کہا اگر آج نہ دیا تو انہیں بکڑ لانا۔ آپ نے انہیں تیرک دیا۔ اور فرمایا ذرا آرام کرو۔ آپ گھر میں تشریف لائے اور دو کتال آٹے کی گوندھوا کر باہر تشریف لائے۔ آپ نے دو دو پیر کا پیر بنا کر آسمان کی طرف پھینکا۔ اور وہ پیر سے اوپر ہی اوپر چلے گئے دیر ہوئی تو وہ آدمی خفا ہوئے اور کہا چلیے آپ قاضی صاحب کے پاس چلیے۔ آپ نے فرمایا بروہ

پنج شنبہ روپیہ ضرور لے جانا۔ ایک جگہ مزدوری کرایا ہوں مزدوری حلال مل جائیگی
پنج شنبہ کو ایک سووا گرا آیا۔ اور ایک سووا شرفیاں نذر کیں۔ آپ نے قاضی صاحب
کو طلب کیا۔ وہ روپیہ پیش کر دیا۔

جب حضرت نے آٹھ سوئے آسمان پھینکا تھا۔ تو اس کا وقت انان اللہ نے
لکھ لیا تھا۔ پھر خادمان درگاہ نے سووا گرسے ماجرا پوچھا۔ اس نے کہا کہ میرے جہاز
سوراخ ہو گیا تھا۔ میں بشرط سلامت جہاز و مال ایک صدوا شرفیاں بطور نذر میری روشن ضمیر
دل میں مقرر کی۔ اس وقت بھاری پٹری سے آسمان سے جہاز پر گرنے لگے انہوں نے
سوراخ بند کر دیئے۔ اور جہاز بفضل خدا من و انان کنارے پر لگا میں اسی کی نذر
لے کر آیا ہوں۔ آپ نے دونوں ہاتھ دکھلائے اور کہا یہ روپیہ معنت کا نہیں ہے
ہم نے بڑے زور سے جہاز کو کمر پر اٹھا کر کنارے لگایا ہے۔ یہ حلال کمانی محنت کی
ہے۔ میرا قاضی سے فرمایا کہ اس روپیہ کو مسجد میں لگاؤ۔
سووا گرا کو آپ نے خلعت و تبرک دے کر رخصت کیا۔

(۹۵)

ایک شخص کو جن نے بہت تنگ کیا تھا۔ اسے حضرت شاہ دولہ کی خدمت
میں لائے فرمایا اسے تنگ کیوں کرتا ہے۔ اس نے کہا یا مرشد میں آپ کی زیارت
کو اتنا تھارستے میں اس نے میرے سر پر پشیا ب کر دیا۔ فرمایا اسے معلوم نہ تھا کہ تم
میرے پاس آتے ہو۔ اور نہ اس نے تمہیں دیکھا۔ ورنہ ایسی غلطی کیوں کرتا۔ اسے چھوڑ
اور وہ جن سلام کرے چلا گیا۔

۹۶

ایک شخص مرید شیربانی پر مقرر تھا۔ اس کا نام جانی تھا بڑے عرصہ آپ کی خدمت میں رہا۔ فرمایا تمہاری موت شیر کے پنجے سے واقع ہوگی موضع جھیکا پار کے علاقہ میں شیر پلنگ بہت تھے جب شیر آتا تو جانی لغزہ مار کر اسے بھگا دیتا۔ ایک فشر بےبر اس کے پاس آیا۔ اس نے اس کی کمر پتھیلی دی شیر اس کا ایسا دوست ہوا کہ دن میں دو چار بار اس کے پاس ضرور آتا تھا۔ آخر عمر میں وہ سو رہا تھا۔ تو اچانک شیر کے حملہ کر کے اسے مار ڈالا اور حضرت کی بات پوری ہوئی۔

۹۷

گائے والے کوٹلی لوہاراں اترے۔ ان کا بیل چوری ہو گیا۔ انہوں لوہار ترکھان اور جلاہوں کو پکڑ لیا کہا یا بیل دو یا تین صد روپیہ۔ انہوں نے حضرت سے فریاد کی کہ برائے خدا دو فرمائیں۔ آپ نے انہیں بلا کر کہا ان لوگوں کو چھوڑ دو یہ چور نہیں ہیں۔ گائے والے پوئے آپ کو ان سے ہمدردی ہے تو بیل خود سے دیں یا روپیہ دلوائیں آپ نے بذریعہ کرامت معلوم کر کے کہا تمہارا بیل موضع منچر میں ہے وہ اس گاؤں میں آئے اور بیل انہیں مل گیا۔

۹۸

ایک شخص نے ۹ اشرفیاں اور ایک نگینہ حضرت کی نذر کیا۔ آپ نے خادم کے سپرد کر دیا رات کو اس کی نیت بدل گئی اس نے چاہا کہ اشرفیوں میں کچھ چھپا لوں صبح کو سات اشرفیاں اور نگینہ اس نے آپ کے سامنے رکھا حضرت نے فرمایا امانت میں خیانت نیکوں کا کام نہیں ہے۔ ضرورت ہے تو یہ سات بھی لیکر

خرچ کرو۔ ان دو اشرفیوں سے کچھ نہیں ہوگا۔ وہ سخت شرمندہ ہوا۔ کہا حضرت
میں بھول گیا تقصیر معاف کریں۔

(۵۹)

ملاں عبدالرحمان دوست دار شاہ دولہ تھا۔ قاضی فاضل میراں سے شکایت
کی گئی کہ وہ ہندو بچوں کو پڑھاتا ہے اور انہیں کے گھر کا پکا ہوا کھانا کھاتا ہے اور مولوی
کہلاتا ہے اسے رہائیت شرع کے مطابق ہونی چاہیے میراں فاضل غصہ میں آیا اور
اسے بکڑھانگوا یا۔ آپ نے دیکھا کہ ملا عبدالرحمان (المعروف مولوی محمد حکیم) کو قاضی
کے آدمی لئے جاتے ہیں۔ آپ نے نسب پوچھا تو مولوی صاحب نے کہا کسی نے
شکایت کر دی ہے۔ اب معلوم نہیں کیا ہو کیا نہ ہو۔ آپ نے فرمایا سب خیریت ہے
اور اس کے ہمراہ سیدنا میراں کی محفل میں چلے آئے۔ ابھی مقدمہ پیش نہیں ہوا
تھا۔ کہ کثیر اندرون خانہ سے آئی کہا بی بی صاحبہ پر کوئی سایہ پڑ گیا ہے۔ وہ واویلا کر
رہی ہیں۔ سید میراں نے فوراً جن بھوت نکالنے والوں کو بلایا۔ انہوں نے منتر افسوس
پڑھے۔ وہ ایک دو ساعت کے بعد بولا۔ اے سید عالی نسب (فاضل میراں)
اس دلایت میں شاہ دولہ پیر کامل ہیں۔ اور مولوی وردیش، پیر کامل اور طالب علم
میراں فاضل نے کہا تم کس واسطے ہندو بچوں کو پڑھاتے ہو اور ان کے گھر

اسے یہ عجیب بات ہے کہ عبدالرحمان کو اس کرامت کے بیان میں مولوی محمد حکیم سے
ملکر ایک سمجھا گیا ہے۔ یہاں کرامت ۶۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبدالرحمان آپ کے
صاحبزادے تھے (؟) یہ مقام بھی ویسا ہی ہے جہاں مصنف نے تاریخی حقائق کو نظر نہیں رکھا

کی پکی ہوئی روٹی کھا کر ہو۔ مولوی صاحب نے کہا میں اپنے نفس کی واسطے ایسا نہیں کرتا۔ ان سے روٹی لے کر جسے بھوکا دیکھتا ہوں کھاتا ہوں۔ علم حروف و فنون خدا شناسی کے لئے پڑھاتا ہوں۔ میرا فاضل نے کہا۔ مولوی ٹھیک کہتا ہے۔ حضرت نے میرا فاضل کو دعا دی۔ ان کی بی بی صاحبہ سے سایہ جاتا رہا اور چغل خور کو سچا چمٹا۔

بہاؤن شاہ کو آپ نے پیراندر مرید خاص کے پاس حسن ابدال بھیجا۔ حضرت بہاؤن شاہ کی توجہ اسے صحت کلی ملی۔ ادھر شاہ دولہ بیمار ہو گئے۔ اور کئی خط بہاؤن شاہ کو بلانے کے لئے لکھے۔ حضرت نے پیراندر سے خواب میں کہا۔ اس نے کہا آپ جلد از جلد گجرات چلیں۔ حضرت صحت بیمار ہیں۔ یہ ذکر تھا۔ کہ دوسرا نوازش نامہ بھیجا۔ آپ بے حد متفکر ہوئے اور ترقی حال سے کہا جلد از جلد روانگی کا بندوبست کریں۔ ایسا نہ ہو کہ وفات حسرت آیات کے وقت دیدار و لتوا از سے محروم رہیں۔ گجرات منزل بہ منزل تیزی سے پہنچ کر بہاؤن شاہ قدم پوس ہوئے۔ آپ نے انہیں سینے سے لگایا۔ اور پیار و محبت سے پیش آئے اور ہاتھ پکڑ کر اندرون خانہ لے گئے۔ کہا تم نے اچھا کیا۔ موقع پر آگے ایک صندوق سے نان تازہ خمیری سیدہ والا گرم گرم نکال کر اسے دیا۔ اور کہا کسی دن کھایا پیا کچھ نہیں اسے کھاؤ۔ مجھے اللہ نے نیم نان دیا تھا تم کو پورا۔ چیزیں دافر تمہارے مقدر میں ہیں۔ اور تم سب باتوں سے بے پرواہ ہو گئے سو چونکہ پر پھلا کر بہاؤن شاہ کے سر پر تاج رکھا۔ اور آنکوش میں لیکر توجہ کامل فرمائی اور نعمت باطن عطا کی۔ سجادہ پر بٹھایا۔ اور اسی روز سے نذر بہاؤن شاہ کے لئے آئی لگی۔ ایک مہینہ بعد شاہ دولہ دریائی نے دارقانی سے

۱۰۸۷ ہجری میں کوچ کیا۔

(ترجمہ اردو کرامت نامہ شاہ دولہ دریائی منجھت شاہ میں ترقیمہ کے بعد ایک اور کرامت کا بیان ہے۔)

کرامت دیگر

میاں چیتو آپ کا مرید خاص تھا۔ اور حضرت ایک مجلس میں اس کے ساتھ شطرنج کھیلا کرتے تھے۔ اس کی دو بیویاں تھیں آپ گھر میں آتے تو ایک کھانا اور سامنے رکھتی۔ مگر دوسری چھپ جاتی تھی۔ ایک بار حضرت تشریف لائے۔ تو وہ بھی سامنے بدھٹی رہی۔ آپ واپس چلے آئے اور کھانا نہ کھایا۔ میاں صاحب نے پوچھا تو فرمایا۔ وہ آج تک ہمارے روپر نہیں ہرتی تھی.....

چیتو نے کہا حضرت دعا کریں کہ خدا ہمیں فرزند عطا کرے۔ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ ایک بیوی کے اسی سال بچہ اور پھر دوسری کے چار فرزند جناب خداوندی سے عطا ہوئے۔

کتبیات

قرآن، حدیث و تراجم کے (چند) مروجہ نسخے

اور

آردو	ڈاکٹر نیر دل الدین احمد	قرآن و تصوف
آردو	علامہ عبدالوہاب شترانی	الطبقات الکبریٰ
آردو	عبدالقادر بن سید ہاشم بن سید محمد ٹھٹھوی متن فارسی حسام الدین راشدی	حدیقۃ الاولیاء
آردو	منشی گنیش داس قلمی و چاپ شدہ امرتسر متن فارسی	چهار باغ پنجاب
آردو	محمد حسن شاہ رامپوری	حقیقت گلزار صابری
آردو	محمد حسن شاہ رامپوری	آئینہ تاریخ تصوف
آردو	حضرت عبدالحق محدث دہلوی	اخبار الاخیار
آردو	عبدالرحمان جامی قلمی و چاپ شدہ	نغمات الانس جامی
آردو	میرزا محمد اختر دہلوی سہ جلد	تذکرہ اولیاء ہند
آردو	غلام سرور لاہوری	خزینۃ الاصفیاء
آردو	محمد اسلم پسروری	فرحت الناظرین
آردو	فرید الدین عطار قلمی متن فارسی و آردو ترجمہ چاپ شدہ	تذکرہ الاولیاء
آردو	مرتبہ شیخ محمد اکرام	ثقافت پاکستان
آردو	مرتبہ شیخ محمد اکرام	آب کوثر
آردو	مرتبہ شیخ محمد اکرام	رود کوثر
آردو	محمد دین	اولیائے نقشبندی کی سرگرمیاں

اردو	محمد بن کلیم	اولیائے چشت
اردو	حضرت علی الجویری قلمی و چاپ شدہ فارسی	کشف المحجوب
ترجمہ اردو	حضرت شہاب الدین سہروردی	عوارف و معارف
ترجمہ اردو	حضرت پیر بخش دای	فتوح الغیب
اردو	غلام حیدر سپہیل	حضرت عبدالقادر جیلانی
اردو	زاہد قادری	سیرت عوث اعظم
اردو	امین الدین احمد	حضرت علی الجویری
اردو	دوارا السکا کینی (سیدہ)	رایعہ بصری
اردو	فضل احمد عارف	سیرت حضرت یانیر
اردو	عبدالماجد دریا آبادی	تصوف اسلام
اردو	صباح الدین احمد	بزم صوفیہ
اردو	امین الدین اصلاحی	تزکیہ نفس
اردو		ذکر الابرار فی سلسلۃ اشجار
اردو		باغ سادات
اردو	ممشوق یار جنگ بہادر	مقامات محمود
اردو	مولوی علی اکبر	سلیم التوارخ
اردو	مولانا صالح کنجاہی	سلسلۃ الاولیاء
اردو	حضرت سید حسن پشاوری	سفر نامہ
اردو	قلمی متن فارسی	تذکرہ راجگان راجوری
اردو	قلمی فارسی	

اردو	گوجر گونج
اردو	تذکرہ شاہان گوجر
ترجمہ اردو	توزک جہانگیری
اردو	تاریخ سیالکوٹ
اردو	اذکار نوشا مہدیہ
اردو	تاریخ گجرات
انگریزی مقالات	سرحدی اور پنجابی اور قبیلے
اردو	مقالہ امین احمد ڈیڑھ پنجاب یونیورسٹی
اردو	اعظم بیگ لاہوری
اردو	فقیر احمد قادری
اردو ترجمہ	داراشکوہ شہزادہ
	سفیئۃ الاولیا

	مجلد زمیندار کالج گجرات	شناہین
اردو	گجرات کی علمی درسگاہیں	پاکستان ٹائمز
فارسی	حضرت شاہ دولہ دریائی	غازی
فارسی		کرامت نامہ
فارسی		کرامت نامہ
ترجمہ اردو (نجات شاہ)		کرامت نامہ
اردو		کرامت نامہ

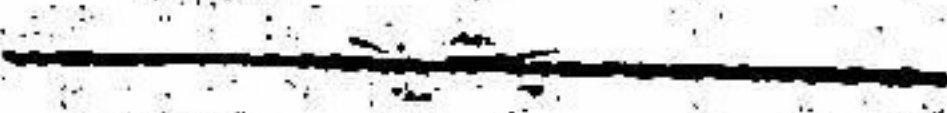
کرامت نامہ

تذکرۃ الواصلین

آرو

ترجمہ نظم فارسی کرامت نامہ

پیر خرابات



تذکرہ شامدولہ

دریابی گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

9/17/1941
S. H. A. W. A. H.

1/1/1941

ایم ایس نسیم چودھری



مدرسہ ساگر کاوی لاہور